معراجِ سخن

(نعتیہ مراثی)

تحقیق وتدوین

ڈاکٹر عظیم امروہوی

پیش کش: عالمی مرثیہ سینٹر، نئی دہلی

معراجِ سخن

(نعتیہ مراثی)

تحقیق و تدوین

ڈاکٹر عظیمؔ امروہوی

© جملہ حقوق محفوظ بحق ناشر

نام کتاب : معراجِ سخن
تحقیق وتدوین : ڈاکٹر عظیم امروہوی
تعداد اشاعت : 500
پیش کش : عالمی مرثیہ سینٹر، نئی دہلی
کمپوزنگ : محمد نوشاد، 9999281492، 9015763829
مطبوعہ
قیمت : ایک سو پچاس
سرورق :

ملنے کے پتے

(۱) سفینہ ٹرسٹ، S-9/21 سفینہ روڈ، جوگا بائی، اوکھلا، نئی دہلی ۔۲۵

(۲) عالمی مرثیہ سینٹر موسیٰ اپارٹمنٹ 6، اے ذاکر نگر، جامعہ نگر
نئی دہلی–110025، انڈیا۔ فون نمبر: 09250686517

(۳) القرآن ایجوکیشنل سوسائٹی اوکھلا وہار، نئی دہلی 110025۔ انڈیا
فون نمبر: 09213104134

(۴) بزم تجدید مرثیہ سفینۂ اختر کمالؔ امروہوی روڈ دربار شاہ ولایت
امروہہ یوپی 244221۔ انڈیا

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
(1)	انتساب	۴
(2)	ابتدائیہ۔ ڈاکٹر عظیم امروہوی	۵
(3)	مقدمہ۔ ڈاکٹر عظیم امروہوی	۷
(4)	مرثیہ۔ فخرِ ملک واشرف آدم ہے محمدؐ، میر ببر علی انیسؔ	۲۸
(5)	مرثیہ۔ ظفرانویس کن فیکوں ذوالجلال ہے، مرزا سلامت علی دبیرؔ	۴۱
(6)	مرثیہ۔ دستارِ سرِ عرشِ معلیٰ ہیں محمدؐ، سید ہادی میر وحیدؔ	۵۱
(7)	مرثیہ۔ یارب مری زباں ہو روانی میں سلسبیل، سید ظہیرالدین ظہیرؔ دہلوی	۵۹
(8)	مرثیہ۔ معراجِ سخن کس مہِ کامل کی ثنا ہے، سید جواد حسین شمیمؔ امروہوی	۷۳
(9)	مرثیہ۔ عید مولودِ شہنشاہِ رسالت ہے آج، مہاراجہ محمد علی خاںؔ محبؔ محمود آبادی	۹۲
(10)	مرثیہ۔ زینتِ بزمِ فصاحت ہے محمدؐ کی ثنا، روپ کنوار، کماریؔ آگرہ	۱۰۴
(11)	مرثیہ۔ حجاب شب میں جو روشن چراغِ ماہ ہوا، سید فراست حسین فراستؔ زیدپوری	۱۱۴
(12)	مرثیہ۔ معمورۂ عرفانِ خدا سینہ ہے میرا، سید سرفراز حسین رضوی خبیرؔ لکھنوی	۱۲۸
(13)	مرثیہ۔ پھر مری طبع رسا مائل پرواز ہے آج، سید سجاد حسین شدیدؔ لکھنوی	۱۴۲
(14)	مرثیہ۔ شہرِ علوم وشاہِ مدینہ ہیں مصطفیٰؐ، سید قائم رضا نسیمؔ امروہوی	۱۵۴
(15)	مرثیہ۔ کیا اس کی ثنا ہو جو سیس جانِ جہاں ہے، سید سکندر حسین فہیمؔ امروہوی	۱۶۹
(16)	مرثیہ۔ جب صفحۂ زمیں پہ بشر میں وفا نہ تھی، سید عظیم حیدر عظیمؔ امروہوی	۱۸۷
(17)	مرثیہ۔ فکرِ رسا کی تیز روی سربلند کر، سید ناشر حسین ناشرؔ نقوی پٹیالہ	۱۹۹
(18)	کتابیات	۲۰۶

انتساب

سب سے پہلے نعت گو

محافظِ رسولؐ مقبول

محسن اسلام

اور مربی خیرالانامؐ

حضرت ابوطالبؑ

کے نام

ابتدائیہ

اردو مرثیہ جو مظلوموں کی داستانِ ایثار و قربانی کا بیان ہے، حق و صداقت کا ترجمان ہے اور ظلم کے خلاف مسلسل احتجاج کا اعلان ہے۔ کربلا کے سانحہ مظلومیت سے عبارت یہ صنفِ سخن بھی مظلوم ہی رہی اور اسے اس کا وہ حق نہیں مل سکا جس کی یہ مستحق تھی۔ جس کی ایک بڑی وجہ یہ رہی کہ اسے قریب سے دیکھنے کی کوشش بہت کم کی گئی۔ اسی فاصلے کے سبب یہ تصور کرلیا گیا کہ مرثیہ صرف کربلا کے دردناک واقعہ کا بیان ہے، جس میں امام حسینؑ اور ان کے رفقا کی شہادت بیان کی جاتی ہے، اس لیے اس کا تعلق گریہ وزاری، اشک و آہ اور درد و کرب سے ہے۔ یقیناً ایسا بھی ہے۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اردو مرثیہ میں حمد الٰہی بھی ہے، نعت مرسلِ اعظم بھی۔ ذکر انبیاء بھی ہے، دعائیہ مضامین بھی۔ آیات قرآنی کی جانب اشارے بھی ہیں، تفسیر قرآنی سے استفادہ بھی۔ احادیث رسول مقبول بھی ہیں، اقوال ائمہ و بزرگانِ دین بھی اور ہندوستانیت بھی ہے۔

اس کے ساتھ ہی اگر ہم جدید مرثیے کا جائزہ لیں جس کا آغاز بیسویں صدی کے ربع اول کے آخری حصے میں ہوگیا تھا تو اردو مرثیے کا دامن اور بھی وسیع نظر آتا ہے۔ یعنی اس میں اصلاح معاشرہ کی کوشش بھی ہے، عصری آگہی بھی۔ ترقی پسندی کا رجحان بھی ہے، احتجاج کا جذبہ بھی، قومی یکجہتی کا درس بھی ہے، عزم و عمل کا سبق بھی۔ ہندوستانی تہذیب و تمدن بھی ہے، تحریک آزادی کی گونج بھی۔ فلسفہ بھی ہے اور سائنس بھی۔

مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ اگر زبان و بیان اور فن کے نقطہ نظر سے بھی مرثیہ کو دیکھیں تو سیکڑوں پہلو سامنے آتے ہیں اور مرثیے کی اس اعتبار سے خدمات کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ ان معروضات میں اور بھی اضافے کی گنجائش کے باوجود اختصار سے کام لیتے ہوئے یہ عرض کرنا ہے کہ تقریباً ۵۔۶ سال قبل دہلی کے کسی نعتیہ جلسے میں راقم کے چند بند سننے کے بعد علامہ عقیل الغروی صاحب نے

فرمایا تھا کہ اس نظم میں کیا اور بھی بند ہیں۔ میں نے عرض کیا قبلہ یہ پورا نعتیہ مرثیہ ہے۔ جس پر موصوف نے خواہش ظاہر کی کہ وہ اس مرثیے کو کتابی شکل میں اپنے ادارے سے شائع کرانا چاہتے ہیں۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ لیکن آئندہ ہونے والی ملاقاتوں میں انھوں نے پھر اس خواہش کا اظہار کیا، جس پر میں نے عرض کیا قبلہ صرف ایک مرثیہ تو کتابچہ بن کر رہ جائے گا اگر چند مراثی اور بھی اسی موضوع پر شامل کر لیے جائیں تو وہ کام زیادہ وقیع ہوگا۔ مولانا اس رائے سے متفق ہوگئے۔ وہ صرف عالم دین ہی نہیں عالم دنیائے ادب بھی ہیں۔

لہٰذا راقم نے ۱۴ شعرائے کے ۱۴ نعتیہ مراثی تحقیق وتلاش کیے اور ہر شاعر کا مختصر ترین تعارف لکھا اور مسودہ تیار کیا۔ کچھ مراثی طویل اور کچھ طویل ترین تھے۔ اس لیے یہ سوچتے ہوئے کہ ضخامت زیادہ نہ ہو جائے بندوں کے انتخاب کے لیے مجبور ہونا پڑا۔ یہ زیادہ تر مراثی وہ ہیں جن کے مصائب کے حصے میں بھی وفات رسول اکرمؐ بیان کی گئی ہے اور کچھ مراثی میں شعرا نے واقعہ کربلا سے ربط پیدا کر دیا ہے۔ مرزا دبیرؔ کے مرثیے میں حمد اور نعتیہ مضامین کے علاوہ بادشاہ وقت کی عبادت گزاری اور زہد وتقویٰ کا بھی ذکر ہے اور ایک رویائے معتبر کا بیان بھی ہے۔

بہر حال ان ۱۴ مراثی کا مسودہ مولانا کے دفتر میں ٹائپ بھی ہوا۔ اس کا پروف بھی پڑھا گیا، لیکن اچانک ان کے دفتر کا متعلقہ شخص ملک سے باہر چلا گیا۔ نتیجے میں سب کام رک گیا۔ ایک دو سال بعد معلوم ہوا کہ سی ڈی ضائع ہوگئی اور پرنٹ تلف ہوگیا لہٰذا مراثی کے مسودے پر آنسو بہانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ برادرم نعیم حیدر و فہیم حیدر سلمہم نے سنا تو اس کام کے لیے وہ بھی آمادہ ہوگئے۔

ہر کام کا وقت قدرت کی جانب سے متعین ہوتا ہے۔ کام کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے سب کام از سر نو کیا اور علامہ عقیل صاحب سے پھر گزارش کی کہ وہ مقدمہ تحریر فرمادیں تا کہ کتاب منظر عام پر آسکے۔ موصوف کو عدیم الفرصتی اور بیرون ہند قیام نے موقع نہیں دیا، جس کی کمی کو شاید دوسرے ایڈیشن میں پورا کیا جا سکے اور خدا کرے ایسا ہو۔ آمین

عظیمؔ امروہوی
چیئرمین عالمی مرثیہ سینٹر، نئی دہلی

مقدمہ

مرثیہ۔قرطاسِ غم والم، اوراقِ فکروفن اور لوحِ درد وکرب پر آہوں کے قلم سے آنسوؤں کی تحریر کا نام ہے۔آنسوؤں کی زبان سمجھنے والا ہی مرثیے کا عرفان حاصل کرسکتا ہے۔اور درد کا لہجہ جاننے والا ہی مرثیے سے متأثر ہوسکتا ہے۔مرثیہ صرف عقیدت ہی نہیں، صرف ادب ہی نہیں اور صرف تبرّک ہی نہیں، بلکہ مرثیہ تہذیب وتمدن بھی ہے، تاریخ وتنظیم بھی ہے، تنقید وتبصرہ بھی ہے، تحریک وتجزیہ بھی ہے اور مرثیہ ایک ادارہ بھی ہے۔

درحقیقت انسانی آہ وفغاں، درد وکرب اور آنسوؤں کی منظوم شکل کا نام ہی مرثیہ ہے۔کسی بھی تکلیف واذیت پر اشک وآہ عین فطرتِ انسانی ہے، اس لیے مرثیہ تقاضۂ فطرتِ انسانی کے مظہر کا نام ہے۔اس لیے مرثیہ کو ایک فطری صنف سخن کہہ سکتے ہیں۔

آج کا مرثیہ یعنی جدید مرثیہ صرف رُلانے کا ہی نہیں بلکہ جگانے کا بھی ایک ذریعہ ہے۔کیونکہ یہ صرف علم وآگہی کا مخزن ومعدن ہی نہیں بلکہ عزم وعمل کا دریائے موجزن بھی ہے۔مظلوم کو صرف خراجِ عقیدت ہی نہیں بلکہ ظالم کے خلاف احتجاج بھی ہے۔کوثر وتسنیم کے تخیل سے صرف طیب وطاہر ہی نہیں بلکہ پیغامِ تاسیٔ نواسۂ رسولؐ کا ناشر بھی ہے۔اور جبینِ کائنات پر تحریر، صرف حق وصداقت کا قصیدہ ہی نہیں بلکہ ضمیرِ انسانی کی بیداری کا وسیلہ بھی ہے۔

یہ فخر بھی صرف مرثیے ہی کو حاصل ہے کہ وہ اردو کی جملہ اصناف سخن میں اپنے مواد کے اعتبار سے تاریخ عرب ہونے کے باوجود بھی خالص اردو صنف شاعری ہے۔نہ عربی ہے نہ عجمی، اس نے دیگر اصنافِ سخن کی طرح اپنی معنوی، حسّی اور تکوینی ساخت میں عربی اور فارسی مرثیے سے استفادہ نہیں کیا اور ان کا مرہونِ منت نہیں ہوا۔اردو مرثیہ تمام اصناف سخن کے محامد ومحاسن کا ایک حسین گلدستہ ہے۔ان خصوصیات کے سبب مرثیے کو اردو شاعری میں ایک خاص مقام ومرتبہ اور

عظمت بھی حاصل ہے۔

اردو مرثیہ جس میں قصیدے کی شان وشکوہ بھی ہے، مثنوی کا بیانیہ انداز بھی۔ غزل کی رنگینی بھی ہے نظم کا تسلسل بھی۔ اوراس کے ساتھ ہی نعت ومنقبت کی عقیدت بھی ہے۔ مرثیے میں جملہ اصنافِ سخن کی خصوصیات کے ساتھ ہی ہم اگر غور کریں تو نہ صرف یہ کہ نعتیہ عناصر مل جاتے ہیں بلکہ پوری صنفِ نعت مسدّس کی ہیئت میں اس میں سمائی ہوئی ہے۔ اور یہ بات صرف کسی ایک دور کے مراثی کے لیے نہیں کہی جاسکتی بلکہ تقریباً ہر دور میں اردو مرثیے میں ایک خاص اور اہم حصہ رسولِ اکرمؐ کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اور یہی نہیں کہ مراثی میں نعتیہ عناصر ملتے ہیں، بلکہ کچھ شعراء نے تو مکمل مراثی مرسل اعظمؐ کی سیرت، حالات وواقعات اور سوانح پر مشتمل کہے ہیں، اور مصائب کے حصے میں وفات رسولؐ بیان کی ہے۔ اور کچھ مراثی میں شعراء نے آخری حصے میں کربلا کے مصائب سے ربط پیدا کردیا ہے۔ ایسے مراثی میں سیرتِ رسولؐ کے ساتھ ہی تاریخ اسلام کے اہم واقعات مثلاً غزواتِ اسلامی، صلحِ حدیبیہ، ہجرتِ رسولؐ، فتحِ مکہ اور واقعہ معراج وغیرہ وغیرہ کی تفصیلات بیان کی ہیں اور ایسے مراثی کی تعداد تو سیکڑوں ہے کہ جن کے چہرے میں نعتیہ مضامین نظم کئے گئے ہیں یا حسینی نوجوانوں نے میدان میں پہنچ کر جنگ سے قبل جو رجز پڑھا ہے اس میں حضورؐ کی مدح وثنا کی ہے۔ نعتیہ مضامین بیان کرنے سے قبل شعراء نے اس کا خاص اہتمام بھی کیا ہے اور دعائیں بھی کی ہیں کہ مدح وثنا کا حق ادا ہوسکے۔ مثلاً فاخر لکھنوی کہتے ہیں کہ:

یارب عطا ہو قوتِ جوشِ وِلا مجھے　　جو قصد بے ریا ہو وہ دے کبریا مجھے
لکھنی ہے بادشاہِ رسل کی ثنا مجھے　　اللہ کے کرم سے ہوں مضموں عطا مجھے
ہے مرتبہ جلیل۔ رسولِ جلیل کا
خامہ بھی دے مجھے تو پرِ جبرئیل کا

آگے کہتے ہیں کہ:

مانند شمعِ بزم تجلی فگن ہوں میں
وصف نبیؐ کروں تو خدائے سخن ہوں میں

فاخر نے یہاں وصفِ نبیؐ کے بیان میں خدائے سخن ہونے کا شرف حاصل کرنا چاہا ہے۔ جس میں نہ صرف رعایت لفظی ہے بلکہ مداح رسولؐ کے مقام و مرتبے کا بیان بھی کیا ہے۔اس میں شک نہیں کہ رسولؐ کی مدح و ثنا کرنے والے کا مرتبہ بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔لیکن یہ مدح بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔مدح کا یہ راستہ مشکل بھی ہے اور نازک بھی اسی لیے شاعر کو کہنا پڑا ہے کہ:

دشوار مثلِ حمد ہے توصیف مصطفیٰؐ
عارف نہیں حضورؐ کا کوئی بجز خدا

یا منتظرؔ امروہوی کہتے ہیں کہ:

محبوب کبریا کی ثنا کرسکے تو کر
کارِ خدا ہے کارِ خدا کرسکے تو کر

حقیقت یہ ہے کہ مدحِ رسولؐ کے لیے عرفان ذاتِ رسولؐ اور منصب رسالت ہونا ضروری ہے اور بغیر اس شرط کو پورا کیے کوئی محامد و محاسن مصطفیٰؐ مکمل طور پر بیان نہیں کرسکتا کیونکہ عارفِ حقیقی صرف ذاتِ خدا ہے یا پھر انسانوں میں شریکِ نورِ محمدیؐ یعنی ذاتِ علیؑ ہے۔اسی لیے مشہور شاعر خمارؔ بارہ بنکوی نے کہا ہے کہ:

محمدؐ شناسی نہیں کھیل آساں
محمدؐ کو یوں تو سبھی جانتے ہیں
علیؑ کیا ہیں یہ جانتے ہیں محمدؐ
محمدؐ ہیں کیا یہ علیؑ جانتے ہیں

دراصل اس معرفت کے ساتھ قرآن کی زبان یا قرآن ناطق کی زبان بھی درکار ہے، یعنی

لسان اللہ ہو۔ شدید لکھنوی ایک مرثیے میں کہتے ہیں کہ

کس سے ممکن ہے محمدؐ کے فضائل کا بیاں
معرفت جس کو ہو کامل یہ ہے اس کے شایاں
سچ تو یہ ہے کہ بشر میں نہیں یہ تاب وتواں
آپ کی مدح کو درکار ہے قرآں کی زباں
سب رسولوں کو ہے اقرار کہ سرتاج ہیں آپ
پیارے اللہ کے ہیں صاحبِ معراج ہیں آپ

رسول اکرمؐ دنیا کے جس ماحول میں اور خاص طور سے عرب کے جن حالات اور جس معاشرے میں تشریف لائے وہ کیا تھا۔ جہالت کس قدر چھائی ہوئی تھی، ہر طرف تاریکی کا راج تھا، انسانیت ناپید تھی، ظلمت کی حکمرانی تھی، انسان غیر انسانی زندگی گزار رہا تھا۔ سارے رشتے جھوٹے تھے، ہر طاقت کے آگے سر خم کرنا انسان کی عادت اور معاشرے کا رواج بنا ہوا تھا اور اسی کا نام مذہب تھا۔ حضرت رسالت مآبؐ نے تمام عاداتِ رذیلہ کو ختم کرایا، رسومات قبیحہ سے نجات دلائی اور ایک نئے معاشرے کو جنم دیا۔ اس جاہلیت کے پورے معاشرے کی منظر کشی کئی شعراء کے مراثی میں ملتی ہے، مثلاً علامہ جمیل مظہری اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

جس سے پہلے عملاً قیدِ محن تھا مذہب
ایک زنبیلِ روایاتِ کہن تھا مذہب
ذہنِ افسردۂ انساں کی تھکن تھا مذہب
زندگی لاش تھی اور اس کا کفن تھا مذہب
ترک دنیا تھی بزرگی کی سند دنیا میں
کھد رہی تھی بشریت کی لحد دنیا میں

وہ محمدؐ بشریت پہ ہے احساں جس کا
شکر کرتا ہے ادا عالمِ امکاں جس کا
دہر پر سایۂ رحمت ہوا داماں جس کا
مذہب عقل بنا مسلکِ عرفاں جس کا
عشق نے جس سے مقامِ عرفا کو پایا
اس کے بھٹکے ہوئے سجدوں نے خدا کو پایا

پوری دنیائے بشریت پر حضورؐ نے احسان کیا ہے، بنی نوعِ انسان کی رہنمائی کی ہے، ہدایت فرمائی ہے، محبت واخوت کا درس دیا ہے، شرافت کی تعلیم دی ہے، اور امن وسلامتی کا پیغام دیا ہے، ان تمام باتوں کا ذکر مرثیہ نگار شعراء نے مراثی میں پوری تفصیل سے کیا ہے۔ اس نورِ اول اور باعثِ تخلیق کائنات کی کائنات میں آمد کا ذکر ایک مرثیے میں اسد اللہ اسدؔ امروہوی اس طرح کرتے ہیں کہ:

عالم میں اب ورودِ رسولِؐ جمیل ہے　　　آتا ہے وہ جو وارثِ ارثِ خلیل ہے
بے مثل و بے نظیر ہے اور بے عدیل ہے　　　خلاقِ کائنات کے گھر کا وکیل ہے
تخلیقِ شش جہت کا سبب اس کی ذات ہے
روشن اسی کے نُور سے کُل کائنات ہے

ایک مرثیے میں حضورؐ کی ولادت کے اثرات تاثیرؔ نقوی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

مل گیا اترے ہوئے چہرے کو اک رنگ قبول　　　کھل گیا رعنائیوں کو دیکھ کر ہر دل کا پھول
ہوگئے دنیا پہ روشن علم وحکمت کے اصول　　　آ گیا ہے لے کے خوشیاں دونوں عالم کا رسولؐ
ہو مبارک اہلِ محفل جانِ محفل آ گیا
وجہِ تخلیقِ جہاں انسانِ کامل آ گیا

مرسلِ اعظمؐ کی ذات ان کی شخصیت اور ان کا سراپا چونکہ پیکرِ نور تھا، اس نور کی آمد نے آغوشِ آمنہ سے لے کر زمین کے تمام طبقات کو روشن کر دیا اور اس نور کے سفر کا آغاز حضرت آدمؑ کے صُلب سے ہوا تھا۔ اس نور کا ذکر ایک مرثیے میں مرزا طاہر رفیعؔ (نبیرۂ مرزا دبیرؔ) نے اس طرح کیا ہے:

حق کو اس نُور کا اظہار جو منظور ہوا　　　منتقل صلب میں آدمؑ کے یہی نُور ہوا
طبقِ ارض ہر اک غیرتِ صد طُور ہوا　　　دامنِ آمنہ اِس نُور سے معمور ہوا

فلکِ شوکت و اقبال کا تارا چمکا
دہر میں برجِ رسالتؐ کا ستارا چمکا

صنفِ نعت کا تو تعلق ہی مدح و ثنائے رسولِ عربی سے ہے اور نعتیہ قصیدہ بھی اوصاف و فضائل محمدیؐ کے بیان پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن مراثی میں جو مدح و ثنا، فضائل و محاسن، محامد و اوصاف، حیاتِ طیبہ کی تفصیلات اور تعلیم محمدیؐ کا بیان ملتا ہے وہ بھی اعلیٰ درجے کی نعت سے کم نہیں ہے۔ مرثیہ نگار شعراء نے مدح خاتم الانبیاءؐ طرح طرح سے کی ہے، مثلاً میر انیسؔ فرماتے ہیں کہ:

فخرِ ملک و اشرفِ آدم ہے محمدؐ — اکلیم سر عرشِ معظم ہے محمدؐ
حقا کہ خداوند دو عالم ہے محمدؐ — آخر ہے مگر سب سے مقدم ہے محمدؐ
ایسا کوئی محرم نہیں اسرارِ احد کا
حال اس سے ہے پوشیدہ ازل کا نہ ابد کا

مرزا دبیرؔ ایک مرثیے میں فرماتے ہیں کہ:

آگاہ ذات نے کیا حق کی صفات سے — آفاق بہرہ ور ہوا حضرت کی ذات سے
رفتار نے لگا دیا راہِ نجات سے — تصدیق، حکمِ حق کی ہوئی بات بات سے
سیکھے طریقے قربِ خدا کے حضورؐ سے
گمراہ آئے راہ پہ نزدیک و دُور سے

فرزدقِ ہند شمیمؔ امروہوی ایک مرثیے میں مدح رسولؐ اس طرح کرتے ہیں کہ:

اے صلِ علیٰ احمدؐ مرسل ہیں محمدؐ — آئینہ حق جوہرِ اوّل ہیں محمدؐ
یوسف مہِ کامل ہیں تو اکمل ہیں محمدؐ — آدم پہ فضیلت ہے وہ افضل ہیں محمدؐ
انسان بھی قرباں ہیں ملائک بھی فدا ہیں
بندوں کا ہے کیا ذکر کہ محبوبِ خدا ہیں

سلطان اودھ واجد علی شاہ اخترؔ نہ صرف شاعر بلکہ مرثیہ نگار بھی تھے۔ انھوں نے بھی مرثیے میں مدح وثنائے رسولؐ بیان کی ہے صرف ایک بند ملاحظہ ہو:

وہ کون رسولِؐ جُز و کُل خطبۂ ایماں سرتاجِ فصیحانِ عرب آیۂ ایماں
شیرازۂ نو، جلد فلک قالبِ ایقاں استادِ دبستانِ ازل نائبِ یزداں
جانے وہ شرف ان کا جو قرآن کو جانے
قرآن سے اول انہیں بھیجا ہے خدا نے

میر وحیدؔ ایک مرثیے میں فرماتے ہیں کہ:

دستارِ سرِ عرشِ معلیٰ ہیں محمدؐ سر دفترِ دیں حاکمِ دنیا ہیں محمدؐ
بابِ کرمِ خالقِ یکتا ہیں محمدؐ مردے کیے زندہ وہ مسیحا ہیں محمدؐ
دم مار سکے یاں کوئی کیا تاب وتواں ہے
ذی روح ہیں قائل کہ یہی جانِ جہاں ہے

تمکینؔ امروہوی ایک مرثیے میں مدح وثنائے رسولؐ اس طرح کرتے ہیں کہ:

گلزارِ زمانہ کے گُل تر ہیں محمدؐ لولاک کے افلاک کے اختر ہیں محمدؐ
کرسی کی ضیا عرش کے جوہر ہیں محمدؐ جس پر نظرِ حق ہے وہ منظر ہیں محمدؐ
مافوق اولی الامر ہے احمدؐ کی اطاعت
اللہ کی طاعت ہے محمدؐ کی اطاعت

صاحبِ خلقِ عظیم کو ایک مرثیے میں شاداںؔ دہلوی اس طرح خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

وہ جس کا نطق، نطقِ الٰہی وہ مصطفیٰؐ جس کا کرم ہے لامتناہی وہ مصطفیٰؐ
دی جس نے پہلے حق کی گواہی وہ مصطفیٰؐ نادم ہے جس کے فقر سے شاہی وہ مصطفیٰؐ
بے باک ہے جری ہے سخی ہے کریم ہے

وہ مصطفیٰؐ جو صاحبِ خلقِ عظیم ہے

حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذات وصفات کے اتنے رخ ہیں کہ جن کا احاطہ کرنا فکرِ انسانی اور شعور بشری کے بس کی بات نہیں ہے۔ پھر بھی بہت سے رخ پیش کرنے کی شعراء نے کوشش کی ہے۔ حضرت طبیبِ نفوس انسانی بن کر بھی تشریف لائے تھے، سخنورؔ زید پوری ایک مرثیے میں فرماتے ہیں کہ:

ہر دورِ لا دوا کی دوا، ہے مرا طبیب　　　سارا جہاں مریض، شفا ہے مرا طبیب
عیسیٰؑ سے مرتبے میں سوا ہے مرا طبیب　　　چوتھے فلک سے آگے گیا ہے مرا طبیب
عیسیٰؑ کبھی گئے نہیں عرشِ عظیم تک
پہنچا مرا طبیب حکیم قدیم تک

صغیرؔ کراروی رحمت اللعالمین، خاتم المرسلین اور شافع محشر کو ایک مرثیے میں اس طرح خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ:

پیغمبر خدا پہ ہے رحمت کا خاتمہ　　　لطف و عطا وحلم و مروّت کا خاتمہ
کیوں ہو نہ ان پہ بخششِ امّت کا خاتمہ　　　جن پر ہوا ازل سے نبوّت کا خاتمہ
نُور اِن کا قبلِ خلق ملائک نمود تھا
ہوتے نہ یہ تو پھر نہ کسی کا وجُود تھا

ایک بند نیساںؔ اکبرآبادی کے مرثیے کا بھی ملاحظہ ہو، وہ کہتے ہیں کہ:

ہاں مگر اس تک پہنچنے کے لیے ہے اک سبیل　　　جو زمانے میں خدا کے بعد ہے ذات جلیل
صورت انساں میں ہے قدرت کا اک عکسِ جمیل　　　لاجواب و بے مثال و بے نظیر و بے عدیل
جس کا معیارِ عمل تقدیرِ انساں بن گیا
وہ محمدؐ جس کا اک اک لفظ قرآں بن گیا

اردو مرثیے میں ساقی نامے کا آغاز تو عہدِ انیسؔ و دبیرؔ سے ہی ہو گیا تھا، لیکن پیارے صاحب رشیدؔ نے اسے خاص ترقی دی۔ اکثر شعراء نے مراثی کے اس حصے میں بھی ذکرِ رسولؐ شامل کیا ہے۔ مثلاً آلِ محمدؐ اقدسؔ امروہوی فرماتے ہیں کہ:

ساقی مجھے شرابِ طہورا کا جام دے ۔۔۔ تلچھٹ نہ جس میں ہو وہ مئے سرخ فام دے
کاسے پہ کاسہ صبح سے تا وقتِ شام دے ۔۔۔ وہ مے پلا کہ جو مجھے فرحت مدام دے
عاشق ہوں میں جنابِ رسولؐ انام کا
دے بھر کے جام ساقیِ کوثر کے نام کا

جب ہم بیسویں صدی کی مرثیہ نگاری کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرثیے میں مدحِ رسولؐ کا رجحان اور بھی بڑھ گیا تھا۔ زیادہ تر شعراء ایسے ہوئے ہیں کہ جن کے مراثی میں ذکرِ مرسلِ اعظمؐ ملتا ہے۔ مثلاً شاعرِ انقلاب جوشؔ ملیح آبادی فرماتے ہیں کہ:

اے محمدؐ اے سوارِ توسنِ وقتِ رواں ۔۔۔ اے محمدؐ! اے طبیبِ فطرت و نبّاضِ جاں
اے محمدؐ اے فقیہِ نفس و نقادِ جہاں ۔۔۔ موت کو تو نے وہ بخشی آب و تابِ جاوداں
زندگانی کے پجاری موت پر مرنے لگے
لوگ پیغامِ اجل کی آرزو کرنے لگے

قیصرؔ بارہوی ایک مرثیے میں مدحِ رسولؐ اس طرح کرتے ہیں کہ:

کہیں طٰہٰ، کہیں یٰسین کہیں صٓ کا تاج ۔۔۔ عقل و دانش کی ریاست جسے دیتی ہے خراج
ہاتفِ غیب نے رکھ لی مرے افکار کی لاج ۔۔۔ اس بلندی پہ جہاں فکر و نظر ہوں محتاج
بات پردے کی ہے کیوں اور کسی سے پوچھو
غیب کا علم نبیؐ کو ہے نبیؐ سے پوچھو

تقسیمِ ہند کے بعد کراچی اردو مرثیے کے ایک مرکز کی شکل میں ابھرا ہے۔ امیدؔ فاضلی کراچی

کے ایک ممتاز شاعر ہوئے ہیں، ایک مرثیے میں وہ فرماتے ہیں کہ:

یسلمو، صلِ علیٰ، نورِ ضحیٰ، بدرِ منیر وہ مقدّم، وہ موٴخر، وہ مبشّر، وہ بشیر
وہ مزکّی، وہ مصدّق، وہ مبصّر وہ بصیر وہ محمدؐ کہ دو عالم میں نہیں جس کی نظیر
جن مراحل پہ محمدؐ سے بشر چلتے ہیں
ان پہ چلتے ہوئے جبریل کے پر جلتے ہیں

جب ہم مرثیہ نگار شاعرات کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ بھی ایک خاصی طویل فہرست ہو جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ انیسویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ گزشتہ دو صدیوں میں ہونے والی اہم مرثیہ نگار شاعرات، ملکہ زمانی بیگم، تاجدار لکھنوی، سلطان عالیہ، مدینہ خاتون مدینہ امروہوی، حاجی لکھنوی، حزیں نیوتنوی، تسنیم جونپوری، عسکری امروہوی، گوہر آرا بیگم گوہر، روپ کماری، امۃ الزہرا فطرت، رضیہ بیگم ریاضت، بانو سید پوری، امت الحمدی شہرت، نشاط مقبول رضوی، سیدہ اکبری بیگم، گل فردا امروہوی، ممتاز النساء عصمت، پروین شہزادی، فرطیس بانو، تسنیم نقوی، بانو نقوی، امام باندی بیگم عفت، فاطمہ زیدی میرٹھی، نفیس بانو خوشبو، عصمت آرا شرم لکھنوی، چھوٹی بیگم دلبر، فخر جہاں، زاہدہ نہاں ردولوی، پروین بانو پروین، توحید فاطمہ توحید جارچوی اور تصویر فاطمہ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ تصویر فاطمہ کا مرثیہ بعنوان 'بصیرت' میں مدحِ رسولؐ ملاحظہ ہو:

پیغمبری کا آخری زینہ ہیں مصطفیٰؐ سرتا قدم عمل کا مدینہ ہیں مصطفیٰؐ
اب بے عمل فضا میں نہ بھٹکے گا آدمی جس میں نجات ہے وہ سفینہ ہیں مصطفیٰؐ
دولت عطا کریں گے یہ سب کو یقین کی
رحمت بنے ہوئے ہیں یہی عالمین کی

یوں تو ہر رسولؑ اپنے زمانے کے حالات کے مطابق صاحب اعجاز ہوا۔ حضورؐ کے عہد

میں اہلِ عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا اور وہ تہذیبی طور پر جاہل ہونے کے باوجود اہلِ زبان تھے۔ اسی لیے پروردگار نے مختلف معجزوں کے علاوہ آپ پر قرآن نازل فرمایا تا کہ عرب قرآنِ مجید کی فصاحت و بلاغت کو تسلیم کریں۔ حضورؐ کے مختلف معجزات کا ذکر یوں تو نعتوں میں بھی ہے جو کہیں واضح اور کہیں علامتی انداز میں ملتا ہے۔ شاعرِ آلِ محمد حضرت نسیم امروہوی فرماتے ہیں کہ:

اوّل تو جسم کا نہیں سایہ یہ معجزہ — پھر بے پڑھے ہر اک کو پڑھایا یہ معجزہ
پھر ایک شہر علم بسایا یہ معجزہ — حیدرؑ سا در پھر اس میں لگایا یہ معجزہ
قرآں ملا تو معجزہ لب کھولنے لگا
محبوب کے لغت میں خدا بولنے لگا

یکساں مزاجِ باطن و ظاہر، یہ معجزہ — خُلقِ حسن سے دب گئے قاہر، یہ معجزہ
امّی ہیں اور علوم کے ماہر، یہ معجزہ — جو کھائے اور لٹائے جواہر، یہ معجزہ
چھینا دلِ عدو نگہِ بے دریغ سے
کاٹا قمر کی ڈھال کو ناخن کی تیغ سے

تاریخ اسلام اور حیات طیبہ کا اہم ترین واقعہ حضور اکرمؐ کی معراج ہے۔ یہ واقعہ حضرت کے مرسلِ اعظمؐ اور خاتم المرسلینؐ ہونے کی مختلف دلائل میں ایک اہم دلیل بھی ہے کیونکہ یہ مقام اور یہ شرف کسی رسول کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ اسی لئے شعراء نے نعتوں میں معراج کا خاص طور سے ذکر کیا ہے بلکہ کچھ شعراء نے تو طویل نظمیں 'معراج نامہ' عنوان سے بھی کہیں ہیں جو بہت مقبول بھی ہوئیں۔ مثلاً بارہویں صدی ہجری کا پہلا غیر مسلم نعت گو لچھمن نرائن شفیقؔ نے معراج نامہ کہا۔

نعتوں کے علاوہ معراج کا بیان اردو مرثیے میں بھی ملتا ہے۔ کچھ شعراء نے مکمل مراثی معراج کو موضوع بنا کر کہے ہیں مثلاً شمیمؔ امروہوی، فہیمؔ امروہوی اور خبیرؔ لکھنوی نے معراج کے موضوع پر شاہکار مراثی کہے۔ جن شعرا نے مراثی میں معراج کا ذکر کیا ہے اس میں بھی ۸۔۱۰ بند

سے کم نہیں ہیں۔ میر انیس اور مرزا دبیر کے علاوہ زیبا ردولوی، علامہ شفیق حسن ایلیا، برجیس امروہوی، یاور اعظمی، احسن رضوی داناپوری، کامل لکھنوی، فراست زید پوری، ضیا امروہوی، صفی امروہوی، حب محمود آبادی اور سردار نقوی وغیرہ نے بھی معراج کا بیان مراثی میں کیا ہے۔ چند شعراء کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔ زیبا ردولوی کہتے ہیں کہ:

قدسی الاصل تھا دراصل وہ آنے والا　　ہم گنہگاروں میں قرآن کو لانے والا
رشتۂ عہد و احد یاد دلانے والا　　پیکرِ خاک کو انسان بنانے والا
نہ ملائک، نہ نبی جان کو معراج ملی
اس کا صدقہ تھا کہ انسان کو معراج ملی

یہاں شاعر نے حضورؐ کی معراج کو عظمتِ انساں کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے۔ اب ایک جگہ دیکھئے شاعر معراج کو درسِ عمل اور تعلیمِ ارتقائے انسانی کی حیثیت سے بیان کرتا ہے، علاّمہ شفیق حسن ایلیا کا ایک مرثیہ معراج کے موضوع پر ہے اس میں فرماتے ہیں کہ:

اوج بشر کی شان ہے، معراجِ مصطفیٰؐ　　قدرت کا امتحان ہے، معراجِ مصطفیٰؐ
رحمت کا اک نشان ہے، معراجِ مصطفیٰؐ　　اک سیرِ لامکان ہے، معراجِ مصطفیٰؐ
درسِ عمل عروج رسولؐ خدا کا ہے
انساں کے واسطے یہ سبق ارتقا کا ہے

معراج کی رات کی عظمت احسن رضوی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

یہ ہے مسلمہ کہ وہ رحمت کی رات تھی　　محبوب کبریا کی ضیافت کی رات تھی
راحت کی تھی وہ رات کہ رفعت کی رات تھی　　معراج انبیائے جلالت کی رات تھی
اللہ نے رسولؐ پہ رحمت تمام کی
تحویل روزگار کی دولت تمام کی

یاورؔ اعظمی نے اللہ اور رسولؐ کی معراج میں ملاقات کا ذکر ایک مرثیے میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

آئیں یہ زمیں پر، تو احد وہ یہ محمدؐ پردے میں سرِ عرش، وہ محمود یہ احمدؐ

وہ امر، یہ معمور، وہ اسناد، یہ مسند وہ واجبِ بے حد ہے، تو امکان کی یہ حد

طالب ہے وہ اس کا تو یہ مطلوب ہے اس کا

وہ عین محبت ہے یہ محبوب ہے اس کا

پروفیسر سردارؔ نقوی معراج کے بیان میں ایک مرثیے میں فرماتے ہیں کہ:

کہ جس کی ذات ہے عقل سلیم کا جوہر کمال عقل کی منزل پہ اک عظیم بشر

کہ جس مقام پہ جل جائیں جبرئیل کے پر وہ سجدہ ریز ہے اس قرب کی بلندی پر

یہ بندگی کی ترقی کی آخری حد ہے

یہی کمالِ خرد ہے یہی محمدؐ ہے

تاریخ اسلام کا ایک بے حد اہم واقعہ سرور کائنات کی ہجرت ہے، اردو شعراء نے نعت میں اس کا ذکر سرسری طور پر کیا ہے اور زیادہ تر شعراء نے اختصار سے کام لیا ہے اور تفصیلات نہیں ملتیں۔ البتہ مرثیہ نگار شعراء نے اس واقعے کو اکثر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کچھ شعراء نے تو حضورؐ کی ہجرت کو موضوع بنا کر مکمل مراثی کہے ہیں۔ مثلاً مہاراج کمار امیر حیدر خاں حبؔ محمود آبادی ایک مرثیے کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ:

انبیاء پہلے بھی ہجرت پہ ہوئے ہیں مامور ثبت ہے بابِ قصص میں یہ الٰہی دستور

بس یونہی دیں کی اشاعت تھی خدا کو منظور مکّے سے بھیجے گئے ختم رسلؐ اتنی دور

تا بہم حسن مشیت کا قرینہ بن جائے

یثرب اک تازہ تمدن کا مدینہ بن جائے

یہاں شاعر نے مقصد ہجرت بیان کیا ہے اور آگے چل کر اسی مرثیے میں مرسل اعظمؐ کے پہنچنے کے بعد مدینے میں تبدیلیاں اور ترقیات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً وہاں کیا کیا تعمیرات ہوئیں۔ انسانی زندگی میں کیا کیا انقلاب آیا۔ لوگوں کا رہن سہن کس طرح بدلا، علم کے کتنے چرچے ہونے لگے۔ ایمان وعدل اور حق وصداقت کا بول بالا ہوا۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

مسجدیں بننے لگیں ہوگیا صحرا آباد　　خانۂ کفر مٹا گھر تھا خدا کا آباد
دولتِ علم و عمل سے تھا مدینہ آباد　　ذرّے ذرّے میں ہوئی دین کی دنیا آباد
جلوۂ نور سے پوشاک ضیا پہنی تھی
نام ہی کو سہی مسجد نے قبا پہنی تھی

خداوند عالم نے قرآن مجید میں مختلف احکام میں اطاعت رسولؐ کا بھی حکم دیا ہے۔ یہ اطاعت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ سید آلِ رضا نے ایک مرثیے میں اطاعت رسول کی تشریح کی ہے اور اس کی اہمیت کو مدلل انداز میں بیان کیا ہے اس سلسلے میں صرف ایک بند ملاحظہ ہو کہ:

اللہ کی طاعت ہے محمدؐ کی اطاعت　　قرآن کی دعوت ہے محمدؐ کی اطاعت
مرکز کی حفاظت ہے محمدؐ کی اطاعت　　حد بند شریعت ہے محمدؐ کی اطاعت
ہو جتنا شعور اتنا ہی اس حد کو سمجھ کر
اسلام کو سمجھو تو محمدؐ کو سمجھ کر

سرکارِ دو عالم کے لیے لفظ اُمی کا بھی استعمال ہوا ہے جس کے معنی ومفاہیم مترجمین ومفسّرین نے مختلف لکھے ہیں۔ اور اس لفظ پر مختلف زاویوں سے اظہار کیا ہے۔ جدید مرثیہ نگار ساحر لکھنوی پاکستان نے لفظ امی کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

جس کو استادِ ازل سے ہو تلمذ وہ بشر　　لوحِ محفوظ کے ہر لفظ پہ رکھتا ہے نظر
اس کو اس طرح کا اُمّی نہ کہیں اہل خبر　　جس نے دنیا میں پڑھا کچھ نہ کتابیں رٹ کر

مکتب قدس سے جو عرش مقام آتا ہے
ایسے اُمّی پہ صحیفوں کا سلام آتا ہے

سرمایہ اور محنت کی لڑائی صدیوں سے جاری ہے۔ اس کا حل دنیا تلاش نہیں کر سکی۔ بڑے بڑے حکمراں ہوئے نہ ان سے یہ مسئلہ حل ہوا اور نہ مفکرین، دانشور، اہل علم اور اکابرین سیاست اس مسئلے کو آج تک حل کر سکے۔ اسی لیے یہ جنگ جو سرمایہ دار اور مزدور کے درمیان ہے آج تک ختم نہیں ہو سکی۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی کبھی وقتی طور پر یہ سرد ہو گئی ہے۔ لیکن پھر کچھ عرصے بعد ابھری اور مستقل طور پر مسئلہ حل نہیں ہو سکا۔

جارج برناڈ شا جب ہندوستان آیا تو انجمن اسلام بمبئی نے اس کے اعزاز میں ایک عصرانے کا اہتمام کیا اور اس موقع پر برناڈ شا سے دیگر سوالوں کے علاوہ ایک سوال یہ بھی کیا کہ دنیا میں سرمایہ (Capital) اور محنت (Labour) کی جنگ کیسے ختم ہو سکتی ہے۔ اس ٹکراؤ کا حل کیا ہے۔ یہ مزدور کا استیصال کیسے ختم ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ اس مسئلے کا حل تو صدیوں پہلے مسلمانوں کے آخری پیغمبر عملی طور پر پیش کر گئے ہیں۔ یعنی جب سرمایہ و محنت، مالک و مزدور ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں اور دونوں کے ماتھے سے پسینہ ٹپکے اور مالک محنت کی قدر سمجھے تب ہی وہ انصاف کرے گا۔

مرسل اعظمؐ کی حیات کے اس رخ کو بھی مرثیہ نگار شعراء نے پیش کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح محنت و مشقت کا سبق خود محنت کر کے دیا ہے اسے بیان کیا ہے۔ مثلاً مولوی اولاد حسن شاعر لکھنوی ایک مرثیے میں فرماتے ہیں کہ:

فاقہ کش بھی تھے نبی فاتح و منصور بھی تھے
عزت خلق بھی تھے مطلع وانور بھی تھے
ان کے گھر دولت کونین سے معمور بھی تھے
حق کے محبوب بھی تھے خلق کے مزدور بھی تھے

تھا یہ مقصد کہ عرق میں سر و سینہ ڈوبے
پر نہ مزدور کا دین میں سفینہ ڈوبے

محنت و مشقت اور جد و جہد کے سبق کے علاوہ اسلام نے جو بنی نوع انسان کو محبت و اخوت اور بھائی چارگی کا درس دیا ہے اسے مرسلِ اعظمؐ نے اپنی حیات طیبہ میں ڈھالا ہے اور جس کے ذریعے تمام امتیازات اور تفریق رنگ و نسل کو مٹا دیا۔ اس سلسلے میں ایک مرثیے میں علامہ جمیؔل مظہری فرماتے ہیں کہ:

مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی کفر کی آگ ترے سوز محبت سے دبی
گل ہوا موجِ نفس سے شررِ بولہبی نہ رہا فرق مراتب، نہ غرور نسبی
حبشی و عجمی و عربی ایک ہوئے
ایک اللہ کے رشتے سے سبھی ایک ہوئے

قبل رسولِ مقبولؐ عرب کی سوسائٹی میں کیسے کیسے افعالِ قبیحہ جائز تھے۔ ظلم کس طرح پنپ رہا تھا۔ ایمان کتنا عنقا تھا۔ اس پورے ماحول میں حضورؐ نے کس طرح انقلاب برپا کیا۔ اور جہالت کی رسموں کو ختم کر کے انسانیت سکھائی۔ تہذیب میں ڈھالا اور اعلیٰ اخلاقی اقدار رائج کیں۔ ایک مرثیے میں غضنفر نواب دانشؔ عظیم آبادی بیان کرتے ہیں کہ:

ایسا دنیا کو دیا مرسلِ اعظمؐ نے سبق کہ سمجھنے لگے سب تفرقہ باطل و حق
عارض دہر پہ چھانے لگی حق کی رونق بدعت و ظلم و خباثت کے ہوئے چہرے فق
ابن آدم نے محمدؐ سے شرافت پائی
بنت حوا نے بھی جینے کی اجازت پائی

اردو نعت میں شعراء نے جمال محمدی کا خاص طور سے ذکر کیا ہے مثلاً زلفیں، آنکھیں، سرمہ، چادر اور کملی وغیرہ کا بیان خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ مرثیہ نگار شعراء نے یہ ذکر بہت کم کیا ہے البتہ جہاں یہ ذکر ملتا ہے وہاں اسلوب میں جدّت اختیار کی ہے مثلاً احسؔن رضوی دانا پوری فرماتے ہیں کہ:

ہر پھول میں تھا پرتوِ رخسارِ مصطفیٰؐ ہر آنکھ کو تھی حسرتِ دیدارِ مصطفیٰؐ

ہر قلب باصفا تھا طلبگارِ مصطفیٰؐ　　ہر لوحِ شوق مطلعِ انوارِ مصطفیٰؐ
روشن ہر آئینہ تھا خیالِ رسولؐ سے
ہر شمع ضوفشاں تھی جمالِ رسولؐ سے

اردو مرثیے میں رسولؐ اکرم کی اس بلاواسطہ مدح وثنا کے علاوہ مراثی کے رجز کے حصے میں بھی نعتیہ مضامین اکثر مل جاتے ہیں۔ یعنی جب امام حسینؑ کا کوئی ساتھی یزیدی فوج سے مقابلے کے لیے میدان میں جاتا ہے تو اس وقت اپنا تعارف اور اپنے بزرگوں کا ذکر جنگ شروع کرنے سے قبل کرتا ہے۔ اس حصۂ رجز میں بھی ذکرِ رسولؐ جگہ جگہ ملتا ہے۔ نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسینؑ کے نوجوان فرزند حضرت علی اکبر میدانِ کارزار میں پہنچ کر فوجِ یزید سے کس طرح مخاطب ہوئے ایک مرثیے میں امیر لکھنوی اس طرح پیش کرتے ہیں کہ:

ہیں نانا میرے باپ کے محبوبِ کبریا　　ختمِ رسلؐ حبیبِ خدا شاہِ انبیاء
دریائے فیض ابرِ کرم منبعِ سخا　　قرآں میں دیکھو ذکر انہیں کا ہے جا بجا
جلوہ اگر نبیؐ کا نہ ہوتا یہاں کبھی
ہوتی زمین خلق نہ یہ آسماں کبھی

یہاں طوالت سے بچنے کے لیے صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے، ورنہ ایسی مثالیں کافی ملتی ہیں کہ رجز میں نعتیہ مضامین بھی بیان کیے گئے ہیں۔

متذکرہ بالا شعراء کے علاوہ میر اسمٰعیل، احسان لکھنوی، چھنولال دلگیر، میر ضمیر، میر خلیق، میر انس، میر سلیس، برق دہلوی، میر رئیس، خورشید لکھنوی، مرزا اوج، میر نفیس، کامل لکھنوی، کوثر جانسٹھی، برجیس امروہوی، اثیم جرولی، عشیر لکھنوی، ضیا امروہوی، میر عارف، میر عشق، ناصر حسین یتیم، پیارے صاحب رشید، جاوید لکھنوی، میر تعشق، منے صاحب ذکی، ثابت لکھنوی، مہذب لکھنوی، ثمر لکھنوی، فراست زیدپوری، قدیم لکھنوی، فرید لکھنوی، مودب لکھنوی، بزم اکبرآبادی،

امیرؔ امروہوی، یونسؔ زید پوری، منظورؔ رائے پوری، باقرؔ امانت خانی، ناصرؔ زید پوری، عزمؔ جونپوری، کاملؔ جونا گڑھی، منظرؔ عظیمی، آثرؔ جلیلی، فیضؔ بھرتپوری، دولہا صاحب عروجؔ، نانک چند نانکؔ، ہلالؔ نقوی، قسیمؔ امروہوی، ریاضؔ نوگانوی، پیامؔ اعظمی، معجزؔ سنبھلی، سلطانؔ نوگانوی، موجدؔ سرسوی، اور کیفیؔ سنبھلی وغیرہ وغیرہ کی ایک طویل فہرست ہے جن کے مراثی میں ذکرِ مرسلِ اعظمؐ اور نعتیہ مضامین مل جاتے ہیں۔

ایسے مراثی کہ جن کا آغاز مدح و ثنائے رسولِ اکرمؐ سے ہوتا ہے صرف چند کے مصرعِ اوّل ملاحظہ ہوں:

ع	اے خسرو زمین و زماں شاہِ کائنات	احسانؔ لکھنوی
ع	خوبیاں ساری ہوئیں احمدؐ مختار پہ ختم	مرزا دبیرؔ
ع	جس کا مدّاح ہے رب اس کی ثنا پڑھتا ہوں	شمیمؔ امروہوی
ع	خود کبریا کو شانِ محمدؐ پہ ناز ہے	شمیمؔ امروہوی
ع	مدحِ محبوب الٰہی کا عجب پایہ ہے	شمیمؔ امروہوی
ع	دولت مدح نبیؐ دین کا سرمایہ ہے	شمیمؔ امروہوی
ع	بزم ہستی ہے یہ فیضانِ رسولؐ عربی	نفیسؔ فتح پوری
ع	بعثت سے قبل احمدِ مرسلؐ کو دیکھئے	نسیمؔ امروہوی
ع	پھر سرِ چرخ نہم آج دماغ اپنا ہے	نسیمؔ امروہوی
ع	آئینہ حق جوہر اول ہیں محمدؐ	نسیمؔ امروہوی
ع	محبوبِ ذوالجلال رسولؐ فلک حشم	سخنورؔ زید پوری
ع	بزمِ ولادت شہِ گردوں سریر ہے	اسد اللہ اسدؔ امروہوی
ع	کیا اس کی ثنا ہو جو حسیں جانِ جہاں ہے	فہیمؔ مشہدی امروہوی

اردو مرثیے میں نعتیہ مضامین کے ساتھ ہی کچھ مراثی میں شعراء نے ایسے بند بھی کہے ہیں کہ جو ذو ممدوحین ہیں، مثلاً شمیمؔ امروہوی کے کئی مراثی میں حمد و نعت ایک ساتھ کی گئی ہے، مثلاً وہ فرماتے ہیں کہ:

محمود خدا ہے تو محمدؐ مرے حضرت　　وہ وحدتِ مطلق تو یہ آئینہ وحدت
وہ معنی توحید یہ توحید کی صورت　　وہ نور ہے، یہ طور، وہ رحمٰن، یہ رحمت
وہ قابلِ تسبیح تو دانہ ہیں محمدؐ
اللہ جو یکتا تو یگانہ ہیں محمدؐ

نسیمؔ امروہوی کے کئی مراثی میں مدح نبیؐ اور ثنائے علیؑ ایک ساتھ بیان کی گئی ہے۔ صرف ایک بیت ملاحظہ ہو:

امت کے وہ شفیع تو یہ دستگیر ہیں
وہ شاہِ جزو و کل، یہ جنابِ امیر ہیں

مدح و ثنائے رسولؐ کی کیا اہمیت، افادیت اور عظمت ہے اس حقیقت کو شادؔ عظیم آبادی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

دیباچہ سخن ہے شہ انبیاء کی مدح　　محبوب ہے دلوں کو حبیب خدا کی مدح
طغرائے لوح عشق ہے خیرالورا کی مدح　　اسلام کا نشان ہے اس پیشوا کی مدح
نعت رسولؐ حق ہے ہماری سرشت میں
امت پہ اس کا راز کھلے گا بہشت میں

اردو مرثیے میں مدح و ثنائے رسول کا یہ ایک سرسری جائزہ تھا۔ ورنہ یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اگر تلاش و تحقیق کی جائے تو ایک ضخیم مقالہ تحریر کیا جا سکتا ہے اور اس کلام کے فکری اور فنی جائزے کے لیے ایک الگ مقالہ درکار ہو گا۔ اور یہ صرف ۱۴ شعراء کے ۱۴ نعتیہ مراثی ہیں۔ دیگر

شعراء کے نعتیہ مراثی کے ایک دو اور مجموعے ترتیب دیے جا سکتے ہیں۔

بہرحال اس جائزے کے بعد مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں کہ:

- صنفِ نعت کے علاوہ مدح وثنائے رسولؐ سب سے زیادہ صنفِ مرثیہ میں ملتی ہے۔
- مرثیے کا دامن سب سے وسیع ہے اس لیے مرسلِ اعظمؐ کی حیاتِ طیبہ کے طویل واقعات بیان کرنے کی گنجائش بھی مرثیے میں ہے۔
- مدح رسولؐ کے لیے سب سے مناسب صنف سخن مرثیہ اس لیے بھی ہے کہ مرثیے کا زیادہ تعلق اولادِ رسولِ اعظمؐ سے ہے۔
- مراثی میں جو نعتیہ مضامین بیان کئے گئے ہیں وہ نعت گوئی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

ڈاکٹر عظیم امروہوی
چیئرمین عالمی مرثیہ سینٹر
موسیٰ اپارٹمنٹ، 6۔اے ذاکر نگر
جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025

میر ببر علی انیسؔ لکھنوی

میر انیسؔ کے جد اعلیٰ میر امامی حضرت امام موسیٰ رضاؑ کی نسل میں تھے جو نہ صرف شاعر بلکہ جید عالم بھی تھے۔ میر امامیؔ کی نسل میں میر غلام حسین ضاحکؔ فارسی اور اردو کے مشہور شاعر ہوئے۔ ضاحکؔ کے فرزند میر غلام حسنؔ مشہور مثنوی نگار ہوئے۔ میر حسنؔ کے فرزند میر خلیقؔ ہوئے جو میر انیسؔ کے والد تھے۔ اسی لیے میر انیسؔ نے کہا کہ ع پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

میر انیسؔ کی ولادت فیض آباد کے محلہ گلاب باڑی میں 1217ھ اور 1218ھ مطابق 1802ء اور 1803ء کے درمیان ہوئی اس سلسلے میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ آپ کی والدہ عربی فارسی اور اسلامیات میں اتنی دستگاہ رکھتی تھیں کہ ابتدائی تعلیم ان سے حاصل کی۔ اس کے بعد کئی اساتذہ سے درس حاصل کیا اور عربی زبان کے علم کے ساتھ فارسی زبان وادب پر عبور حاصل تھا۔ قرآن واحادیث کا کافی علم تھا۔ منطق وفلسفہ کا درس بھی لیا تھا۔ اپنے زمانے کے علوم رسمی سے بھی واقف تھے اور فن سپہ گری کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔

۱۱۔۱۲ سال کی عمر میں شاعری کا آغاز غزل سے کیا۔ غزلوں پر ناسخؔ سے اصلاح لی لیکن جلد ہی والد کی نصیحت پر غزل سے مرثیہ گوئی کی طرف رخ کیا۔ کچھ ہی عرصے بعد والد میر خلیقؔ اور بڑے چچا میر خلقؔ کو کلام دکھانا شروع کر دیا۔

میر انیسؔ خوش اخلاق، نیک طبیعت، نازک مزاج، غیور اور خوش صحبت انسان تھے۔ کبھی کسی کی غیبت سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔

یوں تو میر انیسؔ نے اپنی طبع کے جوہر زیادہ تر اصناف سخن میں دکھائے۔ لیکن بحیثیت مرثیہ گو انہیں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ انہوں نے تقریباً ڈھائی سو مراثی کہے جو مطبوعہ ہیں۔ اور تقریباً اتنے ہی سلام بھی، کچھ رباعیات بھی بہت مشہور ہوئیں۔ انیسؔ کے فرزند نفیسؔ اور سلیسؔ بھی اچھے مرثیہ نگار ہوئے اور کئی نسلوں تک یہ سلسلہ رہا۔

۲۹ رشوال 1291ھ مطابق 10 ردسمبر 1874ء شب جمعہ میر انیسؔ کا انتقال ہوا۔ مرزا دبیرؔ نے بھی قطعہ تاریخ وفات کہا۔ مادہ تاریخ مندرجہ ذیل شعر سے نکلتا ہے جو بے حد مشہور ہوا۔

آسماں بے ماہ کامل سدرہ بے روح الامیں
طورِ سینا بے کلیم اللہ ومنبر بے انیسؔ

میر ببر علی انیسؔ لکھنوی

مرثیہ

فخرِ ملک و اشرفِ آدمؑ ہے محمدؐ (۱) اکلیلِ سرِ عرشِ معظم ہے محمدؐ
حقا کہ خداوندِ دوعالم ہے محمدؐ آخر ہے مگر سب سے مقدم ہے محمدؐ
ایسا کوئی محرم نہیں اسرارِ احد کا
حال اس سے ہے پوشیدہ ازل کا نہ ابد کا

مختارِ زمیں، باعثِ افلاک نبیؐ ہیں (۲) والا گہرِ قلزمِ لولاک نبیؐ ہیں
مصباحِ حریمِ حرمِ پاک نبیؐ ہیں شیرازۂ مجموعۂ ادراک نبیؐ ہیں
عالم میں وہ آیا تھا پہ دل سوئے خدا تھا
حق اس کا رضا جُو وہ رضا جُوئے خدا تھا

آدمؑ ہے وجودِ شہہِ لولاک سے آدم (۳) عالم سب اسی شاہ کی ہستی سے ہے عالم
سر رشتۂ مہر اس کا اگر ہوتا نہ محکم تو ہوتے نہ اضدادِ عناصر کبھی باہم
کیا کیا کہوں کیا کیا ہیں عنایاتِ محمدؐ
ہے باعثِ ایجادِ جہاں ذاتِ محمدؐ

وہ پیشِ روِ خیلِ رسولانِ سلف ہے (۴) آدمؑ کو اسی نورِ الٰہی سے شرف ہے
یہ درِ یتیم اور وہ پاکیزہ صدف ہے کرتا ہے پدر فخر زہے شانِ خلف ہے
پیغمبرِ برحق کی ہو کیا نعت کسی سے
خالق کو مباہات ہے ایجادِ نبیؐ سے

جز ذاتِ خدا سب پہ محمدؐ کے ہیں احساں (۵) اس شاہ کے ہیں خوانِ کرم پر سبھی مہماں
وہ اصل ہے اور فرع ہے سب عالمِ امکاں   تھا خلقِ دو عالم سے وہی مقصدِ یزداں
باطن میں بھی فیض اس کا ہے ظاہر بھی وہی ہے
اوّل بھی سبھوں سے وہی، آخر بھی وہی ہے

معراج سے اس کو جو ملا رتبۂ اعلا (۶) یہ رُتبہ کسی اور پیمبرؐ نے نہ پایا
اللہ سے جو قربِ محمدؐ تھا کہوں کیا   قوسین کا ہے فرق جہاں رتبۂ ادنا
جبریلؑ امیں کو بھی نہ واں دخل کی جا ہے
یا احمدؐ مختار ہے یا ذاتِ خدا ہے

اللہ نے دی تھی اسے کونین کی شاہی (۷) امّی تھے پہ تھا دل میں بھرا راز الٰہی
دی سنگ نے اس شہ کی رسالت پہ گواہی   اشجار بھی اعجاز سے اس کے ہوئے راہی
دی مردوں کو جاں سبز کیا خشک شجر کو
دو کردیا انگلی کے اشارے سے قمر کو

بے سایہ جو مشہور وہ سلطانِ عرب ہے (۸) پیشِ عُقلا وجہ یہ ہے اور یہ سبب ہے
ہے کون عدیل اس کا کہ وہ سایۂ رب ہے   دُنیا میں کسی سایہ کا سایہ کہو کب ہے؟
ہے دوسری یہ وجہ کہ وہ جانِ جہاں تھا
بے سایہ ہے یہ جاں کی طرح سایہ کہاں تھا

پہلے کیا اللہ نے جس چیز کو پیدا (۹) لکھا ہے کہ وہ نورِ جنابِ نبوی تھا
دس سو برس اس دن سے وہ نورِ شہِ والا   استادہ رہا رو بروئے خالقِ یکتا
گہ حمد و ثنا گہ صفتِ قدرتِ حق تھی
اس نور پہ ہر دم نظرِ رحمتِ حق تھی

اس نور سے فرماتا تھا یہ حضرت معبود (۱۰) ہے خلق سے تو میری مراد اور مرا مقصود
عزت کی قسم اپنی جو تو ہوتا نہ موجود تو رہتی بنا عالمِ ایجاد کی نابود

پیدا کبھی کرتا نہ زمیں کو نہ فلک کو
دوزخ کو، نہ جنت کو، نہ آدمؑ، نہ ملک کو

جو تیرا محب ہے ہمیں اس سے ہے محبت (۱۱) جو تیرا عدو ہے ہمیں اس سے ہے عداوت
دی ہم نے تجھے سارے رسولوں سے فضیلت ہر ایک کی امت سے ہے بہتر تری امت

نائب کسی مرسلؑ کا نہیں تیرے وصی سا
بیٹی تجھے دی فاطمہؑ سی، خویش علیؑ سا

سبطین وہ بخشے تجھے جو ہم کو ہیں پیارے (۱۲) ہم ان کے رضا جو وہ رضا جو ہیں ہمارے
ہیں عرش معلّٰی کے وہ تابندہ ستارے بخشائیں گے امت کے ترے جرم وہ سارے

جو مرتبے تیرے ہیں وہ اوروں کے کہاں ہیں
تو ختم رسل ہے وہ شفیع دو جہاں ہیں

اک بار یہ سن کر سخن خالقِ اکرم (۱۳) سجدے کے لیے جھک گیا وہ نورِ مجسم
بالا کیا سجدے سے سرِ پاک کو جس دم پیشانی سے تب نور کے قطرے گرے پیہم

اُن نور کے قطروں سے پیمبرؑ ہوئے پیدا
دریائے نبوتؑ سے یہ گوہر ہوئے پیدا

ان سب سے جناب احدی نے یہ ندا کی (۱۴) پہچانتے ہو منزلت و قدر کو میری
پہلے سبھوں سے نورِ محمدؐ نے صدا دی لاریب ہے تو خالق و معبودِ حقیقی

سجدہ تجھے واجب ہے کہ تجھ سا نہیں کوئی
تو رب ہے ہمارا ترا ہمتا نہیں کوئی

تب کرسی و لوح و قلم و عرش معلاّ (۱۵) نجم و مہہ و مہر و ملک و گنبد خضرا
شام و سحر و ظلمت و ضو جنت و دنیا   اللہ نے سب نور نبیؐ سے کیے پیدا

حق یہ ہے کہ باعث ہے وہ عالم کی بنا کا
کیا رتبہ ہے کیا فیض ہے محبوبؐ خدا کا

اس نور کو دو حصہ کیا حق نے برابر (۱۶) اور پھر کیے ہر حصّے کے دو حصّے مکرر
دو ٹکڑوں سے مخلوق ہوئے احمدؐ وحیدرؑ   پیدا ہوئے دو حصّوں سے سبطینِ پیمبرؑ

زہراؑ کو پھر اس نور سے تنہا کیا پیدا
یوں پنج تن پاک کا نقشہ کیا پیدا

انساں سے بھلا ہوسکے ایسوں کی ثنا کد (۱۷) اک نورِ محمدؐ سے ہیں یہ تا بہ محمدؐ
واللہ علیؑ سے ہیں علیؑ تک سبھی امجد   بعدایک کےایک ان میں سے ہیں صاحبِ مسند

سمجھے نہ کوئی یہ کہ محمدؐ سے جدا ہیں
اک سیب کے ٹکڑے ہیں یہ سب نورِ خدا ہیں

آدمؑ کو کیا فوجِ ملائک نے جو سجدا (۱۸) یہ نورِ محمدؐ کا فقط پاسِ ادب تھا
ہے یوسفؑ و یعقوبؑ کے جو حُسن کا شہرا   تھا واں بھی فقط نورِ محمدؐ ہی کا جلوا

اک صاعقہ گرتے ہوئے جو دور سے دیکھا
موسیٰؑ نے اسی نور کو تھا طور سے دیکھا

اللہ نے رتبے تو محمدؐ کو یہ بخشے (۱۹) ہیں سارے رسولوں سے زیادہ شرف ان کے
ہر چند کہ سب موردِ آفات وبلا تھے   پر ایسے مصائب بھی کسی نے نہیں دیکھے

کیا کیا نہ دیے رنج انہیں اہلِ جفا نے
آرام نہ پایا کبھی محبوبؐ خدا نے

حق یہ ہے کہ ہوتی ہے جسے حق سے محبت (۲۰) سہتے ہیں وہ درد و الم و رنج و مصیبت
نیکوں کے لیے خلق میں کیا کیا ہے اذیت منھ پر ہے کھلا ان کے درِ محنت و حسرت
خاصان خدا ممتحنِ جور و جفا ہیں
ارباب وِلا جو ہیں وہ پابند بلا ہیں

پہلی تو مصیبت یہ ہے شاہِ دوسرا کی (۲۱) تھے بطن میں مادر کے کہ والد نے قضا کی
جس دم چھ برس کے ہوئے قدرت سے خدا کی مادر نے بھی لی راہ، گلستانِ بقا کی
دو صدمے ہوئے درِّ یتیمی کے جگر پر
دادا کے سوا کوئی نہ باقی رہا سر پر

بن باپ کے فرزند کا تھا پالنا مشکل (۲۲) دادا رہا ہر امر میں پوتے کا مکفّل
جب آٹھ برس کا ہوا وہ سرور عادل دادا کو بھی درپیش ہوئی گور کی منزل
پھر راحت وآرام کی صورت کہو کیا تھی
تنہائی کی آفت تھی یتیمی کی بلا تھی

جُز ذاتِ خدا کوئی نہ تھا یار و مددگار (۲۳) مادر نہ تھی جو چھاتی سے لپٹا کے کرے پیار
بابا کا تو دیکھا بھی نہ تھا آپ نے دیدار رو دیتے تھے دادا کے لئے دن میں کئی بار
بیکس پہ عجب حادثہ طفلی میں پڑا تھا
آنسو بھی کوئی پوچھنے والا نہ رہا تھا

وہ صغرِ سن اور آہ وہ تنہائی کی آفت (۲۴) تھا اک دلِ نازک پہ وفورِ غم و محنت
کفار سے رہتا تھا زبس خوفِ اذیت چھپ چھپ کےکیا کرتے تھے خالق کی عبادت
مظلوم کی طاعت کی ثنا کرتے تھے قدسی
احمدؐ کی یتیمی پہ بکا کرتے تھے قدسی

کرتا تھا فرشتوں کو ندا خالقِ اکبر (۲۵) محبوب مرا گرچہ ہے بے والد و مادر
ہر آن حفاظت کے لیے میں تو ہوں سر پر بھیجو صلوات اور سلام اس پر مکرر
حاجت ہے محمدؐ کو نہ مادر نہ پدر کی
ہوتی ہے یتیمی سے فزوں قدر گہر کی

خالق کو یہ توقیر تھی جس شاہ کی منظور (۲۶) چالیس برس ان کو ستاتے رہے مقہور
جب حق نے کیا دعوتِ اسلام پہ مامور بس دشمنِ جاں ہوگئے سب کافر و مغرور
راحت نہ ملی بادشہِ جن و بشر کو
ہر اک نے کسا قتلِ محمدؐ پہ کمر کو

تھا خار کوئی راہ میں اس گل کے بچھاتا (۲۷) اور سنگ دلی سے کوئی پتھر تھا لگاتا
دانائے زماں کو کوئی دیوانہ بتاتا اس چاند پہ کوٹھے سے کوئی خاک گراتا
پرخوں نظر آتا تھا سر اور روئے مبارک
بھر جاتے تھے سب خاک میں گیسوئے مبارک

کفارِ قریش آپ کے تھے درپئے ایذا (۲۸) دو بار بہم ہو کے سبھوں نے کیا نرغا
گردن میں ردا ڈال کر اس زور سے کھینچا جو صدمے سے دم گھٹ گیا محبوب خدا کا
یاں تک تو عداوت تھی ابوجہل لعیں کو
مجروح کیا سنگ سے حضرت کی جبیں کو

تنگ آن کے اس شاہ نے کی کعبہ سے ہجرت (۲۹) تو بھی نہ ملی ہاتھ سے ملعونوں کے راحت
ہستاد و سہ باران سے لڑے اہلِ شقاوت منظور تھا کر دیجئے گل شمعِ رسالت
بے دینوں نے کی سخت بدی شاہ امم سے
توڑا دُرِ دندان نبی سنگِ ستم سے

جس شمع کی ہو روشنی اللہ کو منظور (۳۰) ہوتا ہے فروغ اس کا زمانے سے کہیں دور
جو جو ہوئے جُویائے زوال ان کے وہ مقہور ہوتا گیا خورشیدِ ہدایت کا فزوں نور
پانی جو دیا آبِ دم تیغ علیؑ نے
سر سبز کیا گلشنِ اسلام نبیؐ نے

جس وقت ہوا کفر وضلالت سے جہاں پاک (۳۱) اور دور ہوا گلشن دیں سے خس وخاشاک
رونے کی ہے جا سینے میں ہوتا ہے جگر چاک بیمار مدینے میں ہوئے سید لولاک
اک بار خزاں آگئی ہستی کے چمن میں
طاقت نہ رہی بیٹھنے اٹھنے کی بدن میں

تھی شدّت تپ دم بہ دم اور ضعف تھا طاری (۳۲) تھے فاطمہ کے حال پہ اشک آنکھوں سے جاری
چھاتی سے لگا بیٹی کو با گریۂ وزاری فرماتے تھے میں تجھ پہ فدا اے مری پیاری
اٹھنا مرا دنیا سے ترے حق میں ستم ہے
دشمن تجھے دکھ دیں گے جو غم ہے تو یہ غم ہے

حیدرؑ کو کبھی دیکھ کے پاس اپنے بلاتے (۳۳) کس پیار سے داماد کو چھاتی سے لگاتے
پہلو میں کبھی دونوں نواسوں کو بٹھاتے کچھ سوچ کے منہ چومتے اور اشک بہاتے
فرماتے تھے دونوں پہ فدا جانِ محمدؐ
پژمردہ ابھی سے ہیں یہ ریحانِ محمدؐ

افسوس مرے بعد ستم ہوئے گا ان پر (۳۴) ہیہات مصیبت میں پڑیں گے مرے دِلبر
مظلوموں پہ کچھ رحم نہ کھائیں گے ستم گر آرام جہاں میں نہ ملے گا انہیں دم بھر
ناچار انہیں چھوڑتا ہوں امتِ بد میں
ان کے لیے تڑپے گی مری روح لحد میں

یہ کہتے تھے اور تھی مرض الموت کی شدّت (۳۵) تھی بستر آزار سے اٹھنے کی نہ طاقت
فرمایا ہوئی گھر میں جو اصحاب کی کثرت نزدیک ہے اب دارِ فنا سے مری رحلت
اندیشے کی جا گہہ ہے یہ عبرت کا محل ہے
جو زندہ ہے اک دن اُسے درپیش اجل ہے

تم سے یہ وصیت ہے کہ حق سے نہ گزرنا (۳۶) جو سنت و واجب ہو خلاف اس کے نہ کرنا
ہر دم غضب و عزتِ معبود سے ڈرنا زنہار قدم راہِ ضلالت میں نہ دھرنا
واللہ فوائد ہیں بڑے حق کی رضا میں
مرتد ہے کرے گا جو خلل حکمِ خدا میں

تم پاس ہوں میں چھوڑتا دو امرِ عظیم اب (۳۷) قرآن ہے اور عترتِ اطہار مرے سب
ناجی ہے وہ ان دونوں سے رکھے گا جو مطلب جو ہوگا خلاف ان سے نہ بخشے گا اسے رب
ان میں سے ہر اک مصحفِ ایماں کا ورق ہے
تابع رہو ان کے یہ رضا مندئ حق ہے

واللہ اگر ان کی رضامندی ہے درکار (۳۸) تم ان سے خصومت نہ کبھی کیجیو خبردار
آزار مجھے دوگے جو دو گے انہیں آزار دونوں یہ جدا مجھ سے نہیں ہوویں گے زنہار
میں ساتھ تمہارے ہوں جو ساتھ ان کے رہو گے
مجھ سے اسی تقریب سے کوثر پہ ملو گے

پھر یوں کہا حیدرؑ کی طرف کر کے اشارا (۳۹) عاشق ہوں میں اس کا کہ خدا کا ہے یہ پیارا
واللہ مرے بعد، یہ رہبر ہے تمہارا رنج اس کو کوئی دے یہ نہیں مجھ کو گوارا
سمجھے نہ وصی جو اسے، باعث ہے وہ شر کا
مختار ہے یہ احمدؐ مختار کے گھر کا

بھائی بھی یہ میرا ہے وصی بھی ہے یہ میرا اک نور سے میں اور یہ ہوئے خلق میں پیدا
جو دَین ہے مجھ پر یہ ادا اُس کو کرے گا جو وعدے ہیں میرے یہ کرے گا انہیں ایفا
یہ واقفِ گنجینۂ اسرارِ نہاں ہے
یہ حجتِ حق ہے یہ امامِ دو جہاں ہے

جو دوست ہے اس کا وہ مرا دوست ہے واللہ (۴۱) دشمن ہے جو اس کا مرا دشمن ہے وہ گمراہ
رتبے سے علیؑ کے میں تمہیں کرتا ہوں آگاہ جو اس سے بغی ہووے گا کافر ہے وہ بدخواہ
جس کو کہ یقیں اس کی امامت کا نہیں ہے
قائل وہ محمدؐ کی رسالت کا نہیں ہے

یہ وہ ہے رہا راہِ خدا میں جو مجاہد (۴۲) یہ سابق الایماں ہے یہ ہے عابد و زاہد
پیدا ہوا جب خلق میں اس کا ہوں میں شاہد سجدہ نہ کیا اور کو جز خالقِ واحد
اک عشق ازل سے ہے اسے ذات خدا سے
ہم نامِ خدا ہے یہ عنایاتِ خدا سے

بے شک حق و باطل کو جدا اس نے کیا ہے (۴۳) کعبے میں قدم مہرِ نبوت پہ دھرا ہے
یہ صاحبِ لولاک کے کاندھے پہ چڑھا ہے خالق نے اسے رتبۂ معراج دیا ہے
یہ جرم گنہگاروں کے بخشائے گا رب سے
ہوگی مری امت کی نجات اس کے سبب سے

زوجہ اسے زہراؑ سی ہے خالق نے عطا کی (۴۴) وہ میرا کلیجہ ہے تو یہ جان ہے میری
ہے گو کہ وہ مخدومہ عالم مری بیٹی میں کرتا ہوں تعظیم یہ اس کی ہے بزرگی
اس نورِ نظر پر یہ مرے حق کا کرم ہے
باخطِ جلی عرش پہ نام اس کا رقم ہے

واللہ ستانا مری بیٹی کا زبوں ہے (۴۵) وہ مریم وحوا سے بھی رتبے میں فزوں ہے
تسلیم کو اس کی فلکِ پیر نگوں ہے وہ پارۂ تن ہے مرا اور یہ مرا خوں ہے
جو بعد مرے نیک سلوک اس سے کرے گا
میں قبر میں آؤں گا وہ جس روز مرے گا

بیٹے ہیں جو اس کے وہ مرے لختِ جگر ہیں (۴۶) دونوں فلکِ عزّ و شرافت کے قمر ہیں
بحرین ہیں زہراؑ و علیؑ اور یہ گہر ہیں اللہ کے پیارے ہیں محمدؐ کے پسر ہیں
ناخوش کیا خالق کو اگر ان پہ جفا کی
کیجیو نہ خیانت یہ امانت ہیں خدا کی

آ کر یہ صدا دی ملک الموت نے اس دم (۴۷) دو اذن مجھے آنے کا اے سیدِ اکرم
جبریلؑ نے کی عرض یہ بادیدۂ پرنم یہ قابضِ ارواح ہے اے قبلۂ عالم
اس نے کبھی رخصت نہیں مانگی ہے کسی سے
ہے اِذن طلب حکم جنابِ احدی سے

بعد آپ کے یہ آج سے لے تا بہ قیامت (۴۸) آنے کی کسی شخص سے مانگے گا نہ رخصت
یا اس کو بلالوں میں جو دیں آپ اجازت جبریلؑ سے کہنے لگے اس وقت یہ حضرتؐ
آنے دو اسے صابر و شاکر ہے محمدؐ
خالق نے بلایا ہے تو حاضر ہے محمدؐ

یہ سن کے اسے روحِ امیں نے جو بلایا (۴۹) تب پاس محمدؐ کے وہ با صد ادب آیا
تسلیم بجا لا کے سخن لب پہ یہ لایا خادم نے شرف آ کے قدم بوسی سے پایا
یہ آپ کا اعلیٰ ہے مقام اے شہہِ والا
فرمایا ہے خالق نے سلام اے شہہِ والا

فرمایا کہ گر ہو مرے محبوب کی مرضی (۵۰) تو جسم سے تو روح جدا کیجیو اس کی
راضی نہ محمدؐ ہو تو پھر آئیو جلدی   جو اس کی خوشی ہو وہی خوشنودی ہے اپنی
وہ کیجیو جو حکمِ رسولؐ مدنی ہو
محبوب کی میرے نہ کہیں دل شکنی ہو

سن کر یہ سخن شور ہوا رونے کا برپا (۵۱) بستر پہ ہوئے راست شہہِ یثرب وبطحا
نزدیکِ محمدؐ ملک الموت بھی آیا   فرمان خدا فوجِ ملائک کو یہ پہنچا
نزدیک سواری ہے رسولِ عربی کی
صف باندھ کے تعظیم کرو روحِ نبیؐ کی

یہ وہ ہے ستم جس نے سہے راہ میں میری (۵۲) وہ امر کیا اس نے جو کچھ تھی مری مرضی
آئینہ ایمان کو پھر شکل جلا دی   اسلام کو رونق مرے محبوب نے بخشی
تا زیست نہ آرام ملا اہلِ ستم سے
پر کی نہیں امت کی شکایت کبھی ہم سے

سکانِ سمٰوات کو واں پہنچے یہ احکام (۵۳) اور قابضِ ارواح نے یاں اپنا کیا کام
بیت الشرفِ فاطمہؑ میں پڑ گیا کہرام   کانپ اٹھی زمیں ہل گئے مسجد کے در و بام
فریاد گئی عرش تلک شیرِ خدا کی
کونین میں غل تھا کہ محمدؐ نے قضا کی

جبریلؑ امیں کو نہ رہا ضبط کا یارا (۵۴) سر پر سے پٹک تاجِ تقرب یہ پکارا
دنیا میں اب آنا ہوا موقوف ہمارا   محبوبِ خدا گلشنِ ہستی سے سدھارا
رونق نہیں بے صاحبِ معراج جہاں کی
فریاد ہے اٹھی برکت آج جہاں کی

اب کس کے لیے وحیِ خدا لائے گا جبریل (۵۵) احکامِ رسالت کے پہنچائے گا جبریل
کیا شبّرؑ و شبیّرؑ کو سمجھائے گا جبریل اب کس کی خبر لینے کو یاں آئے گا جبریل
اب دوش پہ شفقت سے چڑھائے گا انہیں کون
اس پیار سے چھاتی پہ سلائے گا انہیں کون

چلاتی تھی یوں بنتِ نبیؐ کوٹ کے سینہ (۵۶) میں لٹ گئی ہے ہے ہوا ویران مدینہ
آرام کا میرے نہ رہا کوئی قرینہ طوفاں میں پڑا آلِ محمدؐ کا سفینہ
بیتاب میں ہوتی تھی جو ہوتے تھے سفر میں
اب حشر تک آئیں گے نہ بابا مرے گھر میں

فاقوں میں مری کون خبر لیوے گا آکر (۵۷) کون آن کے چھاتی سے لگاوے گا مراسر
کون اب کڑھے گا دیکھ کے کہنہ مری چادر کون اب کہے گا فاطمہؑ قربان میں تجھ پر
مظلوم و یتیم آج مجھے کر گئے بابا
کیا قہر ہے زہراؑ نہ موئی مرگئے بابا

میں چھوٹی تھی جب سر سے اٹھیں مادرِ غم خوار (۵۸) مادر سے زیادہ مجھے بابا نے کیا پیار
میں سوتی تھی اور آپ رہا کرتے تھے بیدار فرماتے تھے آپ آکے نہ روا ے مری دلدار
منھ پر ہے عبا بیٹی سے روپوش ہیں بابا
میں رُو رُو کے چلاتی ہوں خاموش ہیں بابا

جو احمدؐ و زہراؑ و علیؑ کو ہوئی ایذا (۵۹) جو ظلم و ستم شبّرؑ و شبیّرؑ پہ گذرا
ہوویں گے کبھی ظالم و مظلوم بھی یک جا اب جائے خموشی ہے انیسؔ آگے کہے کیا
جب حشر کو یہ دفترِ جاں سوز کھلے گا
اس ظلم کا بھی حال اسی روز کھلے گا

مرزا سلامت علی دبیرؔ لکھنوی

آپ کا نام مرزا سلامت علی، تخلص دبیرؔ اور غیر منقوط کلام میں عطاردؔ تھا۔ ولادت ۱۱/جمادی الاول ۱۲۱۸ھ (بخت دبیر مادۂ تاریخ ولادت ۱۲۱۸ھ ہے) مطابق 29/اگست 1803ء کو دہلی میں ہوئی تھی۔ والد کا نام مرزا غلام حسین اور دادا کا مرزا غلام محمد تھا۔ جدِاعلیٰ ملا ہاشم شیرازی نثار جو شیخ محمد اہلی (ایران کے مشہور شاعر) کے برادر حقیقی تھے۔ مرزا دبیر کی شریک حیات مشہور شاعر سید انشاء اللہ خاں انشاؔ کی حقیقی نواسی اور سید معصوم علی کی دختر تھیں۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ بڑے فرزند مرزا محمد جعفر اوجؔ بھی شاعر اور مشہور مرثیہ نگار ہوئے۔ چھوٹے فرزند مرزا محمد ہادی حسین عطاردؔ کا نوجوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔

مرزا دبیرؔ نے تمام رائج الوقت عربی و فارسی کی کتب درسیہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ علم معقول و منقول میں انہیں مہارت حاصل تھی۔ حامد حسن قادری کے بیان کے مطابق عربی اور فارسی کی تعلیم فضیلت کی حد تک حاصل کی تھی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی علمی حیثیت بہت بلند تھی۔ عربی و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ شاعری میں تقریباً دس سال میر ضمیرؔ کی شاگردی کی۔ دبیر شاعری اور ادب کے علاوہ طبابت سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ محمد حسین آزادؔ، شادؔ عظیم آبادی اور ثابتؔ لکھنوی نے دبیر کے اخلاق و کردار، سخاوت، مروّت، مہمان نوازی، قناعت پسندی اور خودداری کی تعریف کی ہے۔

مرزا دبیرؔ کی شاعری کا آغاز ۱۲/سال کی عمر میں ۱۸۱۵ء میں ہوا تھا اور یہ سلسلہ ۶۰ سال جاری رہا۔ شاگردوں میں مرزا محمد جعفر اوجؔ، شادؔ عظیم آبادی، منیرؔ شکوہ آبادی اور مشیرؔ لکھنوی کو خاص شہرت ملی۔

شاعری میں یوں تو غزل، سلام، رباعی، قطعہ اور مثنوی وغیرہ بھی کہیں۔ لیکن مرثیہ نگار کی حیثیت سے شہرت پائی۔ اردو مرثیے میں آپ نے کافی اضافے بھی کئے اور سب سے زیادہ مراثی (اب تک کی تحقیق کے مطابق) ۶۷۵ کہے۔ رباعی بھی سب سے زیادہ یعنی ۱۳۳۳ کہیں اور غیر منقوط کلام بھی مرزا دبیرؔ سے زیادہ کسی نے نہیں کہا۔ نثر میں بھی اہم تصنیف 'ابواب المصائب' یادگار ہے۔ لیکن دبیر کے ساتھ ابھی تک نقادوں نے انصاف نہیں کیا۔ دبیرؔ پر عصر حاضر میں ڈاکٹر تقی عابدی کا کام قابلِ تحسین ہے۔ مرزا دبیرؔ کی وفات ۳۰/محرم الحرام ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) کو ہوئی۔

مرزا سلامت علی دبیرؔ لکھنوی

مرثیہ

طُغرا نویسِ کن فیکوں ذُوالجلال ہے (۱) فرمانِ حق میں سلطنتِ بے زوال ہے
بندے سے ہو خدا کی ثنا یہ محال ہے اس جا زبان طوطیٔ سِدرہ کی لال ہے
عالم کو اپنے زور کا عالم دکھادیا
ظلمت کو نور خاک کو آدم بنادیا

خورشید کا غُروب قمر کا طلوع ہے (۲) آخر ہوئی جو شب تو سپیدہ شروع ہے
ہر ایک سوئے قبلۂ طاعت رجوع ہے ظاہر ہے ماہِ نو سے کہ صرفِ رکوع ہے
لطف و غضب سے چہرے سفید وسیاہ ہیں
وحدت پہ اس کی شام و سحر دو گواہ ہیں

ابری ہے مشق خامۂ قدرت ہر اک سحاب (۳) دھوتا ہے اُس کو خادمِ باراں بہ آب وتاب
ابری کے خشک کرنے پہ سرگرم آفتاب ہر نقطہ مثل اختر تابندہ انتخاب
جاری جو نقش بندِ ازل نے قلم کیا
کیا خوب شش جہت کا مسدّس رقم کیا

اے جلّ شانہٗ وہ غفور الرحیم ہے (۴) ہم سب ہیں دردمند وہ کل کا حکیم ہے
رحمٰن و مستعان و رؤف وحلیم ہے اس کے سوا بھلا کوئی ایسا کریم ہے
ایماں بھی دے، مراد بھی دے، عز و جاہ بھی
روزی بھی بخشے، خلد بھی بخشے، گناہ بھی

ماہی کو آب، ماہ کو بخشا ہے قُرصِ ناں (۵) تاروں کو نُقل، شمس کو تنوّرِ آسماں
نرگس کو آنکھ، غنچہ کو گل، سرو کو زباں پتھر کو لعل، کوہ کو بخشی شکوہ وشاں
قطرے کو دُر عطا کیا ذرّے کو زر دیا
کیا خشک و تر کو فیض سے آسودہ کردیا

کیا کیا بیاں کروں میں عنایات کبریا (۶) پیدا پیمبروں کو پئے رہبری کیا
ہم کو محمدؐ عربی سا نبیؐ دیا بسم اللہ صحیفۂ فہرستِ انبیاء
آگے جو انبیائے ذوی الاقتدار تھے
محبوبِ کردگار کے وہ پیشکار تھے

آفاق بہرہ وَر ہوا حضرت کی ذات سے (۷) آگاہ ذات نے کیا حق کی صفات سے
تصدیق حکمِ رب کی ہوئی بات بات سے رفتار نے لگادیا راہِ نجات سے
سیکھے طریقے قربِ خدا کے حضورؐ سے
گمراہ آئے راہ پہ نزدیک و دور سے

سینوں سے سب کے دُور ہوا دردِ بے دلی (۸) باقی رہی نہ پیروں میں سستی وکاہلی
معراج ان کے ہاتھ سے اعجاز کو ملی واں چاند ٹکڑے ہوگیا انگلی جو یاں ہلی
انگلی سے دو قمر کو کیا کس جلال سے
غُل تھا کہ قُفل چاند کا کھولا ہلال سے

سرتا قدم لطیف تھا پیکر مثال جاں (۹) اس وجہ سے نہ سایہ بدن کا ہوا عیاں
قالب میں سایہ ہوتا ہے پر روح میں کہاں سایہ انہیں کا ہے یہ زمینوں پہ آسماں
معراج میں جو وارِدِ چرخ نہم ہوئے
سائے کی طرح راہ سے جبریلؑ گم ہوئے

سایہ میں ڈھونڈتا تھا رسولؐ غیور کا (۱۰) سائے کے بدلے مل گیا مضمون نور کا
قالب جو بن چکا مَلک و جن و حور کا تقسیم شیعوں میں ہوا سایہ حضورؐ کا
سائے سے ان کے شیعوں کے پُرنُور دل بنے
دل بن چکے تو دیدۂ حق بیں کے تِل بنے

انداز ایک سائے کا ہر جا نیا ہوا (۱۱) ظلمت میں خضر کے لیے آبِ بقا ہوا
جنت میں چشمِ حور کا وہ طوطیا ہوا اوجِ ہوا میں شاہوں کی خاطر ہُما ہوا
بالعکس یہ مقولے ہیں اہلِ شعور میں
اندھیر ہے جو سایہ ہو خالق کے نور میں

سایہ بدن کا پاسِ ادب سے جدا رہا (۱۲) محبوب سے ہمیشہ وصالِ خدا رہا
یہ عاشقِ خدا بھی خدا پر فدا رہا سائے سے اپنے دور رسولِؐ ہُدا رہا
دیکھو یہ باغ نظم جو رغبت ہو سیر کی
پرچھائیں تک نہیں یہاں مضمونِ غیر کی

مصرف میں اک عبا کو شب و روز لاتے تھے (۱۳) آدھی تو اوڑھتے تھے اور آدھی بچھاتے تھے
سائل کو اپنا قُوت خوشی سے کھلاتے تھے اُمت کے بھوکے رہنے کا خود رنج کھاتے تھے
ناداروں کا قلق سے افاقہ پسند تھا
اپنا اور اپنی آل کا فاقہ پسند تھا

لوحِ جبیں پہ سنگ لگا بد دعا نہ کی (۱۴) بیگانوں کے گلے سے زباں آشنا نہ کی
اور عین عارضے میں نظر جز خدا نہ کی بخشی شفا مریضوں کو اپنی دوا نہ کی
شکرانہ عافیت پہ تحمل بلا پہ تھا
ہر حال میں نبیؐ کو توکل خدا پہ تھا

آدمؑ ہے قبلہ اور ہے مسجود ہر مَلک (۱۵) کرسی ہے ان کی منبر نہ زینۂ فلک
جاروبِ صحنِ خانہ ہے جبریل کی پلک حوروں کی آنکھیں فرش ہیں عرشِ علا تلک
لطفِ خدا کا مومنوں پر اختتام ہے
ایسا نبیؐ ہے اور علیؑ سا امام ہے

اہلِ عطا میں تاجِ سرِ ھَل اَتیٰ یہ ہیں (۱۶) اغیار لاف زن ہیں شہِ لافتا یہ ہیں
خورشیدِ انورِ فلکِ انما یہ ہیں کافی ہے یہ شرف کہ شہ قل کفایہ ہیں
ممتاز گو خلیلؑ رسولانِ دیں میں ہیں
کاشف ہے لوکشف یہ زیادہ یقیں میں ہیں

باطل ہر ایک مذہبِ دیرینہ کردیا (۱۷) سینوں سے غم، دلوں سے جدا کینہ کردیا
لبریز حبِ حق سے، ہر اک سینہ کردیا آئین، دین وشرع کا آئینہ کردیا
روشن ہے یہ حدیثِ رسولؐ غیور سے
پیدا ہوئے ہم اور علیؑ ایک نور سے

حق سے کیا علیٰحدہ باطل کو یک قلم (۱۸) کعبے سے بت، یقین سے شک، عدل سے ستم
وحدت سے شرک، خیر سے شر، دیر سے حرم عصیاں سے توبہ، کفر سے دیں، بُخل سے کرم
ثابت ہر ایک قطع سے توحید کو کیا
چن چن کے مشرکوں کو تہِ تیغ دو کیا

مولا علیؑ، امام علیؑ، مقتدا علیؑ (۱۹) دستِ خدا علیؑ ہے، زبانِ خدا علیؑ
ہم کیا ہیں انبیاؑ کا ہے مشکل کشا علیؑ مشکل میں سب کے منھ سے نکلتا ہے یاعلیؑ
ہر سمت بے عصا جو رواں چرخ پیر ہے
باعث یہ ہے کہ نامِ علیؑ دستگیر ہے

کعبے کو فخر اس شہِ گردوں نشیں سے ہے (۲۰) ممتاز وہ ولادتِ سلطانِ دیں سے ہے
بیشک شرف مکان کا ذاتِ مکیں سے ہے کرسی کا پایہ اوج پہ عرشِ بریں سے ہے
پر حقِّ خانہ زادیِ حق کیا ادا کیا
مسجد میں روزہ دار نے سر کو فدا کیا

کعبے میں زیبِ دوشِ نبیؐ یہ امام ہے (۲۱) ہمنام حق کا مہرِ نبوت مقام ہے
زیرِ نگیں جہاں ہے زمانہ غلام ہے روشن اِسی نگینے سے خاتم کا نام ہے
پوشیدہ حکمِ حق سے پیمبرؐ جو ہوگئے
تکیہ خُدا پہ کر کے یہ بستر پہ سوگئے

تھا قابلِ ولادتِ حیدرؑ نہ کوئی گھر (۲۲) کعبہ کیا خلیل نے تعمیر سَر بسَر
پایا خُدا کے ہاتھ کو راغب جو تیغ پر آئی زمیں پہ عرش سے شمشیرِ شعلہ ور
قابل خدا کے ہاتھ کے بس ذوالفقار ہے
نو قُبّۂ فلک سے چمک جس کی پار ہے

گیارہ اِماموں کے ہیں پدر شاہِ ذوالفقار (۲۳) پر بارہواں اِمام ہے مہدیؑ نامدار
غیبت میں اُن کے فیض سے ایماں ہے برقرار بدلی میں آفتاب ہے اور دن ہے آشکار
یوں اہلِ حق نے اُن کو امام ہُدا کہا
وہ دیکھے جس طرح سے خُدا کو خُدا کہا

باقی تھی نِصف رات کہ آیا میں اپنے گھر (۲۴) اور بعض اَدعیہ وہ پڑھے خواب گاہ پر
جن کے اثر سے خوابِ سعید آتے ہیں نظر اور ہوتے ہیں جمالِ ائمہ سے بہرہ ور
پڑھتا ہوا دُعائیں یہ بندہ تو سوگیا
لیکن نصیب خواب کا بیدار ہوگیا

کیا دیکھتا ہے خواب میں بندہ خدا گواہ (۲۵) آندھی ہے وہ سیاہ کہ اللہ کی پناہ
آتا ہے یاد حشر کا دن خلق ہے تباہ میرا بھی بند بند ہے لرزاں دمِ نگاہ
ناگہ گھٹا کے پردے میں حق کا کرم بڑھا
آگے نہ پھر ہوائے سِیہ کا قدم بڑھا

بارانِ رحمتِ احدی دُرفشاں ہوا (۲۶) اور کوئی شخص کعبے سے اُس دم عیاں ہوا
آکر غریب خانہ پہ رطب اللّسان ہوا اے بے خبر ظہورِ امامِ زماں ہوا
کیا کیا محبِّ رکابِ امامِ اُمم میں ہیں
میں نے کہا کہاں، وہ پکارا حرم میں ہیں

بندہ چلا حرم کو اسی طرح باحواس (۲۷) یعنی بدن میں تھا وہی احرام کا لباس
مسجد میں جا کے پایا مُسلمانوں کو اُداس دیکھے گروہ چار مصلّوں کے آس پاس
ہر فرقہ اپنے ہادیٔ مُرشد کے سات ہے
اور انتظارِ حکم شہِ کائنات ہے

بندے نے اس خیال میں ہرسُو اُٹھایا سر (۲۸) یارب ترے علی کے موالی ہیں یاں کدھر
ناگہ عجم کے کچھ علما آئے واں نظر ہیں جمع زیرِ منبرِ اقدس ادھر اُدھر
فی الفور اُس گروہ میں، میں خستہ دِل گیا
یہ حق شناس حق کی جماعت میں مل گیا

پوچھا امام عصر کو تو سب نے یہ کہا (۲۹) جس مدرسے میں محکمۂ عدل ہے بپا
دوڑا میں اُس طرف کو تو یہ غُلغلہ اُٹھا آتا ہے کوئی شخص بحکمِ شہِ ہُدا
دیکھا تو صاف رحمتِ باری نمود ہے
کعبے میں سیّد العُلما کا وُرُود ہے

کپڑے سَفید، سبز عصا، ہاتھ میں نمود (۳۰) خادم بھی ایک ساتھ ہے اُن کے دمِ وُرُود
پاس اُس کے دَست پاک ہے اور شانۂ کبود کنٹھا وہ خوشنما کہ پڑھیں جس پہ سب دُرُود

ساعت وہ نیک جس سے عیاں خوش دلی ہوئی
وقت ظہور سے وہ گھڑی تھی ملی ہوئی

احقر جو دَست بوس ہوا اُس جناب کا (۳۱) فرمایا تم بھی پہنچے بتائیدِ کبریا
بندے نے کی یہ عرض کہ اے میرے پیشوا خادم کا اعتقاد تو پہلے ہی سے یہ تھا

کیا شاد اس گھڑی دلِ رنجور ہوگیا
حضرت جو پاس آئے تو غم دُور ہوگیا

آہستہ آپ نے یہ کہا اے خوش اعتقاد (۳۲) اس دم کیا ہے قبلہ وکعبہ نے تجھ کو یاد
وَاں سے جو مدرسے میں گیا بندہ شاد شاد دیکھی ترقیِ قمرِ بُرجِ اجتہاد

ہمسائگی ہے مہدیِ عالی مقام سے
کُل فاصلہ ہے اِک دَرجہ کا اِمام سے

ارشاد مجھ سے قبلہ و کعبہ نے یہ کیا (۳۳) تنہا ہیں سیّدالعُلما اُن کے پاس جا
ہمراہ ہوں فصیح بھی اس دم تو ہے بجا ناگاہ گوش زد ہوئی بالا سے یہ صدا

کافی خُدا ہے اُن کی حمایت کے واسطے
بھیجا ہے اُن کو ہم نے ہدایت کے واسطے

ہیں آج وہ غنی مددِ خاص وعام سے (۳۴) پایا ہے حکم نائب خیرُالانام سے
تلقین کو گئے ہیں رِضائے اِمام سے عُقدے کھلیں گے سب شہِ مرداں کے نام سے

کانوں میں یہ صَدا تھی کہ جو آنکھ وا ہوئی
اور ساتھ ہی اذانِ سحر جابجا ہوئی

کیوں مومنو سُنا علما کا جلال و جاہ (۳۵) خوش باطنوں کو اس میں نہ شک ہے نہ اشتباہ
پر وہم و وسوسہ کو ہے جن کے دلوں میں راہ دیکھیں نظائر اس کے کریں غور سے نگاہ
لازم ہے سعی قربِ الٰہی کے واسطے
توقیع ہے مفید گواہی کے واسطے

واضح یہ اک دلیل ہے توقیع کے سِوا (۳۶) یوں حالِ میرؔ باقرِ داماد ہے لکھا
حیرت تھی اُن کو چند مسائل میں بارہا اِک قافلے نے شُقّۂ سِہری انہیں دیا
ہر مسئلہ کا اُس میں مفصّل جواب تھا
سطریں کرن تھیں اور وَرق آفتاب تھا

پڑھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے تعظیم کے لئے (۳۷) سر پر کبھی دھرا اُسے بوسے کبھی لیے
راقم کے نام کے جو نشاں مُہر نے دیئے سیّد نے پُتلیوں کے نگینے فدا کئے
شُقّہ عجب طرح کا ملا کاروان سے
گویا کہ آئی وحی خُدا آسمان سے

پوچھا، تو اہلِ قافلہ نے یہ کیا کلام (۳۸) گھر اپنے کربلا سے پھرے جب کہ خاص و عام
رستے میں اِک جوان نے ہم کو کیا سلام یہ نامہ دے کے ہم کو بتایا تمہارا نام
صولت میں شیرِ حق تھے سراپا جواں تھے وہ
یہ مُسکراکے بولے امامِ زماں تھے وہ

اَب شیعوں کی جناب میں میرا ہے یہ سوال (۳۹) جِن کے سبب سے مرتبہ بخشے یہ ذوالجلال
کیا قہر ہے ذلیل کریں اُس کو بدخصال مہلت نہ حج کی پائے رسولِؐ خدا کا لال
کیوں عرشِ کبریا نہ گِرا اِس گناہ پر
تلوار، بوسہ گاہِ رسالت پناہ پر

خاصانِ ذُوالجلال اور انبوہِ عام میں (۴۰) سیدانیاں مدینے کی بازارِ شام میں
سر ننگے اہلِ بیت عزائے امام میں اور اہلِ کوفہ شادیوں کے اہتمام میں
عاشور کا وہ دن ہے کہ سب خلق روتی ہے
کعبے میں ہائے آج تلک عید ہوتی ہے

بس اے دبیرؔ طول سُخن کو نہ دے زیاد (۴۱) آباد لکھنؤ کو رَکھے خالقِ عباد
والی ملک، حافظِ جاں ہے بہ عدل وداد عالم ہیں وہ کہ حافظِ ایمان واعتقاد
یارب ظہورِ مہدیؑ ہادی شتاب ہو
دیدار سے ہر ایک مُحب فیضیاب ہو

سید ہادی۔ میر وحیدؔ لکھنوی

میر حسنؔ کے پوتے اور میر خلیق کے فرزند میر انیسؔ نے چار دانگ عالم میں وہ شہرت پائی جو بہت کم فنکاروں کو حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس آفتاب کی چکا چوند نے اس طرح نگاہوں کو خیرہ کر دیا کہ دیگر ستاروں کی چمک پر لوگوں کی نظر کم گئی۔ میر انیسؔ کے بھائی میر انسؔ بھی ایک اعلیٰ پائے کے مرثیہ نگار تھے۔ ان کے ہی لائق فرزند میر وحیدؔ ہوئے۔

میر وحیدؔ کی ولادت جعفر حسین خان جونپوری کی تصنیف ''میر انیسؔ اور ان کے اخلاف کے مرثیے'' کے مطابق ۱۸۳۲ء میں ہوئی۔ پورے گھر کا ماحول بے حد علمی اور ادبی تھا۔ مرثیہ چھایا ہوا تھا بلکہ اوڑھنا اور بچھونا بنا ہوا تھا۔ سوتے جاگتے ذہنوں میں مرثیہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس ماحول کا جو اثر وحیدؔ پر ہونا چاہیے تھا وہی ہوا۔ والد سے تعلیم حاصل کی اور فن شاعری بھی سیکھا اور جلد ہی آپ کو شہرت حاصل ہونے لگی۔ آپ نے میر انیسؔ کے مراثی پر مرثیے بھی کہے اور سلام بھی تضمین کیے اور حق ادا کر دیا۔ خواندگی میں بھی مہارت حاصل تھی اس لیے لوگ بہت پسند کرتے تھے اور خاص مقبولیت حاصل تھی۔ حضرت مہذبؔ لکھنوی نے 'مختار وحید' جلد دوم میں میر وحیدؔ کی خواندگی کی بہت تعریف کی ہے۔ وحیدؔ نے مراثی کے علاوہ سلام اور رباعیات بھی کافی تعداد میں کہی ہیں۔

میر وحیدؔ کے مراثی آج بھی جگہ جگہ تحت اللفظ خوان پڑھتے ہیں جب کہ تمام کلام زیور طبع سے آراستہ بھی نہیں ہو پایا۔

۱۸۸۹ء میں لکھنؤ کے محلہ باورچی ٹولہ میں وحیدؔ کا انتقال ہوا۔ حکیم مہدی علی خاں کے مقبرے میں اپنے والد میر مہر علی انسؔ کے برابر دفن ہوئے۔

سید ہادی۔ میر وحیدؔ لکھنوی

مرثیہ

دستارِ سرِ عرشِ معلّیٰ ہیں محمدؐ (۱) سر دفترِ دیں حاکمِ دنیا ہیں محمدؐ
بابِ کرمِ خالقِ یکتا ہیں محمدؐ مردے کیے زندہ وہ مسیحا ہیں محمدؐ
دم مار سکے یاں کوئی کیا تاب و تواں ہے
ذی روح ہیں قائل کہ یہی جانِ جہاں ہے

روشن گرِ مہرِ فلک آرا ہے محمدؐ (۲) جو عرش کی رونق ہے وہ تارا ہے محمدؐ
کیا غم کہ مددگار ہمارا ہے محمدؐ مجرم ہیں تو بخشش کا سہارا ہے محمدؐ
حق اپنی حمایت کا ادا کردیا جس نے
امت پہ نواسے کو فدا کردیا جس نے

درگاہِ الٰہی کا مقرّب ہے محمدؐ (۳) محبوب ہے پر شیفتۂ رب ہے محمدؐ
حقا کہ محامد سے مرکب ہے محمدؐ اسباب دو عالم کا مسبّب ہے محمدؐ
دنیا میں ظہور ان کا جو مقصود نہ ہوتا
جز ذاتِ خدا پھر کوئی موجود نہ ہوتا

گلچینِ گلستانِ رسالت ہے محمدؐ (۴) مہر فلک صولت، وشوکت ہے محمدؐ
مجموعۂ اعجاز وکرامت ہے محمدؐ مختار سقر مالکِ جنت ہے محمد
آئے تھے ہدایت کو گلستانِ جہاں میں
ہیں مثل الف آپ کہ ساکن ہیں جناں میں

گنجینۂ اسلام کا مورث ہے محمدؐ (۵) دولت سے نہ دنیا سے ملوث ہے محمدؐ
گو عالمِ ایجاد کا باعث ہے محمدؐ پر موردِ آفات و حوادث ہے محمدؐ
طفلی سے اٹھاتے رہے غم جانتے ہیں سب
بوجہل ستمگر کے ستم جانتے ہیں سب

ہے عرش، بساطِ شبِ معراجِ محمدؐ (۶) زیبا نہ کسی سر پہ ہوا تاجِ محمدؐ
ہیں رہبرِ دیں سالکِ منہاجِ محمدؐ شاہانِ ذوی القدر ہیں محتاجِ محمدؐ
آفاق میں سردار نہ سرور ہوا ایسا
اللہُ غنی کون تونگر ہوا ایسا

ہر قلبِ حق آگاہ میں راسخ ہے محمدؐ (۷) نورِ دلِ زُہّاد و مشائخ ہے محمدؐ
ہر دیں ہوا منسوخ وہ ناسخ ہے محمدؐ سابق سے بھی سابق کا مورخ ہے محمدؐ
وہ کون سا ہے راز جو مولا سے نہاں ہے
مستقبل و ماضی کا ہر اک حال عیاں ہے

رحمت کا نشاں ہے کرم و جودِ محمدؐ (۸) معبود کا مرُدود ہے مرُدودِ محمدؐ
مقبول ہے ہر خصلتِ محمودِ محمدؐ آفاق میں اسلام ہے مقصودِ محمدؐ
گمراہوں کی بدعت میں ہدایت کو نہ چھوڑا
ٹوٹے درِ دنداں پہ نصیحت کو نہ چھوڑا

کرسی کا شرف عرش کا زیور ہے محمدؐ (۹) ثانی نہیں جس کا وہ پیمبرؐ ہے محمدؐ
صادر ہوا دیں جس سے وہ مصدر ہے محمدؐ جس گھر کے علیؓ باب ہیں وہ گھر ہے محمدؐ
جز الفتِ حیدرؓ کوئی چارا نہیں ہوتا
بے طے کیے در گھر میں گزارا نہیں ہوتا

لطف و کرم وجود ہے دستورِ محمدؐ (۱۰) قہار کا مخذول ہے مقہور محمدؐ
ہے رونق دیں خلق میں منظور محمدؐ جو سب سے مقدم ہے وہ ہے نورِ محمدؐ
دنیا میں جو پیدا شہِ لولاک نہ ہوتے
خالق کا ہے یہ قول کہ افلاک نہ ہوتے

ہے طالبِ معبود طلبگارِ محمدؐ (۱۱) اللہ کا دیدار ہے دیدارِ محمدؐ
جبریلؑ تو ہوں خادمِ سرکارِ محمدؐ بلوے میں پھرے عترتِ اطہارِ محمدؐ
سر ننگے سراسیمہ و دل خستہ ہو زینبؑ
ہے ہے سرِ بازار رسن بستہ ہو زینبؑ

معبود کو پیارا تھا ہر اک نازِ محمدؐ (۱۲) منظور ہوا عرش پہ اعزازِ محمدؐ
ہیں شیر خدا عاشقِ جانبازِ محمدؐ شق القمر ادنیٰ سا ہے اعجازِ محمدؐ
گردوں کے جو مالک ہیں تو حاکم ہیں زمیں کے
خورشید کو رجعت ہوئی ایما سے انہیں کے

اکلیل سرِ چرخ مقوس ہے محمدؐ (۱۳) فریاد رسِ عاجز و بیکس ہے محمدؐ
قدسی بھی ہیں قائل کہ مقدس ہے محمدؐ فرق دو کماں تھا وہ خدا رس ہے محمدؐ
رُتبہ یہ میسّر نہ ہوا اور نبیؐ کو
جو اوج دیا حق نے رسولِ عربیؐ کو

ناجی ہے جو ہے راہروِ کیشِ محمدؐ (۱۴) جھکتے ہیں ملک مثلِ فلک پیشِ محمدؐ
شاہوں کے شہنشاہ ہیں درویشِ محمدؐ حیدرؑ ہیں امامِ دو جہاں خویشِ محمدؐ
بیٹی جسے دی خلق میں اس شاہِ زماں نے
اور عقد پڑھا عرش پہ ربِ دو جہاں نے

اسلام کے خورشید کا مطلع ہے محمدؐ (۱۵) تشریف رسالت سے مخلّع ہے محمدؐ
امّی ہے مگر علم کا منبع ہے محمدؐ لاریب کہ مخلوق کا مرجع ہے محمدؐ
اللہ رے حشم سرورِ قوسین مکاں کا
مرکز ہے وہی دائرہ دورِ جہاں کا

قرآں کے ہراک رمز سے واقف ہے محمدؐ (۱۶) عرفاں کی ہراک کنز کا عارف ہے محمدؐ
اقلیم حشم پر متصرف ہے محمدؐ انصاف بھی صدقے ہے وہ منصف ہے محمدؐ
جو عقدۂ لاحل ہوئے وہ حل ہوئے اکثر
ہر قوم کے قصے یہیں فیصل ہوئے اکثر

مومن کے لیے شمع مسالک ہے محمدؐ (۱۷) پیرِ وہیں خضرؑ جس کے وہ سالک ہے محمدؐ
سرتاجِ سلاطینِ ممالک ہے محمدؐ ہر ملک ہے مِلک اس کی وہ مالک ہے محمدؐ
ذی رتبہ و ذی شوکت و ذی جاہ کہیں ہم
کس طرح نہ عالم کا شہنشاہ کہیں ہم

کیا نام خدا اسمِ مبارک ہے محمدؐ (۱۸) گم ہو نہ کوئی جس سے وہ مسلک ہے محمدؐ
جو شان میں ارفع ہے وہ بیشک ہے محمدؐ مقصودِ رَفعنا لکَ ذِکرَک ہے محمدؐ
اللہ کا پیارا تہِ افلاک وہی ہے
زیبا ہے جسے خلعتِ لولاک وہی ہے

بسم اللہ دیباچۂ عالم ہیں محمدؐ (۱۹) آدمؑ سے قدامت میں مقدم ہیں محمدؐ
والا حشم وامجد واکرم ہیں محمدؐ خود عرش ہے شاہد کہ معظم ہیں محمدؐ
جو کچھ ہو وقارِ شہِ لولاک بجا ہے
خالق کے سوا کون بزرگ ان سے سوا ہے

ہے تاجِ سرِ عرش خدا نامِ محمدؐ (۲۰) غلماں ہیں تو ہیں خادمِ خدّامِ محمدؐ
جنت میں نہ کیوں تلخ ہو آرام محمدؐ پامال ہو جب لاشِ گل اندامِ محمدؐ
منصف ہو تو مضموں یہ نہیں صبر کے قابل
احمدؐ کا جگر بند نہ تھا قبر کے قابل

نورِ دلِ ہر صاحبِ ایماں ہے محمدؐ (۲۱) لاریب جہاں جسم ہے اور جاں ہے محمدؐ
ہے زیرِ نگیں خلق وہ سلطاں ہے محمدؐ رفرف ہے بساط اور سلیماں ہے محمدؐ
تاج اس کا شفاعت ہے، حشم رخت ہے اس کا
معراج کا پایہ جو ہے وہ تخت ہے اس کا

جود و کرم و فیض کا جیجوں ہے محمدؐ (۲۲) مختارِ زمیں حاکمِ گردوں ہے محمدؐ
مجموعۂ کونین کا مضموں ہے محمدؐ یا قلزمِ کن کا دُرِ مکنوں ہے محمدؐ
عاشور کو جنگل میں لٹا آہ گھر اس کا
بے آب ہوا خون میں غلطاں پسر اس کا

ہے زیرِ قدم عرش وہ رہرو ہے محمدؐ (۲۳) پُرنور جہاں جس سے ہے وہ ضَو ہے محمدؐ
صیقل گرِ شمشیرِ مہِ نو ہے محمدؐ ہے رحمتِ حق مہر تو پرتَو ہے محمدؐ
اظہارِ شرف آپ کا منظورِ خدا ہے
بے سایہ اسی وجہ سے وہ نورِ خدا ہے

شمشادِ جناں ہے قدِ دلجوئے محمدؐ (۲۴) محرابِ حرم ہے خمِ ابروئے محمدؐ
قرآن خدا شان میں ہے روئے محمدؐ حیدرؑ سا زبردست ہے بازوئے محمدؐ
کی جنگ وجدل خیبریوں سے جو نبیؐ نے
توڑا درِ خیبر کو اسی دستِ قوی نے

قاصر ہے زباں مدحتِ محبوبِ خدا میں (۲۵) نازل ہے کلام احدی جس کی ثنا میں
ثانی کوئی ان کا نہ ہوا ارض وسما میں عدل و کرم و منزلت و جود و سخا میں
گزرے ہیں نبیؑ جتنے انہیں فوق ہے کُل پر
سب عزّ و شرف ختم ہوئے ختمِ رسلؐ پر

جو حسن تھا ان کا وہ زمانے میں ہے مشہور (۲۶) کرتی تھی نظر صلِّ علیٰ کہہ کے ہر اک حور
پرتو میں چمک تھی صفتِ برقِ سرِ طور سایہ تنِ پرنور کا کیونکر ہو بجز نور
آفاق میں یہ حسن کا پایا نہیں ہوتا
خورشید جہاں تاب میں سایہ نہیں ہوتا

کیا کیا نہ محمدؐ کے مدارج ہوئے اعلیٰ (۲۷) ذی مرتبہ ایسے نہ سلیمانؑ تھے نہ یحییٰؑ
اک چرخِ چہارم پہ گئے حضرتِ عیسیٰؑ یاں اوج پہ ہے اوج سرِ عرشِ معلیٰ
یہ ہیں وہ گہر رحمتِ حق جن کی صدف ہے
قوسین مکاں ہوگئے ادنیٰ یہ شرف ہے

موسیٰؑ پہ ہویدا رہا جاہ و حشم ان کا (۲۸) بھرتے رہے عیسیٰؑ بھی محبت میں دم ان کا
ہے رحمتِ معبود سحابِ کرم ان کا لنگر ہے پئے کشتیِ اُمت قدم ان کا
طوفاں میں محمدؐ کے ترحّم سے بچیں گے
بحرِ غضبِ حق کے تلاطم سے بچیں گے

جس وقت کہ ہوگی سحرِ حشر نمودار (۲۹) استادہ عجب حال سے واں ہوں گے گنہگار
سر اپنا جھکائے عرقِ شرم میں سرشار لرزاں و پریشاں و ہراساں و دل افگار
ہوں گے متاسّف بہت اعمال پہ اپنے
اشک آنکھوں سے برسائیں گے احوال پہ اپنے

لکھا ہے کہ اس وقت شہنشاہِ رسالتؐ (۳۰) گھبرا کے چلے آئیں گے مابین جماعت
جبّار سے ہوگی جو نہ کچھ عرض کی طاقت فرمائیں گے ہر دم مری امّت مری امّت
منہ رحم سے اس دم نہیں موڑیں گے محمدؐ
ساتھ امتِ عاصی کا نہ چھوڑیں گے محمدؐ
تھرّا کے یہ تب عرض کریں گے بصد افغاں (۳۱) یا رب عمل ان لوگوں کے تجھ سے نہیں پنہاں
گو جرم ہیں افزوں صفتِ قطرۂ باراں غفار ترے فضل و کرم کا نہیں پایاں
ہے نار کے قابل یہ جماعت جو کھڑی ہے
رحمت تری پر ان کے گناہوں سے بڑی ہے
ستّار ہے تو کر مری امت کو نہ رسوا (۳۲) ان سب کے لیے میں نے سہی خلق میں ایذا
شبیرؑ سے پیارے کا کیا قتل گوارا تو نے بہ کرم تاجِ شفاعت مجھے بخشا
منظور کیا رتبۂ عالی مرے حق میں
نازاں ہوں کہ فرمایا فرضی مرے حق میں
کیوں مومنو! احمدؐ کو ہے کیا پاس تمہارا (۳۳) انصاف کی جا اب ہے کرو غور خدارا
پیارا وہ نواسا کہ جو تھا عرش کا تارا کس ظلم سے حیف امتِ بد نے اُسے مارا
کاٹا گیا پیاسے کا گلا خنجرِ کیں سے
ہے ہے تنِ بے سر نہ اٹھا گرم زمیں سے
سمجھے نہ لعیں حُرمتِ ناموسِ پیمبرؐ (۳۴) گھر پھونک دیا لوٹ کے سارا زر و زیور
جو بی بیاں تھیں شان میں مریم سے فزوں تر بلوے میں پھرایا انہیں بے مقنع و چادر
وہ پھول سے اطفال جو نازوں کے پلے تھے
پھندے رسنِ ظلم کے اور ان کے گلے تھے

سید ظہیر الدین حسین ظہیؔر دہلوی

ظہیؔر دہلوی آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفؔر کے دربار میں داروغہ ماہی مراتب کے عہدے پر فائز تھے۔ دربارِ شاہی سے راقم الدولہ کا خطاب ملا تھا۔ عرفیت نواب میرزا تھی، والد کا اسم گرامی سید جلال الدین حیدر تھا جو خوش نویسی میں بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے۔

آپ کے جدِ اعلیٰ شاہ نعمت اللہ ولی تھے جن کا سلسلۂ نسب امام رضاؑ سے ملتا تھا۔ جن کی اولاد یعنی ظہیؔر کے اجداد میں دیگر بزرگ بھی عہدہ ہائے جلیلہ اور اعلیٰ مناصب پر متمکن رہے۔ آپ کی ولادت ۱۸۳۵ء میں دہلی میں ہوئی۔ ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی تک آپ دہلی میں ہی رہے اس کے بعد رامپور چلے گئے اور تقریباً چار سال قیام رہا۔ رامپور سے پھر دہلی آگئے اور اسی دوران اخبار 'جلوۂ طور' کے ایڈیٹر ہوکر بلند شہر چلے گئے۔ جلوۂ طور میں ظہیؔر کی تحریروں سے متاثر ہوکر مہاراجہ شیودان سنگھ والی ریاست الور نے آپ کو بلالیا۔ جہاں دربار سے کافی عرصے تک منسلک رہے۔ ریاست الور میں حالات بدل جانے پر نواب مصطفیٰ خاں شیفتؔہ کے توسط سے ریاست جے پور میں تھانے دار ہوگئے۔ جہاں تقریباً ۲۰ سال قیام رہا۔ اس کے بعد ریاست ٹونک سے پانچ سال وابستہ رہے، اسی دوران بھوپال، بڑودہ، بمبئی اور حیدرآباد کا سفر کیا۔ آخر میں احباب کے اصرار پر پھر حیدرآباد ۱۹۰۰ء میں پہنچے اور وہیں ۱۹۱۱ء میں انتقال فرمایا۔

ظہیؔر کے دیوان ''گلستانِ سخن''، ''سنبلستان عبرت'' اور ''دفتر خیال'' شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصانیف ہیں اور ایک خودنوشت بھی شائع ہوئی ہے اس کے علاوہ ظہیؔر کا ایک مجموعہ 'اوراق کربلا' نام سے شائع ہوا جسے سید اقبال حسین کاظمی نے ترتیب دیا ہے، جس میں غزلوں کے منتخب اشعار کے علاوہ نعت، منقبت، سلام، رباعیات اور ۱۹ر مراثی بھی ہیں۔ اس ضخیم مجموعے کو مرثیہ فاؤنڈیشن کراچی نے شائع کیا ہے۔

سید ظہیر الدین ظہیرؔ دہلوی

مرثیہ

یارب مری زباں ہو روانی میں سلسبیل (۱) بحرِ سخن رواں ہو مرا مثلِ رودِ نیل
بندش کے وقت ہوں مرے مشکل کشا کفیل مضمون پست اور نہ الفاظ ہوں ثقیل
نازک خیالیوں میں بلاغت کھپاؤں میں
بحرِ زباں سے بحرِ فصاحت بہاؤں میں

وہ نظم جس پہ عقدِ ثریا نثار ہو (۲) ہر لفظ جس کا اک گہرِ آبدار ہو
ہر حرف ایک نافۂ مشکِ تتار ہو ہر مصرع اس کا شامِ شبِ مشکبار ہو
معراج ہے سخن کی حبیب خدا کی مدح
حور و ملک کریں مرے ذہنِ رسا کی مدح

ہر شعر اوج میں ہو نہ کچھ آسماں سے کم (۳) ہر مصرعۂ بلند نہ ہو کہکشاں سے کم
تیزی میں تیغِ برق ہو میری زباں سے کم ہو نظمِ آسماں مری نظمِ بیاں سے کم
ہر بند مرثیے کا مرے لاجواب ہو
ہر صفحہ ماہتاب، ورق آفتاب ہو

جب سمت کن مشیت رب العلا ہوئی (۴) مدِ نظر نمائشِ نور وضیا ہوئی
منظور آفرینش خیرالوریٰ ہوئی خلوت سے انجمن کی ترقی سوا ہوئی
سامانِ آفرینش ہر دوسرا ہوا
یعنی ظہورِ نورِ رسولؐ خدا ہوا

کھلتے ہیں خورمی کے شگوفے چمن چمن (۵) غنچوں کے عطردان کھلے ہیں دہن دہن
صحرا ہے باغ باغ خیاباں سمن سمن اور نافہ زار نکہتِ عشرت ختن ختن
کیا عطر بیزیاں ہیں کہ مہکا ہے راغ راغ
کیسی شگفتگی ہے کہ خنداں ہے داغ داغ

نکہت سے بزمِ قدس کی مہکی ہے انجمن (۶) کہسار پُر بہار ہیں صحرا چمن چمن
جوشِ طرب سے چاک ہے غنچوں کا پیرہن بلبل چہک رہی ہے مہکتی ہے یاسمن
فرخندگی سے یمن و سعادت ہے فوج فوج
کوثر ہے قطرہ قطرہ تو دریا ہے موج موج

قدسی پکارتے ہیں مقامِ درود ہے (۷) سلطانِ کائنات کا ہوتا ورود ہے
دنیائے بے نمود کی یہ اصل و بود ہے خود جلوہ ریز قدرتِ حق کی نمود ہے
ارض وسما سے نعرۂ صلِّ علیٰ ہے آج
میلادِ پاکِ خواجۂ ہر دوسرا ہے آج

محفل نہیں یہ تختۂ باغِ بہشت ہے (۸) اس سرزمیں کی خاک ہی عنبر سرشت ہے
ہر مجلسی کی سعدِ ازل سرنوشت ہے ہم رتبہ اس چمن میں ہر اک خوب وزشت ہے
ہے جلوہ ریز مہر سعادت جہان میں
پھیلا ہوا ہے یمنِ ولادت جہان میں

تقریب ہے حبیب خدا کے ظہور کی (۹) یہ بزم نور کی یہ حکایت ہے نور کی
ہر دل میں ہے امنگ نشاط وسرور کی رحمت ہے نور پاش خدائے غفور کی
طوبیٰ نہال، عرشِ علا شاد شاد ہے
وہ ذکرِ خیر ہے کہ خدا شاد شاد ہے

ہے پیکرِ حدوث میں اب جلوۂ قدم (۱۰) طوبیٰ سے ہم بغل ہیں ملک، لوح سے قلم
کرسی سے عرش اور قدم سے ملا عدم   کوثر سے سلسبیل ملی، خلد سے ارم

مہتاب آفتاب سے، غلمان حور سے
پیوند نوریوں کو ہوا آج نور سے

حقا کہ وجہِ خلق وہ عالی جناب ہے (۱۱) کرسی و عرش و لوح و قلم فیضیاب ہے
آتش ہے یا کہ خاک ہے یا باد و آب ہے   مصدر سبھوں کا نورِ رسالت مآبؐ ہے

قطرے ہیں کائنات اسی بحرِ نور کے
جلوے ہیں رنگ رنگ میں اس شمعِ طور کے

ہے پے بہ پے کتب میں احادیث کی لکھا (۱۲) اول سبھوں سے خلق ہوا نورِ مصطفیٰؐ
حامد ہزار سال رہا پیشِ کبریا   حمدِ خدائے پاک وہ کرتا رہا ادا

اور پیشگاہ حق سے یہ ہر بار تھا کلام
تو وجہِ آفرینشِ عالم ہے لا کلام

محبوب کردگار ہے مقصودِ کن فکاں (۱۳) تو بہترین خلق ہے تو اشرف الزماں
تو مالکِ رقاب ہے تو سرورِ جہاں   سرتاجِ انبیاء ہے تو اے شاہِ انس وجاں

تیرے سبب سے خلق زمین و زماں ہوئے
مہر و سپہر و لوح و قلم سب عیاں ہوئے

جب بحرِ آخریں سے ہوا نور کا عبور (۱۴) ارشاد آفریں ہوئی تب رحمتِ غفور
تو فخرِ انبیاء ہے حبیبؐ خدا کے نور   ہے خلق کائنات سے اوّل ترا ظہور

کونین سے گذر کے ترا احترام ہے
محبوبِ کبریا ہے شفیعِ انام ہے

اس نورِ با ظہور نے جس وقت یہ سنا (۱۵) گردن جھکا کے سجدۂ خالق کیا ادا
اور سجدۂ خدا سے اٹھایا تھا سر ذرا ٹپکے جبیں سے قطرے عرق کے بصد صفا
ان قطرہ ہائے نور سے خلق انبیاؑء ہوئے
سرتاج انبیاؑء کے حبیبؐ خدا ہوئے

سن کر خطابِ پاکِ خداوندِ عالمیں (۱۶) خاموش تھیں جواب میں ارواح مرسلیں
لعلِ لبِ نبیؐ ہوئے ارشاد آفریں تو ربِّ ذوالمنن ہے بلا شک و بالیقیں
معبودِ ہر عبود و ذوی الاحترام ہے
مختار اور مالکِ یوم القیام ہے

تو خالقِ قدیر ہے حیٌ قدیم ہے (۱۷) تو سامع و بصیر وروٴف و رحیم ہے
تو راحم و خبیر و لطیف و کریم ہے تو حاکم و حکیم، علیم و حلیم ہے
قبضے میں تیرے سب کی حیات وممات ہے
حقا کہ لاشریک لہ تیری ذات ہے

آئی ندا ہمیں ہے تری الفت اے حبیبؐ (۱۸) برتر ہے انبیاؑء سے تری شوکت اے حبیبؐ
افضل ہے امتوں سے تری امت اے حبیبؐ بخشی ہے سب طرح کی تجھے قدرت اے حبیبؐ
ختم الرسل ہے پیشروِ انبیاء ہے تو
ہادی ہے رہنما ہے شفیع الوریٰ ہے تو

سن کر قلم نے وصفِ شہنشاہِ دوسرا (۱۹) بالائے لوح سر کو ادب سے جھکا دیا
جھک کر کہا سلام علیک اے شہِ ہدیٰ اور نور نے جوابِ قلم میں وہی کہا
فیضان ہے یہ نورِ ذوی الاحترام کا
واجب ہوا جواب ہر اک کو سلام کا

ان سب کے بعد نورِ رسولؐ فلک وقار (۲۰) حکمِ جلیلِ رب سے تہِ عرشِ کردگار
ستر ہزار سال رہا باصد افتخار اتنے ہی سال خلدِ بریں میں کیا قرار
پر زیرِ سدرہ آ کے تجلی فشاں رہا
ستر ہزار سال فروزاں وہاں رہا

اور واں سے جب فلک پہ ہوا آ کے جلوہ گر (۲۱) پیدا کیا خدا نے وجودِ ابوالبشرؑ
وہ نور اس کے صلب میں پہنچا بکروفر یہ وجہِ خاص سجدۂ آدمؑ ہوئی مگر
آدمؑ کو تھا شرف جو ملک پر سجود کا
صدقہ تھا سب یہ نورِ حبیبؐ ودود کا

آدمؑ کے صلبِ پاک سے وہ نورِ باکمال (۲۲) کرتا رہا مدام اسی طرح انتقال
القصہ بعد عرصۂ چندیں ہزار سال عبداللہ اس شرف سے ہوئے آن کر نہال
پر تو نظر پڑے جو رسالت مآبؐ کے
قدسی بساط بوس ہوئے اس جناب کے

جب بطنِ آمنہ میں ہوا نور جلوہ گر (۲۳) رنگِ زمانۂ گذراں ہوگیا دِگر
ہر شب تھی زلفِ حور رخِ مہر تھی سحر اور روزگار حسنِ سعادت سے بہرہ ور
بطحیٰ کی خاک سطحۂ عرشِ بریں ہوئی
رتبے میں آسماں سے فزوں تر زمیں ہوئی

ساقی پلادے جام شرابِ طہور کا (۲۴) آیا زمانہ عشرت و عیش و سرور کا
پہنچا ہے وقت نورِ خدا کے ظہور کا مژدہ ہے میکشوں کے لیے وصلِ حور کا
وہ مئے پلا کہ جو نہ کسی پر حرام ہو
زہّادِ خشک مغز کی حرمت تمام ہو

لا ساقیا شراب قلم پھر علم کروں (۲۵) بہرِ مداد چشمِ غزالاں بہم کروں
نورِ سوادِ مردمکِ حور خم کروں حسنِ ملاحتِ شبِ اسریٰ رقم کروں
انجم ہوں نقطہ نقطہ قمر حرف حرف ہوں
پروین ہوں لفظ لفظ معانی شِگرف ہوں

وہ مے پلا کہ مفتی و قاضی کہیں حلال (۲۶) وہ مے پلا کہ زاہد و صوفی کو آئے حال
وہ مے پلا کہ شرع میں جائز ہے بے سوال وہ مے پلا کہ آبِ بقا جس کا ہے زلال
ہو دور جام ساقیِ کوثر کے ہاتھ سے
مل جائے ہاتھ شافعِ محشر کے ہاتھ سے

کوثر کی لہر لہر ہو موجِ شراب میں (۲۷) سو آفتاب ہوں قدحِ آفتاب میں
ہو نورِ معرفت دلِ خانہ خراب میں پیری میں وہ سرور ہو جیسے شباب میں
پی جاؤں جام مے لبِ ساغر کو چوم کر
ساقی کے پاؤں تھام لوں میں جھوم جھوم کر

حوریں ترانہ سنج ہوں آہنگ ساز میں (۲۸) قدسی ہوں نے نواز مقامِ حجاز میں
بھیجیں درود زمزمۂ دلنواز میں مہتاب و زہرہ گائیں غزل رقصِ ناز میں
وہ بزم ہو کہ زاہد و صوفی بھی مست ہوں
شیدا جمالِ پاک پہ ایزد پرست ہوں

دورِ مسرت و طربِ مومنیں ہے آج (۲۹) روزِ ولادتِ شہِ رف رف نشیں ہے آج
اس سرزمیں کو دعویٰ عرشِ بریں ہے آج بالائے عرشِ پاک دماغِ زمیں ہے آج
انجم سے ذرّے ذرّے کو دعویٰ ہے نور کا
ہم رتبہ نخل نخل ہے اب نخلِ طور کا

سرسبز باغ و راغ ہیں اور جوش پر بہار (۳۰) سردی سے چوبِ خشک میں آئے ہیں برگ وبار
سبزہ ہے موجزن صفتِ موجِ آبشار   اور برگِ گل پہ گوہر شبنم ہے نثار
سبزہ مہک رہا ہے مہکتا چمن ہے آج
بلبل چہک رہے ہیں کہ گل خندہ زن ہے آج

پھرتے ہیں غول غول فرشتے خوشی خوشی (۳۱) رکتی نہیں خوشی میں لبِ غنچہ سے ہنسی
پھیلی ہوئی ہے صبحِ سعادت کی روشنی   گل میں شگفتگی ہے تو غنچے میں شبنمی،
حور و ملک بہم ہیں زیارت کے واسطے
صف بستہ انبیاء ہیں شفاعت کے واسطے

لو مومنو! زبانِ ثنا سے پڑھو درود (۳۲) برجِ حمل سے نیّر دیں کی ہوئی نمود
ہنگام شب ہے مہر جہانتاب کا وُرود   ظاہر جہاں میں ختم رسل کا ہوا وجود
اٹھو کھڑے ہو آپ کی تعظیم کے لیے
حور و ملک ستادہ ہیں تسلیم کے لیے

آیا لوائے سرورِ عالم اٹھو اٹھو (۳۳) حور و قصور و کوثر و زمزم اٹھو اٹھو
ادریسؑ وشیثؑ وحضرت آدمؑ اٹھو اٹھو   الیاسؑ و خضرؑ عیسیٰؑ و مریم اٹھو اٹھو
افضل ہے ذاتِ ختمِ رسلؐ کائنات سے
تعظیم عرش و فرش کو ہے واجبات سے

پیدا ہوئے جہاں میں سلیمانِ ھل اَتیٰ (۳۴) ختم الرسل، امینِ خدا، شافعِ جزا
آدمؑ کے فخر خضرؑ ومسیحاؑ کے پیشوا   سلطانِ مشرقین شہنشاہِ انبیاء
غل تہنیت کا عرش بریں تک بلند ہے
یہ وہ نشاط ہے کہ جہاں بہرہ مند ہے

اے بحرِ فیض قبلۂ کونین السلام (۳۵) اے وجہ آفرینشِ دارین السلام
فرماں روائے مسندِ قوسین السلام جدِ بزرگوار امامین السلام
اے مرحبا بشوکت واجلالِ مصطفیؐ
صلوٰۃ بر محمد و بر آلِ مصطفیؐ

نورِ جبیں سے عرشِ بریں تک ہے تابناک (۳۶) ہے جلوہ ریز مہرِ رسالت بروئے خاک
ہے طوطیائے چشمِ ملائک یہ خاکِ پاک اور شور جن و انس میں ہے روحنا فداک
ہر سنگ ریزہ مردمکِ چشم طور ہے
ہر ذرہ آفتاب کی پتلی کا نور ہے

راوی نے اس طرح سے روایت ہے کی رقم (۳۷) فرماتی ہیں یہ والدۂ سید امم
پیدا ہوئے جو بطن سے سلطانِ محترم تھے محوِ حمدِ خالقِ ذوالجود والکرم
نورِ خدا نے نور میں ذکرِ خدا کیا
پیدا ہوئے تو سجدۂ خالق ادا کیا

کرتے ہیں اس طرح سے رقم واقعہ نگار (۳۸) جس دم ہوا ظہورِ رسولؐ فلک وقار
لرزاں ہوئے قصورِ سلاطین روزگار آتش کدے عجم کے ہوئے سرد ایک بار
کنگورے قصرِ جم کے نگوں سار ہوگئے
آتش پرست خوف سے فی النار ہوگئے

تھے شیر خوارگی میں ابھی سیدالبشر (۳۹) جو کوہِ درد و رنج گرا دل پہ ٹوٹ کر
تھا چار ماہ سے نہ ابھی سن زیادہ تر جو راہی بہشت ہوئے مادر و پدر
سر سے اٹھا جو سایۂ دامانِ آمنہ
بے شیر رہ گیا وہ دل و جانِ آمنہ

تھے ہشت سالگی میں رسولِ فلک وقار (۴۰) سر سے اٹھا جو سایۂ جدِّ بزرگوار
سر پر رہا نہ کوئی بجز ذاتِ کردگار — غمخوار آپ کے ہوئے عمّوئے نامدار
اس گوہرِ یتیم کے وہ مشتری ہوئے
حفظِ نگینِ خاتمِ پیغمبری ہوئے

وہ مشفق و شفیق ابوطالبؑ جلیل (۴۱) وہ ابنِ مطلّب پدرِ جعفر و عقیل
یعنی عمِ حبیبِ خداوندِ بے عدیل — نورِ نگاہِ جد و پدر کے ہوئے کفیل
مصروف پرورش میں وہ عالی جناب تھے
پروانۂ جمالِ رسالتمآبؐ تھے

وہ ابنِ مطلّب کہ نہ تھا روزگار میں (۴۲) مثل ان کا شان وشوکت وعزّ ووقار میں
آکر لیا رسولؐ خدا کو کنار میں — حامی و سرپرست تھے ہر کاروبار میں
پشت و پناہِ سیدِ ابرار ہوگئے
مختارِ امر احمدِ مختار ہوگئے

مثلِ نگاہ رکھتے تھے ہر دم نگاہ میں (۴۳) تنہا نہ چھوڑتے تھے کبھی ان کو راہ میں
ہر چند آنجناب تھے حفظ الٰہ میں — ایمن تھے ظالموں سے چچا کی پناہ میں
عاشق تھے شیفتہ تھے رسالتمآبؐ کے
ہر حال میں کفیل رہے اُس جناب کے

ہر چند تھا نہ سایۂ محبوبِ کردگار (۴۴) رہتے تھے ساتھ ساتھ ہمیشہ وہ سایہ دار
ہوتے نہ تھے جدا وہ کسی آن زینہار — حضرت سے ایک دم کی جدائی تھی ناگوار
کیا جوشِ خوں جگر میں شہِ انبیاء کا تھا
بیٹوں سے بڑھ کے عشق حبیبؐ خدا کا تھا

بچپن سے تا بہ عہدِ نبوت رہے کفیل (۴۵) عشقِ رسولؐ پاک ہے ایمان کی دلیل
اس سے سوا نجات کی ہرگز نہیں سبیل   سب جانتے ہیں اس کو جو دانا ہیں اور عقیل
خوشنودیِ خدا ہے ولائے محمدیؐ
تحفہ نجات کا ہے ولائے محمدیؐ

ہو دورِ آخری میں وہ پیغمبرِ زمن (۴۶) اسلام اس کا دین ہو قرآن ہو سخن
ختم الرسل امامِ ہدا شمعِ انجمن   مہرِ عرب سپہرِ کرم شاہِ بت شکن
طوبیٰ ہے اس رسولؐ کی امت کے واسطے
اور امتِ رسولؐ ہے رحمت کے واسطے

کیوں سن لیا عروج رسولِ فلک وقار (۴۷) اور دیکھ لی عنایت محبوبِ کردگار
امت کے بخشوانے کو کیا کیا کیا نہ کار   آتے تھے اور جاتے تھے سدرہ پہ بار بار
امت نے یہ سلوک کیا اس جناب سے
رکھا ہے اس کی آل کو محروم آب سے

ہے راویوں نے حالِ غم اندوہ یوں لکھا (۴۸) کھینچا ہے اک مرقعِ میدانِ کربلا
جب ہو چکے شہید سب انصار و اقربا   تنہا رہا سپاہ میں دلبندِ مصطفیٰؐ
ستر دو تن تھے خاک پہ بے جاں پڑے ہوئے
اور بیچ میں تھے شاہِ شہیداں کھڑے ہوئے

شبیرؑ دائیں بائیں پہ کرتے تھے جب نظر (۴۹) آتے تھے پاش پاش نظر پارۂ جگر
بے دست ایک سمت تھے عباسؑ نامور   بے جاں ادھر کو اکبرؑ مہ رو تھے خاک پر
قاسمؑ کی لاش تھی کہیں اکبر کی لاش تھی
جو نعش تھی وہ دل کی طرح پاش پاش تھی

تھا نوحہ لب پہ ہائے مرے نوجواں پسر (۵۰) فرماتے تھے کبھی علی اصغرؑ چلے کدھر
نوبت بنوبت آتے تھے اک اک کی نعش پر بھائی کی نعش پر گئے پکڑے ہوئے جگر
کہتے تھے بھائی جان کمر توڑ کر چلے
عباسؑ تم بھی بھائی سے منہ موڑ کر چلے

حضرت تو یہ زبان سے فرماتے تھے کلام (۵۱) اور ظلم پر تلے ہوئے تھے اہلِ شر تمام
تھا بیکس و غریب پہ لاکھوں کا اژدہام دو لاکھ کی چڑھائی تھی اور ایک تشنہ کام
تیغوں پہ زخم تیغ تھے تیروں پہ تیر تھے
گھیرے ہوئے حسینؑ کو لاکھوں شریر تھے

اب اور کیا لکھوں کہ لعینوں نے کیا کیا (۵۲) خوفِ خدا نہ پاسِ رسولِ خدا کیا
اسلام کا لحاظ نہ ہے ہے ذرا کیا خنجر سے بوسہ گاہِ نبیؐ کو جدا کیا
ہاں غور کیجیے ختم رسالت کے وہ سلوک
حضرت کے وہ سلوک ہیں امت کے وہ سلوک

کیا کہہ رہے تھے اور کدھر آ گئے ظہیرؔ (۵۳) درپیش ہے تمہیں ابھی اک راہِ ناگزیر
ہمت نہ ہو حقیر کہ مضمون ہیں کثیر کرنا ہے اس بیاں کا ہمیں خاتمہ اخیر
نعتِ نبیؐ کی سمت کو خامہ کو پھیر دو
مضمونِ ناتمام پہ نامہ کو پھیر دو

اب نوحۂ عزا سے ہے شق سینۂ قلم (۵۴) اس غم سے بڑھ کے اور نہیں ہے کوئی الم
اس رنجِ جانگزا کی نہیں طاقتِ رقم یعنی بیانِ حالِ وفاتِ شہِ امم
گریاں دوات ہے تو دلِ خامہ چاک ہے
جامہ مرا بسانِ کفن جامہ چاک ہے

اصحابِ خوش صفات کو شہؐ نے کیا طلب (۵۵) حاضر ہوئے حضور کی خدمت میں سب کے سب
اعیانِ دولت آپ کے اور سرورِ عرب منبر پہ جاکے سرورِ کون و مکاں نے تب
توحید کبریا کا سرِ رشتہ وا کیا
اک خطبۂ بلیغ زباں سے ادا کیا

لیکن میں چھوڑ جاتا ہوں دو امر بس عظیم (۵۶) ہے اک کتابِ داورِ روزِ امید وبیم
اور دوسری ہے آل مری اطہر وسلیم ہاں اُس کی دوستی ہے تمہیں راہِ مستقیم
ان دونوں سے اگر متمسّک رہو گے تم
گمراہ راہِ راست سے ہرگز نہ ہوگے تم

یہ ایک دوسرے سے نہ ہوں گے کبھی جدا (۵۷) باہم رہیں گے دونوں یہ تا عرصۂ جزا
مجھ سے ملیں گے یہ لبِ کوثر بصد صفا فرق ان میں اے گروہ سرمو نہیں ذرا
سوگند ہے جلالِ خداوندِ پاک کی
ان کی مخالفت ہے نشانی ہلاک کی

ہر چند ہیں نظر میں روایات بے شمار (۵۸) جن کے بیان کا نہیں کچھ حصر و انحصار
کرتا ہوں اس بیان کا اس طرح اختصار مسجد سے گھر میں آئے رسولؐ فلک وقار
شدت تھی روز تپ کی طبیعت نڈھال تھی
امراض مہلکہ کو ترقی کمال تھی

تھی ابتدا مرض کی سرِ آخر صفر (۵۹) اور اولِ ربیع میں حالت ہوئی دگر
امراض تھے ترقی پہ شدّت پہ دردِ سر بے ہوش غش میں رہتے تھے سلطانِ بحر و بر
بیتاب اہلِ بیت تھے اور بیقرار تھے
اصحاب دردِ ہجر سے سب اشکبار تھے

سب سے سوا تھیں مضطر و بیتاب و دردناک (۶۰) یعنی جنابِ سیدۂ بنتِ رسولؐ پاک
تھا عنقریب رنج سے ہو جائیں جو ہلاک ہر لحظہ شور و شین میں تھا روحنا فداک
تھا چاک چاک درد سے سینہ بتولؑ کا
اور زانوئے بتولؑ پہ تھا سر رسولؐ کا

حسنینؑ کی نظر سے جو گذرا یہ حالِ زار (۶۱) غلطاں بروئے خاک تھے وہ درِّ شاہوار
غم سے پچھاڑیں کھاتے تھے اٹھ اٹھ کے بار بار شیون میں نوحہ گر تھے کہ جدِّ بزرگوار
آنکھیں کھلیں تو شاد یہ خدمت گزار ہوں
نانا نثار آپ پہ یہ غمگسار ہوں

میکائیلؑ اشکبار تھے گریاں تھے جبرئیلؑ (۶۲) اور دستِ مرتضیٰؑ تہِ رخسارۂ جمیل
آنکھوں سے جُوئے خوں تھی رواں مثلِ سلسبیل جب روح پر فتوح ہوئی خلد کو رحیل
ہر سمت شورِ نالہ و فریاد و آہ تھا
آنکھوں میں اہلبیتؑ کے عالم سیاہ تھا

گردوں کبود رنگ تو عالم سیاہ تھا (۶۳) شیرازۂ جماعتِ ہستی تباہ تھا
کیا سخت ماتمِ شہِ گیتی پناہ تھا گویا تمام چرخ بریں دودِ آہ تھا
سب کچھ بنا تھا سیدِ لولاک کے لیے
وہ نورِ کبریا تھا مگر خاک کے لیے

ہے عرض یہ ظہیرؔ کی یا شاہِ دوسرا (۶۴) درگاہِ کبریا میں تمہارا ہے آسرا
طالب نجات کا ہے یہ مداح آپ کا اس نعتِ پُر ضیا کا صلہ ہو یہی عطا
ہو خاتمہ بخیر تمہارے غلام کا
صدقہ حسنؑ حسینؑ علیہ السلام کا

سید جواد حسین شمیم امروہوی

سید جواد حسین شمیمؔ کے دادا اوجؔ اور والد یکتاؔ صاحب حیثیت، باوقار عالم اور شاعر تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۳۸ء میں امروہہ میں ہوئی تھی۔ علمی اور ادبی ماحول میں پرورش ہوئی اور ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ مؤرخین نے آپ کو علوم عربیہ، ادب، صرف، نحو، منطق، فلسفہ کا عالم خطوطِ نستعلیق وشکستہ کا ماہر اور معانی وبیان اور عروض وقافیہ میں ید طولیٰ اور ذہن رسا کا مالک لکھا ہے۔

شمیمؔ کی عمر کا بیشتر حصہ امروہہ اور رامپور میں گذرا، ویسے دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد اور خیرپور وغیرہ جانے کا موقع ملا۔ رامپور کے قیام کے دوران نواب حامد علی خان حامدؔ نے آپ کی شاگردی اختیار کی اور آپ کو فرزدقِ ہند، کا خطاب عطا فرمایا۔ جب حیدرآباد دکن گئے تو نظام کے دربار میں شرکت کا موقع ملا اور وہاں قصیدہ پیش کیا۔ ہم عصر شعراء میں میر نفیسؔ اور داغؔ دہلوی سے منظوم خط وکتابت رہی۔ داغؔ کو ایک خط میں لکھا کہ:

آسماں تک ہوئی ہے شہرت داغؔ
ماہِ کامل ہے داغ حسرت داغؔ

داغؔ نے جواب میں لکھا کہ

مشتاق ہے دماغ ہمارا شمیمؔ کا
جویا ہے دل بھی صاحبِ طبعِ سلیم کا

شمیمؔ ایک زود گو اور قادر الکلام شاعر تھے، اس لیے انہوں نے ہر صنف سخن میں اپنی طبع کے جوہر دکھائے ہیں۔ وہ غزل، نظم، قطعہ، رباعی، مثنوی، نعت، منقبت، قصیدہ، سلام، نوحہ، واسوخت، چار بیت، ہجو، گیت، ٹھمری اور ڈرامے وغیرہ پر قادر تھے۔

شمیمؔ نے تقریباً ڈھائی سو مراثی کہے جو آج بھی ہندوپاک کے مختلف شہروں اور بستیوں میں مرثیہ خوانوں اور تحت اللفظ خوانوں کے بستوں میں ملتے ہیں۔ ''ریاض شمیمؔ'' اور ''ریاض الشمیمؔ'' مراثی کے مجموعے شائع بھی ہوئے ہیں۔ ایک مرثیہ صرف معراج رسولؐ کے موضوع پر ہے اور ایک نعتیہ مرثیہ بھی۔ دیگر مراثی میں بھی کہیں کہیں مدح وثنائے رسولؐ مل جاتی ہے۔

شمیمؔ کی زندگی کا سب سے اہم سانحہ جوان اور لائق فرزند برجیس حسن برجیسؔ کے انتقال کا تھا۔ جس سے وہ بے حد غم زدہ رہنے لگے تھے، اور کئی مراثی میں برجیسؔ کا ذکر بھی کیا ہے۔ یکم محرم ۱۳۳۲ھ مطابق ۳۰ر نومبر ۱۹۱۳ء کو شمیم کی وفات ہوئی۔ کربلا دانشمند میں دفن ہوئے، ان کے پوتے نسیمؔ امروہوی نے تاریخ کہی:

جنگل میں نسیمؔ آ کے جو دادا کو پکارا
ہاتف نے کہا یہ ہے شمیمؔ سخن آرا

۱۳۳۲ ہجری

سید جواد حسین شمیمؔ امروہوی

مرثیہ

معراجِ سخن کس مہِ کامل کی ثنا ہے (۱) کس مہرِ منور کے لیے چرخ بنا ہے
کس شمع سے یہ روشنی دارِ فنا ہے خود فوجِ ملک قائلِ لا علم لنا ہے
ہاں اس کے شرف سے کوئی آگاہ نہیں ہے
حقا کہ وہ حق ہے مگر اللہ نہیں ہے

کس نور نے آغاز کا آغاز کیا ہے (۲) کس مہر نے اسلام کو ممتاز کیا ہے
کس شاہ نے طاعت کا یہ اعزاز کیا ہے کس چاند نے سجدے کو سرافراز کیا ہے
جز عرش علا ذکر نماز اور کہاں تھا
مے اڑتی تھی قرآن کا یہ دور کہاں تھا

کس رہبرِ اسلام کو خالق کے سلام آئے (۳) کس نور کی صورت پہ تصدق ہیں تمام آئے
شافع کوئی آیا نہیں، ہادی تو مدام آئے اچھا تو وہی ہے جو برے وقت میں کام آئے
دیکھیں گے قیامت میں یہ ہم دیدۂ نم سے
دوزخ کے دھوئیں اڑ گئے مالک کے کرم سے

پھولوں کو بھی پھل اس کی ولایت سے ملا ہے (۴) کیا جامۂ گلرنگ گلِ تر پہ کھلا ہے
یہ خلعت زر اس کی محبت کا صلا ہے سورج میں اسی آئینہ حق کی جلا ہے
دن رات ہے رحمت کا ورود اس پہ ہمیشہ
پڑھتی ہیں نمازی بھی درود اس پہ ہمیشہ

یہ نام یہ توقیر یہ اعزاز یہ منصب (۵) محبوب خدا ختم رسل شیفتۂ رب
مزمل و مدثر و یٰسین و مقرب   اللہ کا مطلوب تو دارین کا مطلب
لفظوں میں وہ احمدؐ ہے تو معنی میں احد ہے
یہ میم جو اس میں ہے فقط بہر مدد ہے

اے نام خدا کیا شرف و جاہ ہے کیا نام (۶) رحمت کے ورا، خیر بشر، خیر ورا نام
دربار الٰہی میں بڑی قدر بڑا نام   اللہ نے اس وجہ سے یٰسین رکھا نام
امت کا دمِ نزع بھی ارمان نکل جائے
محبوب کا جب نام سنیں جان نکل جائے

محمود خدا ہے، تو محمدؐ مرے حضرت (۷) وہ قلزمِ تجرید، یہ آئینۂ وحدت
وہ معنی توحید، یہ توحید کی صورت   وہ نور ہے، یہ طور، وہ رحمٰن، یہ رحمت
وہ قابلِ تسبیح تو دانہ ہیں محمدؐ
اللہ جو یکتا تو یگانہ ہیں محمدؐ

خالق کی جو قدرت وہ کرامات نبیؐ کی (۸) جو بات خدا کی ہے وہی بات نبیؐ کی
اثباتِ صفاتِ احدی، ذات نبیؐ کی   حقا کہ صلاۃ اس کی ہے صلوٰۃ نبیؐ کی
اللہ کا جو کچھ ہے تمام ان کے لیے ہے
اس کی ہی نمازوں میں سلام ان کے لیے ہے

اس بحرِ کرم سے درِ مقصود ملے گا (۹) یہ جس کو ملیں گے اسے معبود ملے گا
جس جا انہیں دیکھو گے وہ موجود ملے گا   احمدؐ جہاں ہوگا وہیں محمود ملے گا
ہر آنکھ میں، ہر دل میں، ہر اک کام و دہاں میں
قرآن میں، کلمے میں، تشہد میں، اذاں میں

آفاق میں ایسا کوئی ذی جاہ نہیں ہے (۱۰) اللہ کو یوسفؑ کی بھی یہ چاہ نہیں ہے
وہ کون پیمبرؑ ہے جو آگاہ نہیں ہے جو کچھ ہے یہی ہے مگر اللہ نہیں ہے
واللہ کہ اللہ نے شان اپنی دکھا دی
جب خاتمہ حسن کیا مہر لگادی

ہاں آپ بھی محبوب ہیں اور نام بھی پیارا (۱۱) یاں دست کرم مہر لگا کر یہ پکارا
اس نام کا جھکنا نہ مناسب نہ گوارا یہ زینتِ فردوس ہے یہ عرش کا تارا
انداز زمانے سے نرالا ہی رہے گا
سجدے میں بھی نام آپ کا بالا ہی رہے گا

بندے میں خدا کی صفتیں شان خدا کی (۱۲) وہ نور کہ اللہ نے خود مدح و ثنا کی
آئینہ خورشید پہ جلوہ سے جلا کی مہتاب کو بھی مہر سے تنویر عطا کی
بے ختم رسل جلوہ نمائی بھی نہ ہوتی
یہ نور نہ ہوتا تو خدائی بھی نہ ہوتی

خالق نے رسالت بھی ولایت بھی عطا کی (۱۳) علم و کرم و حلم و شجاعت بھی عطا کی
بچوں کے ذریعے سے شہادت بھی عطا کی حد یہ ہے کہ یکتائی کی دولت بھی عطا کی
کیا چیز نہیں اس شہہ ذی جاہ کے گھر میں
اب کون سی شے رہ گئی اللہ کے گھر میں

یہ محفلِ میلاد ہے یا عرشِ علا ہے (۱۴) قدسی ہیں کہ یہ امتِ محبوبِ خدا ہے
یہ ذکر پیمبرؐ ہے کہ تسبیح خدا ہے ہرسو و رفعنا لک ذکرک کی صدا ہے
جب نامِ حضورؐ آئے گا تب شور بڑھے گا
میں کیا میرا اللہ بھی صلوٰۃ پڑھے گا

اوروں کو یہ اعزاز ملا اور نہ منصب (۱۵) ان کی نظر اللہ پہ ان پر نظر رب
طالب کے طلبگار ہیں مطلوب کا مطلب وہ حق ہے یہ برحق ہیں وہ رب ہے یہ مقرّب
ربط اس سے نہ ہوتا تو یہ برتاؤ نہ ہوتا
محمود محمدؐ تھا اگر واؤ نہ ہوتا

حسنِ حسن و احسن تقویم محمدؐ (۱۶) بالائے فلک قابلِ تعظیم محمدؐ
خود خالقِ اسلام کو تسلیم محمدؐ محمود خدا، احمدؐ بے میم محمدؐ
آخر عربستاں کی جو اقلیم میں آیا
معراج کا میم احمد بے میم میں آیا

جو عرشِ معلّیٰ کا مکیں ہے وہ محمدؐ (۱۷) یوسفؑ سے جو بڑھ کر نمکیں ہے وہ محمدؐ
جو منزلِ قرآنِ مبیں ہے وہ محمدؐ جو خالقِ اکبر کا معیں ہے وہ محمدؐ
گر آپ نہ آتے تو بن آئی تھی بتوں کی
اللہ کے گھر میں بھی خدائی تھی بتوں کی

یوسفؑ کی طرح حضرت یعقوبؑ کے محبوب (۱۸) ادریسؑ کے معشوق تو ایوبؑ کے محبوب
طالب کے جو طالب ہیں تو مطلوب کے محبوب مشتاق کے مشتاق ہیں محبوب کے محبوب
موسیٰؑ کو تو دیدار الٰہی کی ہوا ہے
دیدارِ محمدؐ کا طلبگار خدا ہے

جو عرش نشیں خاک نشیں ہے وہ محمدؐ (۱۹) جو مہر فلک قطبِ زمیں ہے وہ محمدؐ
قرآں میں جو یٰسین مبیں ہے وہ محمدؐ اس بُعد پہ جو حق سے قریں ہے وہ محمدؐ
اس طرح کا بندہ کوئی دیکھا نہ سنا ہے
واللہ خدا ہے نہ خدا سے یہ جدا ہے

فردوسِ بریں جس نے لٹایا وہ محمدؐ (۲۰) قرآنِ مبیں لے کے جو آیا وہ محمدؐ
یکتا جسے یکتا نے بنایا وہ محمدؐ جس نخل میں کانٹے ہیں نہ سایا وہ محمدؐ

بالائے فلک سایہ شاہِ مدنی ہے
کب سایہ کے قابل ہے یہ دنیا کہ دنی ہے

کچھ علم کی تعریف ہو یا ذکرِ کرامت (۲۱) مقبول یہ سیرت ہے تو ممدوح یہ عادت
توقیر کی توقیر سعادت کی سعادت تعریف کی تعریف عبادت کی عبادت

واں اجر ہے یاں خوبیِ تصنیف کی تعریف
تسبیح کی تسبیح ہے تعریف کی تعریف

تعریف بھی ایسی ہو کہ تعریف کے قابل (۲۲) تمثیل بھی دشوار ہے تشبیہ بھی مشکل
خورشید نہ تشبیہ کے قابل نہ مقابل کیا چاند سے نسبت کہ وہ ناقص ہے یہ کامل

مہتاب کی تا صبح فقط جلوہ گری ہے
خورشید سرِ شام چراغِ سحری ہے

اس زلف کا یہ لام کہ لولاک کا آغاز (۲۳) جس لام سے اللہ کے اسلام کا اعزاز
لیلائے شبِ قدر ہے ذی رتبہ و ممتاز اس لام سے خود کلمہ توحید سرافراز

اس زلف کے مشتاقوں پہ طوبیٰ لھم آیا
اس لام کے جلوے سے لکم دینکم آیا

وہ حسن کہ تعریف نہ تحسین کا محتاج (۲۴) کوئی بھی تو یوسفؑ کا خریدار نہیں آج
رخ بدرِ شب قدر ہے گیسو شبِ معراج وہ لام کہ الحمد میں اللہ کا سرتاج

اس شب میں اگر ابروئے زیبا نظر آئے
قوسین کی تشبیہ بھی ادنیٰ نظر آئے

قربانِ تجلی رخِ مہرِ رسالت (۲۵) یہ طور کا جلوہ ہے کہ خورشیدِ قیامت
رخ مصحف رب، چشمِ حسیں حلقہ آیت اللہ نے خود صاد کیا جس پہ وہ صورت

کیوں اس پہ خدا کی نظرِ خاص نہ ہوئے
کیوں سورۂ توحید کو اخلاص نہ ہوئے

گویا دہنِ پاک نہیں میمِ امیں ہے (۲۶) اس میم سے محبوبِ خدا سب کا معیں ہے
نقطہ کی بھی نسبت سے دلِ زار حزیں ہے ہاں نامِ محمدؐ میں تو نقطہ بھی نہیں ہے

خالق نے کوئی آپؐ سے برتر نہیں رکھا
نقطے کا بھی بار آپ کے سر پر نہیں رکھا

وہ آئینہ دوش وہ بازو وہ کلائی (۲۷) جس نرم کلائی سے بتوں کو نہ کل آئی
مٹھی میں جہاں، قبضۂ قدرت میں خدائی وہ قوت بازو جو پئے قلعہ کشائی

اس شیر سے اسلام کا دل کیوں نہ قوی ہو
جب دست خدا قوتِ بازوئے نبیؐ ہو

قامت کو کہیں یوسفؑ بازار قیامت (۲۸) جس سے کہ قیامت کو قیامت کی ندامت
تفسیرِ اذاں کہئے کہ تفسیر اقامت اعجاز و کرامت کا الف اصل امامت

یہ اولِ ایجاد وجود دوسرا ہے
اسلام سے تو قبل ہے اور بعد خدا ہے

یہ بزم ولادت ہے کہ گلزارِ محمدؐ (۲۹) گلزار ملائک ہے کہ دربارِ محمدؐ
کیا نور کی سرکار ہے سرکارِ محمدؐ معراج سے کچھ کم نہیں دیدارِ محمدؐ

جس کو دمِ تعزیہ رخ ان کا نظر آیا
تو عرش پہ خالق اسے گویا نظر آیا

خالق کو جو منظور وہ منظورِ محمدؐ (۳۰) مالک کا جو فرمان وہ منشورِ محمدؐ
واحد کا جو دستور وہ دستورِ محمدؐ جو نورِ الٰہی ہے وہی نورِ محمدؐ
بے دیں ہے جو پیغمبرؐ ذی جاہ نہ سمجھے
سب کچھ انہیں سمجھے مگر اللہ نہ سمجھے

گنجینہ مخفی بھی ہیں ظاہر بھی یہی ہیں (۳۱) طٰہٰ سے یہ ظاہر ہے کہ طاہر بھی یہی ہیں
امی بھی ہیں ہر علم کے ماہر بھی یہی ہیں ہاں جوہرِ اول بھی ہیں آخر بھی یہی ہیں
گو خلق میں تقدیر کی تدبیر سے آئے
دنیا سے جو نفرت تھی تو تاخیر سے آئے

اب دین کے بندوں کو یہ دنیا کا خیال آئے (۳۲) آئے تو فقط یادِ شہِ نیک خصال آئے
ایماں کی ترقی ہو گناہوں پہ زوال آئے وہ حال سناؤں کہ فرشتوں کو بھی حال آئے
غل ہو کہ یہ مدحِ شہِ جمہور کا جلوہ
کیا نور کا مضمون ہے کیا نور کا جلوہ

لو حق نے وہ کونین کا مطلوب بنایا (۳۳) اس چاند کو رشکِ مہِ یعقوبؑ بنایا
خوبانِ زمانہ سے بہت خوب بنایا بنتے ہی خود اپنا اسے محبوب بنایا
اللہ تھا یا نورِ شہنشاہِ عرب تھا
تنہا تھا مگر مونسِ تنہائی رب تھا

اللہ رے نورِ شہِ لولاک کا پایا (۳۴) جب پشت پہ تھا باپ کو سجدے میں جھکایا
پیش آیا تو کلمے ہی کی انگشت میں آیا اس گل نے انہیں گلشنِ جنت میں بسایا
اک شجرۂ گندم جو نہ آدمؑ کو ملا تھا
اللہ سے وہ بھی شہِ عالم کو ملا تھا

گر صلب میں نورِ شہِ لولاک نہ ہوتا (۳۵) پھر حضرت آدمؑ کا شرف خاک نہ ہوتا
گر باعث تعظیم شہ پاک نہ ہوتا پھر خاک کو سجدہ تہِ افلاک نہ ہوتا
گندم کا جو الزام اٹھایا تھا صفی نے
وہ داغ بھی سب دھو دیا جو کھا کے نبیؐ نے

پہلا یہ کرشمہ تھا کہ آدمؑ میں دم آیا (۳۶) پھر نوحؑ کو طوفاں کے تلاطم سے بچایا
پھر بہرِ خلیلؑ آگ کو گلزار بنایا ان کا ہی وہ جلوہ تھا جو موسیٰؑ کو دکھایا
یعقوبؑ کو بھی نورِ نظر آپ نے بخشا
یونسؑ کو نہ تھا صبر، مگر آپ نے بخشا

اس نور کو مانند قمر حق نے پھرایا (۳۷) آدمؑ سے کرامت کی طرح نوحؑ تک آیا
پھر باغِ خلیلؑ اس گلِ رعنا نے کھلایا آخر چمن عبدِ مناف اس نے بسایا
ہاشم نے حشم پائے یہ افضالِ نبیؐ تھا
بعد اس کے یہ مطلوب خدا مطلبی تھا

آخر یہ قمر منزلِ مقصود پر آیا (۳۸) غل پڑ گیا لو نخلِ ازل میں ثمر آیا
سرچشمۂ توحید میں یکتا گہر آیا لو دیدۂ حق بیں میں وہ نورِ نظر آیا
عبداللہ ذی جاہ کے اقبال کو دیکھو
اس معدنِ ایماں کو اور اس لال کو دیکھو

پھر آمنہ پاک نے یہ نور جو پایا (۳۹) تقدیر نے اعزاز دیا اوج بڑھایا
ہاتف کی ندا آئی کہ اللہ رے پایا لو شرع کے آغوش میں قرآں نظر آیا
لو مادرِ سلطانِ مدینہ ہوئیں اب تو
اے آمنۂ پاک امینہ ہوئیں اب تو

اے شاہِ دو عالم ترے اقبال کے صدقے (۴۰) اے نورِ جلالت ترے اجلال کے صدقے
اے رحمتِ باری ترے افضال کے صدقے اے مادرِ احمدؐ ترے اس لال کے صدقے

اللہ اسے صاحبِ اقبال کرے گا
یہ لال فصیحوں کی زباں لال کرے گا

لو حمل میں اس لال نے رنگ اپنا جمایا (۴۱) اس پھول نے باتوں میں نیا باغ لگایا
اس ماہ نے اعجاز پہ اعجاز دکھایا تسبیح پڑھی نعرۂ تکبیر سنایا

غل تھا کہ دو عالم میں یگانہ ہے تو یہ ہے
تسبیح میں تحلیل ہے دانہ ہے تو یہ ہے

لو گلشنِ فردوس کی زینت کا دن آیا (۴۲) لو کعبہ اسلام کی حرمت کا دن آیا
موسیٰؑ کو بشارت ہو کہ رویت کا دن آیا لو احمدؐ مرسل کی ولادت کا دن آیا

میکائیلؑ بھی، جبرئیلؑ ہوا خواہ بھی خوش ہے
بندوں کا تو کیا ذکر ہے اللہ بھی خوش ہے

مالک کو ندا آئی کہ دوزخ کو بجھائے (۴۳) ہاں اب کسی بے دیں پہ بھی آنچ آنے نہ پائے
اب وقت ہے رند وکوئی ساقی کو بلائے غافل ہے اگر زاہد مکار ڈرائے

ہاں محفلِ رنداں میں پری بن کے شراب آئے
غصے سے جو بھڑکے تو جہنم پہ عذاب آئے

اے پیرِ مغاں ساقی گلفام کدھر ہے (۴۴) شیشہ ہے کدھر مے ہے کدھر جام کدھر ہے
رندوں کی مسرت کا سرانجام کدھر ہے اے زبدۂ محفلِ اسلام کدھر ہے

ہر رند کو رقصِ مئے گلفام دکھا دے
قرآن کا دور آج ہر اک جام دکھادے

اے ساقی عالم مئے عرفاں کی ہوس ہے (۴۵) صہبائے ولائے شہِ ذیشاں کی ہوس ہے
پیمانہ میخانۂ ایماں کی ہوس ہے جنت کی ہوا نغمہ قرآں کی ہوس ہے
ہاں راگ کی دھن ہو نہ ترانے کا خیال آئے
شیشے کے ہر اک قل کو پیالوں کو بھی حال آئے

ہاں ساقی گلرو مئے گلفام پلادے (۴۶) زاہد کا دل آئے وہ دلارام پلادے
ہاں آج کوئی جام خوش انجام پلادے کعبے میں بٹھا کر مجھے اک جام پلادے
اس بادۂ گلرنگ کا اعزاز بڑا ہے
کعبے ہی میں اس صاحبِ حرمت کا مزا ہے

اللہ کدھر ہے درِ میخانۂ ساقی (۴۷) مدہوش ہے وارفتہ پیمانہ ساقی
مشتاق پرستاں نہیں دیوانۂ ساقی اللہ اڑا دے سوئے کاشانۂ ساقی
لیجائے مجھے چشمۂ کوثر پہ اڑا کر
یارب بطِ مئے کو پرِ جبریل عطا کر

ساقی تری رحمت جو ذرا جوش میں آجائے (۴۸) دل سیر ہو، جاں رندِ قدح نوش میں آجائے
بارش میں جو بجلی کی صدا گوش میں آجائے شیشے کی پری دوڑ کے آغوش میں آجائے
ٹھنڈک ہو، چمن ہو، یہ نگار آج ہو ساقی
دریا کے قریں بوس و کنار آج ہو ساقی

زُہرہ سے کہو ساز خدا ساز کو لائے (۴۹) ہاں محفل میلاد میں وہ رنگ دکھائے
جو راگ کلی کو گلِ صد برگ بنائے طاؤس کی مانند فلک رقص میں آئے
ہرساز سے بھی بول وہ نکلے جو روا ہے
خود شرع کا قانون پکارے کہ بجا ہے

یاں طبع کہاں شیفتۂ نغمہ زنی ہے (۵۰) سازوں سے بھی ناسازِ غنا سے بھی غنی ہے
ہاں حسرتِ دیدار رسولِؐ مدنی ہے موسیٰؑ کی طرح لب پہ نوائے اَرِنی ہے
کیا عید ولادت میں ترانے کا مزا ہے
گانے کے عوض آج دوگانے کا مزا ہے

ہر نخل کی شان اور ہے اور گل کی قبا اور (۵۱) گلزار کا رنگ اور، فضا اور، ہوا اور
گل کی جو ادا اور، تو بلبل کی صدا اور اس پر بھی یہی حکم خدا تھا کہ ذرا اور
اس طرح بڑھا حسن جناں حکمِ خدا سے
جس طرح کہ ایماں شہ مرداں کی ولا سے

ہلکی سی بھی پوشاک تنِ حور پہ بھاری (۵۲) آنچل کو سنبھالے ہوئے خود بادِ بہاری
زانوئے حسیں آئینہ قدرت باری چہرہ کبھی دیکھا تو کبھی مانگ سنواری
خود حسن کی زینت پہ جو ناز ان کو بڑا تھا
چوٹی کا جو زیور تھا پسِ پشت پڑا تھا

غنچوں کو ہنسی آئی اناروں سے زیادہ (۵۳) اک پھول کے بلبل تھے ہزاروں سے زیادہ
وہ گل کہ حسیں لالہ عذاروں سے زیادہ غلمانوں کی وہ فوج ستاروں سے زیادہ
والشّمس سے رخ ان کے اجالے نظر آئے
ہم صورتِ قرآں وہ رسالے نظر آئے

خرمے وہ کہ عیسیٰؑ لبِ جاں بخش سے کھائیں (۵۴) باداموں کو یعقوبؑ بھی آنکھوں سے لگائیں
انگور کو موسیٰؑ یدِ بیضا سے ملائیں یوسفؑ یہ حلاوت کبھی مصری میں نہ پائیں
شیریں بھی ہیں اور حُسن حَسن پایا ہے گویا
مدحت میں نباتاً حسناً آیا ہے گویا

اللہ رے پرندوں کے ترانوں کی ثنائیں (۵۵) خامہ کی صریریں ہیں کہ شہنا کی صدائیں
نغموں کی صفت کہہ کے جو محفل میں سنائیں آواز بھی بیٹھی ہو تو سب لطف اٹھائیں
غل ہو کہ عجب نور عجب جلوہ گری ہے
آواز گلے میں ہے کہ شیشے میں پری ہے

طوطی کے بھی نغموں میں یہی آج صدا ہے (۵۶) دن پھر گئے طوطی جناں بول رہا ہے
ہر طیر کو اس فخر سلیماں کی ہوا ہے کعبے کی طرف رخ صفتِ قبلہ نما ہے
رضواں کی رضا جوئی سے ناچار ہوئے ہیں
پر مثل خبر اڑنے کو طیار ہوئے ہیں

اللہ رے وہ صبح ولادت کی فضائیں (۵۷) خود اہل جناں یاں کی ہوا کھانے کو آئیں
وہ فوجِ ملائک میں اذانوں کی صدائیں ذروں میں بھی والشمس کے نقطوں کی ضیائیں
اللہ رے تجلی کہ زمیں رشکِ فلک تھی
مکے کے مکانوں کی ضیا شام تلک تھی

کعبے کا یہ کلمہ تھا کہ اے قبلہ دیں آؤ (۵۸) قرآں کی صدائیں تھیں کہ یٰسین کے مبیں آؤ
تکبیر کے نعرے تھے کہ اے عرش نشیں آؤ طاعت کا وظیفہ تھا کہ اے رکنِ رکیں آؤ
فرقت سے کمر خم ہے یہ صورت ہے محمدؐ
کلمے کو بھی تکلیف شہادت ہے محمدؐ

حضرت کو بھی حسرت ہے کہ امت نظر آئے (۵۹) قرآں کو تمنا ہے کہ صورت نظر آئے
صانع کی خوشی ہے مری صنعت نظر آئے حق چاہ رہا ہے کہ حقیقت نظر آئے
طاعت کا یہ نعرہ ہے کہ سجدے میں پڑی ہوں
خود شرع کا غل ہے کہ سلامی کو کھڑی ہوں

اسلام سلامی کو شتاب آئے، حضور آئے (۶۰) قرآں پئے تحصیل ثواب آئے، حضور آئے
ہر بار نہ کیوں بوئے گلاب آئے، حضور آئے تعظیم کو اٹھو کہ جناب آئے، حضور آئے

آداب بجا لاؤ کہ سلطانِ انام آئے
اے صلِّ علیٰ عرش سے ہدیہ میں سلام آئے

اللہ نے اپنا انہیں محبوب بنایا (۶۱) پر چرخ ستمگار نے کیا کیا نہ ستایا
گہہ سنگِ جفا گوہرِ دنداں پہ لگایا گہہ فاقوں کا غم اور گہے زہر کھلایا

اس زہر کی تاثیر سے حضرت کو تپ آئی
شعلے کی طپش قبلہ نما کی تڑپ آئی

اب حالِ وفات شہِ ابرار سنائیں (۶۲) شانِ مرضِ احمدؐ مختار سنائیں
ذکرِ المِ عترتِ اطہار سنائیں مجلس میں قیامت ہو وہ اخبار سنائیں

شبیرؑ کی ماں خونِ جگر اپنا پئیں گی
اس رنج میں خاتونِ قیامت نہ جئیں گی

اے امتیو! روؤ کہ یہ فصلِ عزا ہے (۶۳) اس ماہِ صفر میں سفرِ خیرِ وریٰ ہے
سادات میں فریاد ہے شیون ہے بکا ہے عاشورِ محرم سے فزوں حشر بپا ہے

اک اور قیامت بھی اسی روز ہوئی ہے
شبرؑ کی شہادت بھی اسی روز ہوئی ہے

اس چاند نے دو داغ دیے آل عبا کو (۶۴) شبرؑ کو کبھی روؤ کبھی خیر ورا کو
سادات کو راحت ہے نہ اصحابِ صفا کو زہرا کو نہ تسکین نہ ضر غامِ خدا کو

رخ زرد ہے محبوب الٰہی کو یہ تپ ہے
خورشید کی حدت ہے تو بجلی کی تڑپ ہے

وہ ضعف میں آواز کا منہ سے نہ نکلنا (۶۵) وہ سینے پہ برچھی کی طرح سانس کا چلنا
وہ تپ سے رخِ پاک کی رنگت کا بدلنا وہ دھوپ کے بستر کی طرح فرش کا جلنا
مانند خلیلؑ آپ نے خالق سے ولا کی
انگاروں پہ لوٹا کیے فرقت میں خدا کی

اک دن جو ذرا تپ سے افاقہ نظر آیا (۶۶) مسجد میں سب اصحاب کو دیدار دکھایا
پر زور نبوت تو سنبھالے ہوئے لایا اور خاص یداللہ نے منبر پہ بٹھایا
سر ہل گئے یوں حمدِ خداوندِ زماں کی
محبوب نے محبوب کی تعریف بیاں کی

پھر بولے کہ میں عازمِ دربارِ خدا ہوں (۶۷) وہ وقت اب آتا ہے کہ تم سب سے جدا ہوں
تم لوگوں کی بخشش کے لیے محوِ بکا ہوں دو چیزیں ہدایت کے لیے چھوڑ چلا ہوں
یارو! یہی دولت ہے یہی مالِ نبیؐ ہے
وہ ایک تو قرآں ہے اور اک آلِ نبیؐ ہے

ہاں ان کی اطاعت سے مسلمان رہو گے (۶۸) اس راہ سے ہرگز کبھی گمراہ نہ ہو گے
یاں ان کو جو غم دو گے تو واں رنج سہو گے تربت میں نکیرین سے کیا حال کہو گے
جب تک کہ زمانہ ہے یہ باہم ہی رہیں گے
کوثر پہ مجھے پا کے سب احوال کہیں گے

پھر آپ نے ان سب کو قسم دے کہ پکارا (۶۹) یارو! کوئی حق مجھ پہ نہ رہ جائے تمہارا
گر جرم کیا ہے تو عوض لے لو خدا را تعزیر بھی منظور ہے صدمہ بھی گوارا
شکوہ نہیں کرنے کا کہ میں صاحبِ دل ہوں
ڈرتا ہوں کہ اللہ کے آگے نہ خجل ہوں

لکھا ہے کہ اک شخص نے اٹھ کر یہ ندا دی (۷۰) میں حکم سے معذور ہوں اے دین کے ہادی
یہ سنتے ہی محبوب الٰہی نے دعا دی پھر اس سے خطا پوچھی تو صاف اس نے بتا دی
کی عرض کہ میں ہم سفرِ شاہِ ہدا تھا
واں آپ کا کوڑا مرے کاندھے پہ لگا تھا

حضرت نے یہ فرمایا کہ سلمان ابھی جاؤ (۷۱) جلدی وہی کوڑا مری دلبند سے لاؤ
رونے کا یہ موقع نہیں عرصہ نہ لگاؤ بھائی مجھے رسوائی محشر سے بچاؤ
ایذا اسے پہنچی ہے وہ کیوں کر نہ سزا دے
یا خالقِ اکبر اسے احساں کی جزا دے

سلماں درِ دولت پہ گئے اور یہ ندا دی (۷۲) کوڑا مجھے دیجایئے اے میری خوزادی
وہ بولیں کہ اللہ نے بابا کو شفا دی حیدرؑ کہیں جانے کو ہیں، یا دین کے ہادیؐ
کچھ مجھ سے تو کہیے وہاں کیا ذکر ہے سلماں
کوڑے کے منگانے سے بڑی فکر ہے سلماں

وہ بولے کہ مسجد میں تو اک حشر بپا ہے (۷۳) اس وقت ہر اک فرد بشر محوِ بکا ہے
اک شخص پیمبرؐ سے عوض خواہ ہوا ہے اب دیکھیے کیا مرضی رب دوسرا ہے
اب بنتِ نبیؐ شافعِ محشر نہ بچیں گے
کوڑا جو لگے گا تو پیمبرؐ نہ بچیں گے

یہ سنتے ہی حسنینؑ جو مسجد کی طرف آئے (۷۴) محبوبِ الٰہی کے قریں آ کے یہ چلائے
وہ کون عوض خواہ ہے کوئی اسے سمجھائے ہم دونوں کو تعزیر دے حضرت پہ ترس کھائے
ہاتف نے کہا اور کا حصہ یہ نہیں ہے
کوڑوں کی جفا کے لیے سجادؑ حزیں ہے

اس نے کہا آئینِ شریعت کو مٹادوں (۷۵) قرآں میں جو آیا ہے اسے دل سے بھلادوں
معصوموں پہ بیداد کروں عرش ہلادوں ہاں ختم رسلؐ دوش کو کھولیں تو سزا دوں
بندہ وہاں مفلس تھا غریب الوطنی تھی
وہ کوڑا جو کھایا تھا تو عریاں بدنی تھی

لو شہ نے عبا دوشِ مبارک سے اتاری (۷۶) غل پڑ گیا فریاد ہے یا ایزد باری
اصحاب کی ہر چشم تھی یا چشمہ جاری وہ شور یداللہ وہ سبطین کی زاری
مسجد کو تزلزل تھا فلک کانپ رہے تھے
انسانوں کا کیا ذکر ملک کانپ رہے تھے

ناگاہ وہ بیباک بڑھا سوئے پیمبرؐ (۷۷) منھ مہرِ نبوت پہ ملا اشک بہاکر
کی عرض بحل کیجیے یا شافعِ محشرؐ میں آپ کو تکلیف دوں اے دین کے رہبر
کس بات کی تعزیر کوئی شہ کی خطا تھی
مولا مجھے اس مہر کے بوسے کی ہوا تھی

اصحاب یہ چلائے کہ شاباش سوادہ (۷۸) مقبول یہ حسرت تھی مبارک یہ ارادہ
یہ راہِ تولا ہے یہ اخلاص کا جادہ رتبہ ترا افزوں ہو تری عمر زیادہ
بعد اس کے شہ ہر دوسرا گھر میں پھر آئے
جب ضعف بڑھا خانہ حیدرؑ میں پھر آئے

وہ عالمِ غش اور وہ کونین کا ہادی (۷۹) اس دھیان میں بیتاب شہِ دیں کی خوزادی
بچوں کا ابھی بیاہ نہ دیکھا ہے نہ شادی ناگہ یہ کسی نے درِ دولت سے ندا دی
یا ختم رسلؐ آپ پہ تسلیم خدا ہو
مجرے کے لیے آؤں جو حضرت کی رضا ہو

زہرا نے کہا ہوش نہیں بھائی پھر آنا (۸۰) اس وقت مناسب نہیں حضرت کو جگانا
بیکار ستانا ہے انہیں ہوش میں لانا اس بندۂ اللہ نے یہ عذر نہ مانا
چلایا ابھی آؤں گا حضرتؐ کو جگا دو
میں جا نہیں سکتا مجھے آنے کی رضا دو
زہراؑ نے کہا حیف ہے اے بندۂ غفار (۸۱) کیسا تو بشر ہے کہ مروت نہیں زنہار
حضرتؐ کا یہ عالم ہے تجھے عجلت دیدار پھر یوں وہ پکارا کہ مکاں ہل گیا اک بار
بولا نہ گیا دخترِ محبوبِ خدا سے
خود ختم رسلؐ چونک پڑے اس کی صدا سے
بولے مری دلدار خدا حافظ و ناصر (۸۲) اے باپ کی غمخوار خدا حافظ و ناصر
اے دختر ناچار خدا حافظ و ناصر رخصت ہے یہ بیمار خدا حافظ و ناصر
کیا صابر وشاکر ہے خدا تجھ کو جزا دے
اے باپ کی شیدا اسے آنے کی رضا دے
یہ وہ ہے جو دیوؤں سے رکے اور نہ بشر سے (۸۳) یہ وہ ہے کہ فوجوں سے ٹلے اور نہ زر سے
یہ وہ ہے کہ اپنوں کو چھپاتا ہے نظر سے یہ وہ ہے کہ بچوں کو چھڑاتا ہے پدر سے
بے خوف نہ کیوں کر ہو کہ یہ قاصدِ رب ہے
یاں اذن طلب ہے یہ ترے گھر کا ادب ہے
پھر شہ نے کئی بار کہا شکر خدایا (۸۴) آخر ملک الموت کو نزدیک بلایا
قدسی نے جو گلدستہ فردوس سنگھایا پھر دختر ناشاد نے دم تن میں نہ پایا
سر پیٹ کے چلائیں کہ فریاد خدا کی
میں لٹ گئی لوگو مرے بابا نے قضا کی

قرآں ابھی پڑھتے تھے میں قربان تمہارے (۸۵) غش آ گیا یا روضہ جنت کو سدھارے
بچے مرے بیتاب ہیں میں گور کنارے معراج سے پھر آیئے اللہ کے پیارے
تشویش میں مرتی ہوں جلا دیجیے بابا
پھر نعرۂ تکبیر سنا دیجیے بابا

حیراں ہوں یہ کیوں شورِ بکا ہوگیا بابا (۸۶) ہے ہے مرا گھر بیتِ عزا ہوگیا بابا
کہرام ہوا حشر بپا ہوگیا بابا ہے ہے ابھی اکدم میں یہ کیا ہوگیا بابا
صورت بھی وہی اور وہی شانِ شہِ دیں ہے
لب بھی ہیں زباں بھی ہے پہ وہ بات نہیں ہے

کچھ حال دل زار سناتے ہوئے جاؤ (۸۷) کب آؤ گے بابا یہ بتاتے ہوئے جاؤ
شبیرؑ کو کاندھے پہ چڑھاتے ہوئے جاؤ بچوں کا مرے بیاہ رچاتے ہوئے جاؤ
میں جانتی تھی دونوں کے اعزاز بڑھیں گے
ہاں آپ کے سائے میں یہ پروان چڑھیں گے

حیدرؑ کی وہ فریاد وہ بچوں کا بلکنا (۸۸) سینے کو کبھی پیٹنا گہہ سر کر پٹکنا
نانا کی طرف کو نگہ یاس سے تکنا بسمل کی طرح فاطمہ زہراؑ کا پھڑکنا
جس طرح کہ خاتونِ جناں آپ کو روئیں
جنگل میں سکینہ بھی یونہی باپ کو روئیں

اب حق سے دعا کیجیے شمیمؔ جگر افگار (۸۹) یارب بطفیل پسرِ احمدؐ مختار
نواب بھی قائم رہے یہ شہر بھی گلزار اس ہیچ مداں پر بھی کرم کر مرے غفار
گر عقدہ کشائی مری ہوجائے گی مولا
کیا کچھ تری رحمت میں کمی آئے گی مولا

مہاراجہ محمد علی خاں مُحِبؔ محمود آبادی

آپ کی ولادت ۲؍جمادی الثانی ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء بمقام محمود آباد ہوئی۔ والد امیر الدولہ راجہ محمد امیر حسن خاں تھے۔ جن کا تخلص حبیبؔ تھا۔ اور دادا مقیم الدولہ راجہ محمد نواب علی خاں وہبؔ تھے۔ جو ناسخؔ لکھنوی اور نواب واجد علی شاہ اخترؔ کے شاگرد تھے۔ اس طرح مُحِبؔ کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔ حبیبؔ اور وہبؔ دونوں مرثیہ نگار بھی تھے۔

آپ کی عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کی تعلیم زیادہ تر گھر پر ہی بہترین اساتذہ کے ذریعے ہوئی، جیسا کہ اس زمانے میں راج گھرانوں اور رؤساء کا دستور تھا۔ مطالعے کے شوق نے اعلیٰ علمی استعداد پیدا کر دی تھی۔ مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی خاندانی شعار تھا۔ اس لیے ابتدائی عمر سے ہی سلام، نوحہ اور مرثیے سے دلچسپی رہی۔ اور ان اصنافِ سخن میں ہی زیادہ تر طبع آزمائی کی۔ ''مراثیِ مُحِب'' نام سے آپ کا رثائی کلام شائع ہو چکا ہے۔ مُحِبؔ نے ایک موقع پر اپنے کلام کی خوبی کا سبب اپنے باپ دادا کے اثرات کو بتایا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

زہے قسمت، خوشا اقبال کیا اچھا مقدر ہے　　مُحِبؔ تو مدح خوانِ ساقیِ تسنیم و کوثر ہے
مرے طرزِ بیاں میں لذتِ قندِ مکرّر ہے　　حبیبؔ و وہبؔ سے شیریں سخن میرے اب وجد ہیں

مُحِبؔ کی عمر کا بیشتر حصہ شاعری کے علاوہ ملک و قوم کی خدمات میں گذرا، مہاراج کمار محمد امیر حیدر خاں اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ''مرحوم کے کارہائے نمایاں میں سے بطور نمونہ چند امور کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ کانپور کی مسجد کو شہید ہونے سے بچانا۔ شملہ کے وفد میں شرکت۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا قائم کرنا، اور اس کا سب سے پہلا وائس چانسلر ہونا۔ لکھنؤ یونیورسٹی کی بنیاد ۱۹۱۶ء کے کانگریس مسلم لیگ معاہدے کا اہتمام۔ خلافت کی تحریک اور اس کے بعد حجاز کانفرنس میں کثیر مالی امداد دینا۔ ممالک متحدہ کا سب سے پہلا ہندوستانی ہوم ممبر ہونا۔ لکھنؤ کو صوبہ یوپی کا دارالحکومت قرار دینا۔ عدالت عالیہ اودھ چیف کورٹ کا لکھنؤ میں قائم کرنا۔ ہندوستان کی تاریخ میں سب سے پہلا مسلمان رئیس جس کو مہاراجہ کا خطاب دیا گیا۔ آل پارٹیز کانفرنس ۱۹۲۸ء میں منعقد کرنا۔ سائمن کمیشن کا بائیکاٹ وغیرہ وغیرہ (مراثیِ مُحِب ص ۲)۔

مُحِبؔ نہ صرف خود مرثیہ نگار تھے بلکہ مرثیہ نگار شعراء کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی میں بھی پیش پیش رہتے تھے۔ ۴؍محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۱؍مئی ۱۹۳۱ء کو بوقت فجر محمود آباد میں مُحِبؔ نے اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ آپ کے فرزند راجہ امیر احمد خاں محبوبؔ اور راجکمار امیر حیدر خاں حبؔ بھی شاعر ہوئے۔

مہاراجہ محمد علی خاں محبؔ۔ محمود آبادی

مرثیہ

عید مولودِ شہنشاہؐ رسالت ہے آج (۱) اہلِ ایماں کے لیے روز مسرت ہے آج
ختم مخلوق پہ اللہ کی رحمت ہے آج عام دنیا کے لیے دین کی دعوت ہے آج
رہنمائی کو چراغِ سرِ طور آتا ہے
سب سے پہلے جو ہوا خلق وہ نور آتا ہے

عرشِ حق جس کا مکاں تھا وہ مکیں ہے یہ نور (۲) وجہ زیبائشِ فردوسِ بریں ہے یہ نور
باعثِ روشنیِ مہر مبیں ہے یہ نور سبب خلقتِ افلاک و زمیں ہے یہ نور
لو مبارک ہو کہ ماہِ فلک آرا چمکا
جس سے روشن ہوئی دنیا وہ ستارا چمکا

تھا جو موسیٰ کے لیے برق سرِ طور، وہ نور (۳) پردۂ قدس میں جو نور تھا مستور وہ نور
جس کے پَرتَو سے دو عالم ہوئے معمور وہ نور تیرگی کفر کی جس نور نے کی دور وہ نور
شرک والحاد کی ظلمت کو مٹایا جس نے
گھر دلِ مومنِ کامل میں بنایا جس نے

دہر میں باعثِ ایجاد جہاں آتا ہے (۴) وجہ پاداریِ بنیاد جہاں آتا ہے
قبلہ و رہبرِ اوتادِ جہاں آتا ہے مصلحِ کل پئے امداد جہاں آتا ہے
گھر میں اللہ کے ساماں ہے بہم شادی کا
آگیا دن حرم کعبہ کی آبادی کا

نام اس نور کا لیتا ہوں پڑھیں سب صلوات (۵) جس کی تعریف سے مملو ہیں زبور و تورات
ہوں مقرب، پہ فرشتوں کو یہ حاصل نہیں بات ان سے رتبہ میں فزوں تر ہے بس اللہ کی ذات

شافعِ روزِ جزا ان کے سوا اور بھی ہے؟
انبیاء میں کوئی محبوبِ خدا اور بھی ہے؟

مصطفیٰ خیرِ وریٰ صلِ علیٰ صلِ علیٰ (۶) شاہِ الحمد لوا صلِ علیٰ صلِ علیٰ
شافعِ روزِ جزا صلِ علیٰ صلِ علیٰ مہبطِ وحیِ خدا صلِ علیٰ صلِ علیٰ

مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

بِـاَبـی اَنْـتَ واُمِی شہِ قوسین مقام (۷) قبلۂ دینِ مبیں جانِ جہانِ اسلام
نَیّرِ برجِ شرف نجمِ سعادت انجام آپؐ کا نام محمدؐ ہے لقب خیرِ انام

آپ کو سیدِ لولاک خدا کہتا ہے
سببِ خلقتِ افلاک خدا کہتا ہے

بادشاہ دو جہاں احمدؐ والا توقیر (۸) ان کی تعریف میں آیا ہے بشیراً ونذیر
خسرو کون و مکاں سرورِ افلاک سریر حاکمِ نار و جناں بادشہِ ملکِ کبیر

ذکرِ اخلاص فرشتوں کو مدام ان کا ہے
وردِ سکانِ سماوات کو نام ان کا ہے

معدنِ جُود و سخا بحر کرم ہیں احمدؐ (۹) فخرِ اسکندر و داوٗد حشم ہیں احمدؐ
رونقِ منبر و محرابِ حرم ہیں احمدؐ حاکمِ ارض و سما شاہِ امم ہیں احمدؐ

آتش وآب وہوا خاک نہ پیدا ہوتے
یہ نہ ہوتے تو نُہہ افلاک نہ پیدا ہوتے

فخر مجھ کو ہے کہ حضرت کا ثنا خواں ہوں میں (۱۰) ہمسرِ دعبلؔ وہم پایۂ حسّانؔ ہوں میں
شہ کا خادم، صفتِ بوذر و سلماں ہوں میں اس تعلّی سے مگر دل میں پشیماں ہوں میں

جو رہے حاضرِ خدمت وہ ضرور اچھا ہے
مجھ سے واللہ سگِ کوئے حضورؐ اچھا ہے

آج فردوس میں ہے جشن کا ساماں ہر سُو (۱۱) بہرِ آراستگی پھرتے ہیں غلماں ہر سُو
جوشِ شادی سے عنادل ہیں غزل خواں ہر سُو آسماں پر ہے کواکب ـ سے چراغاں ہر سُو

کہکشاں لاکھوں ستاروں سے کمر بستہ ہے
نخلِ طوبیٰ نہیں اک نور کا گلدستہ ہے

انتظامات میں مصروف ہے رضواں دیکھو (۱۲) کنگرے قصروں کے اس طرح ہیں رقصاں دیکھو
نظر آتے ہیں ہزاروں مہِ تاباں دیکھو تازہ صنعت کا نئے رنگ کا ساماں دیکھو

فرشِ زرتار کا جادوں پہ گماں ہوتا ہے
برق محلول ہے ذرّوں میں عیاں ہوتا ہے

روشنی عرش کی آئی ہے برابر ہر جا (۱۳) اُس پہ طرّہ ہے ضیا بارئ نخلِ طوبا
نام کو بھی نہیں فردوس میں ظلمت اصلا سرمۂ دیدۂ نرگس کی سیاہی کے سوا

تیرگی نور کے پرتو نے جو دھو ڈالی ہے
لبِ سوسن پہ اُوداہٹ کے عوض لالی ہے

قابلِ دید ہے اس جشن میں حوروں کا سنگار (۱۴) مختلف رنگ کے پہنے ہیں لباس زرتار
لطف دیتی ہے عجب پھولوں کے گہنے کی بہار ایک سے ایک حسیں، ماہ جبیں، گل رخسار

دور تک گوہرِ دنداں کی جھلک جاتی ہے
مسکراتی ہیں تو اک برق چمک جاتی ہے

کیوں نہ گویا ہو بہ لحنِ طرب افزا بلبل (۱۵) گل سے معشوق کی ہے عاشقِ شیدا بلبل
باغ میں عشوہ گری کرتی ہے کیا کیا بلبل پھول تو حسن میں یوسف ہیں زلیخا بلبل
بسکہ ہے تو بہ شکن چہرۂ روشن گل کا
کھینچنے آئی ہے منقار سے دامن گل کا

باغِ فردوس کی نہروں کا چھلکنا دیکھو (۱۶) بارور شاخوں کا ہر بار لچکنا دیکھو
گل کے آئینۂ عارض کا چمکنا دیکھو بلبلوں کا نگہِ شوق سے تکنا دیکھو
آنکھ ہٹتی ہی نہیں پھولوں کی رخساروں سے
بوسے لیتی ہیں اشارات میں منقاروں سے

آبشاروں کی بصد زور روانی دیکھو (۱۷) یہ وہ منظر ہے کہ جس کا نہیں ثانی دیکھو
چادرِ آب کی گرنے میں روانی دیکھو کیا گہرزا ہے اُچھلتا ہوا پانی دیکھو
عکس پھولوں کے روانی میں جو پڑ جاتے ہیں
قطرے یاقوت وزمرّد کے نظر آتے ہیں

الفتِ گل میں جو ہے بلبل فردوس کا حال (۱۸) حُسن اور عشق کی ہے زندۂ جاوید مثال
دل میں آتا ہی نہیں صدمۂ فرقت کا خیال جب خزاں آئے تو ہو حُسن کے پھولوں کو زوال
تازہ پھولوں سے سدا باغ بھرا رہتا ہے
صورتِ گلشنِ تصویر ہرا رہتا ہے

دیکھ کر عید کا فردوس میں ساماں بلبل (۱۹) نعت محبوب خدا میں ہے گل افشاں بلبل
ہے عجب لہجۂ دلکش سے غزلخواں بلبل وجد میں لاتی ہے پھولوں کو خوش الحاں بلبل
نیند سبزہ کی گلستاں میں اوچٹ جاتی ہے
شاخ گل گردنِ بلبل سے لپٹ جاتی ہے

نشہ رندوں کا بڑھاتی ہے ہوا گلشن میں (۲۰) مست کرتی ہے عنادل کی صدا گلشن میں
کھیلتی پھرتی ہے پھولوں سے صبا گلشن میں گھر کے ہر سمت سے آتی ہے گھٹا گلشن میں

آج ہے عید کا دن بادۂ احمر برسے
بدلے پانی کے الٰہی مئے کوثر برسے

ساقیا عارفِ سالک ترا دیوانہ ہے (۲۱) عشقِ بادہ کا نہ قصہ ہے نہ افسانہ ہے
دل محبت کے گرفتار کا میخانہ ہے عہد و پیمانِ وفا ساغر و پیمانہ ہے

مستقل عزم یہ ہے بادۂ احمر نہ چھٹے
جان بھی جائے مگر ہاتھ سے ساغر نہ چھٹے

ہر طرف شہر میں سرور کی ولادت کی ہے دھوم (۲۲) راستے بند ہیں اللہ ری خلقت کا ہجوم
بھیڑ اتنی ہے کہ کوچے نہیں ہوتے معلوم شور ہر سو ہے کہ صد شکر خدائے قیوم

سب ہیں کوشش میں کہ تحصیل سعادت کرلیں
تاجدارِ عربستاں کی زیارت کرلیں

دیدۂ شوق صفت، باز ہیں افلاک کے در (۲۳) کعبۃ اللہ سے تا عرش پہنچتی ہے نظر
جانبِ عرش مسلسل ہے فرشتوں کا گذر نورِ مولود سے روشن ہے جہاں سرتا سر

رخ مسرت سے منوّر ہے ابوطالبؑ کا
منزلِ نیّرِ دیں گھر ہے ابوطالبؑ کا

انبیاؑ جتنے کہ آدمؑ سے ہوئے تا عیسیٰؑ (۲۴) دیدہ بوسی کو سب آئے ہیں میانِ بطحا
بھر گیا قدسیوں کی فوج سے بازارِ منا پُر ہیں ارواح و اجنّہ سے بلاد و صحرا

مجمع خلق ہے جس سمت نظر جاتی ہے
چار جانب سے صدائے صلوٰۃ آتی ہے

حجلۂ خاص میں حورانِ جناں ہیں موجود (۲۵) طشت وابریق ہے حاضر پے غسلِ مولود
آمنہ پڑھتی ہیں تسبیح خدائے محمود لائے ہیں روح امیں تہنیت ربِ ودُود

عرش سے فرش پہ یہ پہلے پہل آتے ہیں
کشتیاں حُلَۂ جنت کی ملک لاتے ہیں

دیدِ مولود کا ہر ایک نبیؑ ہے مشتاق (۲۶) اس قدر شوقِ زیارت ہے کہ تاخیر ہے شاق
پہلے آدمؑ نے لیا بوسۂ سلطانِ عراق شیثؑ اور نوحؑ پھرے گردِ رسولؐ آفاق

پیار کرنے لگیں بلقیس دعائیں دے کر
لے لیا گود میں مریم نے بلائیں لے کر

ہاجرہ شاد ہیں سارا ہیں نہایت مسرور (۲۷) آسیہ خوش ہیں کہ اب کفر ہوا مصر سے دور
بسکہ حوّا کو ازل سے ہے محبت کا وفور سر سے سردار کے کہتی ہیں کہ اے آنکھوں کے نور

رونقِ کون و مکاں عرش کی زینت ہے تو
میں فدا تجھ پہ مری نسل کی عزت ہے تو

لے کے بوسے رخِ مولود کے کہتے ہیں خلیل (۲۸) کیوں نہ محبوب رکھے تجھ کو خداوندِ جلیل
واقعی تو مہِ کنعاں سے زیادہ ہے شکیل وارثِ صاحبِ توراۃ و زبور و انجیل

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اے جگر بند تری چاند سی صورت کے نثار (۲۹) نرگسی آنکھوں کے قربان متانت کے نثار
خالِ عارض کے فدا مہرِ نبوت کے نثار متبسم ہیں جو لب ان کی نزاکت کے نثار

سرخ ہونٹوں سے خجل لعلِ بدخشانی ہے
آفتابِ فلکِ حسن یہ پیشانی ہے

کشتیِ نوحؑ کو طوفاں سے بچایا تو نے (۳۰) راستہ طور کا موسیٰ کو بتایا تو نے
قید سے یوسفؑ کنعاں کو چھڑایا تو نے نارِ نمرود کو گلزار بنایا تو نے
محوِ تسبیح ترا نور تھا ہم سے پہلے
تو نے سجدہ کیا خالق کو قلم سے پہلے

تجھ کو اللہ نے ہر طرح کی قدرت دی ہے (۳۱) وحش و طیر و جن و انساں پہ حکومت دی ہے
حسن یوسفؑ کا، سلیمانؑ کی شوکت دی ہے مثلِ موسیٰ تجھے خودداری و صولت دی ہے
ہم سے پوچھے کوئی اس رتبہ لاثانی کو
فخر سمجھیں گے ملائک تری دربانی کو

دنگ کردے گی فصیحوں کو بلاغت تیری (۳۲) پائے گی رتبۂ اعجاز فصاحت تیری
زندہ کردے گی ہر اک علم کو حکمت تیری روحِ معنی و بیاں ہوگی طلاقت تیری
حسن اخلاق تری ذات پہ نازاں ہوگا
عربستاں ترے دم سے ادبستاں ہوگا

اے زباں نعتِ محمدؐ میں گہر بار ہو پھر (۳۳) اے زباں صرفِ ثنائے شہِ ابرار ہو پھر
اے خرد آج مے مدح سے سرشار ہو پھر اے قلم تذکرۂ احمدِ مختار ہو پھر
شغل یہ تازہ کن جوشِ وِلا ہوتا ہے
ذکرِ محبوب سے خوشنود خدا ہوتا ہے

ہیں گلِ سر سَبَدِ باغِ نبوت احمدؐ (۳۴) سروِ آزادِ گلستانِ رسالت احمدؐ
زینتِ مسند و دیہیم سیادت احمدؐ رحمت ایزدِ باری پے امت احمدؐ
حشر تک جس کو نہ بھولیں گے وہ احسان کیا
ہم گنہگاروں پہ اولاد کو قربان کیا

مرکزِ امن و اماں قاسمِ جنّاتِ نعیم (۳۵) رہبرِ جادۂ ایثار ورضا وتسلیم
معدلت گستر و دیں پرور و ذیجود ورحیم جس کی قرآن میں تعریف ہے وہ خُلقِ عظیم

در سے ادنیٰ کو نہ بے رتبۂ عالی پھیرا
آپ فاقہ کیے سائل کو نہ خالی پھیرا

وقتِ رحلت بھی رہا بخشش امت کا خیال (۳۶) حالتِ نزع سے تھا خاطرِ اقدس کو ملال
اس تصور سے مگر روح کو صدمہ تھا کمال کہ دمِ مرگ گنہگاروں کا ہوگا کیا حال

رک کے سانس آئے گی تکلیف بہ شدّت ہوگی
دم نکلنے میں بڑی ان کو اذیّت ہوگی

دل میں یہ سوچ کے فرمانے لگے حق سے دعا (۳۷) اے عطا پاش وخطا پوش وکریم ویکتا
ملتجی تجھ سے یہ ہے بندۂ ادنیٰ تیرا بخش دینا مری اُمّت کے گنہ اے مولا

اپنے بندوں پہ صدا رہتی ہے شفقت تیری
اہلِ عصیاں کو مددگار ہے رحمت تیری

مغفرت ان کی جو اس شرط سے ہو مدِ نظر (۳۸) کہ ترا بندۂ ناچیز فدا ہو ان پر
بے تکلف ہوں میں تیار کہ کٹ جائے یہ سر خوش ہوں اس پر بھی کہ برباد ہو ناچیز کا گھر

جان دینے کو مرے لختِ جگر حاضر ہیں
حیدرؑ وشبرؑ وشبیرؑ کے سر حاضر ہیں

کوئی ثانی نہیں اے واحد و یکتا تیرا (۳۹) باوفا عبد کو کافی ہے سہارا تیرا
بے غرض غیر سے ہے چاہنے والا تیرا امتحانات میں عاجز نہیں بندہ تیرا

سرفدا کرنے کو موجود ہوں یحیٰؑ کی طرح
دار پر چڑھنے کو تیار ہوں عیسیٰؑ کی طرح

ابھی حضرت کی مناجات ہوئی تھی نہ تمام (۴۰) لائے اتنے میں یہ جبریل خدا کا پیغام
آپ پر بھیجا ہے خالق نے درود اور سلام اور ارشاد یہ کرتا ہے کہ اے خیرِ انام
جو کسی سے نہ ہوا تم نے وہ ایثار کیا
اپنی سرکار کا ہم نے تمہیں مختار کیا

کوئی عالم میں نہیں دوست ہمارا تم سا (۴۱) خاص بندوں میں نہیں ایک بھی حاشا تم سا
میں ہوں شاہد کہ نہیں چاہنے والا تم سا ہے، نہ ہوگا، نہ ہوا تھا کوئی شیدا تم سا
سب سے بڑھ کر ہمیں ہر حال میں چاہا تم نے
خوب آدابِ محبت کو نباہا تم نے

اے مرے عاشق صادق مرے عبدِ جانباز (۴۲) خیراندیش و وفاکیش و انیس و دمساز
یہ مشیت ہے کہ اب ہجر کے دن ہوں نہ دراز بے نیازی کو ہے مدت سے تمنائے نیاز
منتظر فرحتِ دیدار کے بالذّات ہیں ہم
آؤ اے دوست کہ مشتاقِ ملاقات ہیں ہم

تم ہو سرآمد اربابِ ہُمَم اے احمدؐ (۴۳) راہ ایماں میں سہے تم نے ستم اے احمدؐ
اپنی یکتائی وعزت کی قسم اے احمدؐ تم سے خوشنود ورضامند ہیں ہم اے احمدؐ
پاس ہر امر میں رہتا ہے تمہارا ہم کو
تم سے بڑھ کر کوئی بندہ نہیں پیارا ہم کو

ہم تمہیں حشر کے دن تاجِ شفاعت دیں گے (۴۴) اختیارات پئے بخششِ امت دیں گے
اپنی جانب سے عدالت کی اجازت دیں گے دست رس کُل بہ مثالِ یدِ قدرت دیں گے
ہم کو خاطر شکنی دوست کی منظور نہیں
راستبازانِ محبت کا یہ دستور نہیں

سیر و تفریح کو گلزار جناں حاضر ہے (۴۵) تم کو جس شے کی ضرورت ہو وہاں حاضر ہے
آئے جو چیز تصور میں جہاں حاضر ہے لامکاں جس کا لقب ہے وہ مکاں حاضر ہے

فاصلہ طالب و مطلوب میں اصلا نہ رہے
اب ہمیں مدِ نظر یہ ہے کہ پردا نہ رہے

اے رسولِ عربی قبلۂ دیں شاہِ امم (۴۶) تاجدارِ دو جہاں پشت و پناہِ عالم
ہم کو تا حشر نہ بھولیں گے یہ الطاف و کرم بخدا یا شہِ دیں بندۂ احسان ہیں ہم

بد ہو انجام ہمارا یہ گوارا نہ کیا
ہم سے اولاد کو بھی آپ نے پیارا نہ کیا

اے مسیحائے جہاں رحمتِ ربِّ غفار (۴۷) جان مدّاح کی اس ہمتِ عالی پہ نثار
آل کو فدیۂ خالق جو نہ کرتے سرکار مغفرت امت عاصی کی بہت تھی دشوار

ان کا حامی نہ اگر آپ سا رہبر ہوتا
امتِ لوط سے بھی حال زبوں تر ہوتا

گھر کا گھر آپؐ کا برباد ہوا آپ کے بعد (۴۸) کی نہ زہراؑ سے بھی امت نے وفا آپؐ کے بعد
فرقِ حیدرؑ پہ چلی تیغِ جفا آپؐ کے بعد سبطِ اکبر کو ملا زہرِ دغا آپؐ کے بعد

آل اطہار پہ یہ رنج و محن ہائے غضب
ہدفِ تیر ہوئی لاش حسنؑ ہائے غضب

ہائے اس پر بھی جفاؤں سے نہ باز آئے شریر (۴۹) رہ گئے پنجتنِ پاک میں تنہا شبیرؑ
قتل بیکس کی لعینوں نے یہ سوچی تدبیر اہلِ کوفہ نے کیے ناموں پہ نامے تحریر

ہو کے مجبور مدینہ کے مسافر نکلے
حج کی نیت سے شہ صابر و شاکر نکلے

جب نہ کعبہ میں اماں قبلۂ دیں نے پائی (۵۰) واں سے بھی مصلحتاً کوچ کی نوبت آئی
شکل دکھلانے لگی بیکسی و تنہائی کربلا میں شہِ مظلوم کو قسمت لائی
دوسری تھی کہ در امن و اماں بند ہوا
حد یہ ہے ساتویں سے آبِ رواں بند ہوا

آئے ناموسِ پیمبرؐ میں شہنشاہِ امم (۵۱) بہرِ تعظیم اٹھے روتے ہوئے اہلِ حرم
عرض کی زینبِ مغموم نے شہ سے اس دم کیا شرارت سے نہ باز آئے گی فوج اظلم
صلح ہوگی کسی صورت نہ صفائی ہوگی
رات سے گرم خبر ہے کہ لڑائی ہوگی

بند رستے ہیں کدھر جائے یہ آوارہ وطن (۵۲) حق کو بھی بھول گئے کوفے کے یہ عہد شکن
کس خطا پر نہیں معلوم ہوئے سب دشمن اب مجھے صبر کرو اے مری ناشاد بہن
آؤ مل جاؤ گلے سے دمِ آخر زینبؑ
مرنے جاتا ہوں خدا حافظ و ناصر زینبؑ

کہہ کے یہ بات برآمد ہوئے سلطانِ امم (۵۳) چڑھ کے گھوڑے پہ روانہ ہوئے باجاہ و حشم
آگے آگے تھا بصد شان علی کا ضیغم ہاتھ میں تیغ سپر پشت پہ کاندھے پہ علم
باغِ جنت سے چلی بادِ بہاری دیکھو
غل تھا فرزند پیمبرؐ کی سواری دیکھو

پہنچے اس شوکتِ شاہی سے جو میداں میں امام (۵۴) ہوگئے دنگ دلیران رئے و کوفہ و شام
حجۃ اللہ نے کی آخری حجّت بھی تمام مگر آئے نہ رہِ راست پہ وہ بد انجام
سپہِ ظلم و ستم جنگ پہ تیار ہوئی
جانِ زہرا کی طرف تیروں کی بوچھار ہوئی

روپ کنوآر، کماری آگرہ

اردو کے رثائی ادب کا ایک ایسا نام جس کے وجود کو ایک عرصے تک متفقہ طور پر تسلیم نہیں کیا گیا، اور ایک حلقے نے فرضی سمجھا۔ لیکن اس نام سے کچھ کلام اور ایک مرثیہ مشہور ہوا۔ وہ مرثیہ یا اس کے کچھ بند اکثر اخبارات اور رسائل میں گزشتہ ۵۰/سال کے دوران شائع ہوتے رہے ہیں۔

عصر حاضر میں رثائی ادب کے مشہور محقق ڈاکٹر اکبر حیدری نے اپنی کتاب ''ہندو مرثیہ گو'' میں روپ کماری کے وجود کا اقرار کیا ہے اور مرثیہ بھی شائع کیا ہے۔ اس کے علاوہ رثائی ادب کے عظیم محقق ڈاکٹر تقی عابدی نے روپ کماری کے قطعات، رباعیات، نعت، سلام، منقبت اور ۵/مراثی شائع کیے ہیں۔ یہ مجموعہ کلام ملتان پاکستان سے شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے روپ کماری کی تحریر اور اس پر استاد کی اصلاح کا عکس بھی شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر تقی عابدی کی تحقیق کے مطابق روپ کا تعلق آگرہ سے تھا اور ان کا کشمیری پنڈت گھرانے سے اصل تعلق تھا۔ تعلیم منشی فاضل (فارسی اردو) انگریزی (ہائر سکنڈری) تخلص بعض مقامات پر روپ کہیں کنوآر اور کہیں روپ کنوار استعمال کیا ہے۔ آپ فضل رسول، فضل پھپھرسری اور علامہ تجمل آفندی کی شاگردہ تھیں۔

جہاں تک آپ کی ولادت کا اور وفات کا سوال ہے اس کا کسی کو صحیح علم نہیں، ڈاکٹر تقی عابدی دورِ حیات کے سلسلے میں لکھتے ہیں ''غالباً ۱۹۳۸ء سے قبل فوت ہو گئیں''۔ شادی کے سلسلے میں بھی یہ تحریر کیا ہے کہ روپ کماری کی شادی نہیں ہوئی تھی کیونکہ آپ کا مطبوعہ مرثیہ 'بادۂ عرفان' کتابی شکل میں شائع ہوا اس میں مس روپ کنوار لکھا ہے۔

بہر حال روپ کی حقیقت اور وجود کو اب تسلیم کیا جا چکا ہے، یہ مرثیہ یقیناً قابلِ مطالعہ، ناقابلِ فراموش اور لائق تحسین ہے۔

روپ کنوار کماری۔ آگرہ

مرثیہ

زینت بزمِ فصاحت ہے محمدؐ کی ثنا (۱) گوہرِ تاجِ بلاغت ہے محمدؐ کی ثنا
رونقِ تختِ طلاقت ہے محمدؐ کی ثنا ہاں کلیدِ درِ جنت ہے محمدؐ کی ثنا
خلق میں بندوں پہ اللہ کی رحمت ہے یہی
ہیں جو گمراہ انہیں راہِ ہدایت ہے یہی

نیّرِ بُرجِ رسالتؐ ہے محمدؐ کی ثنا (۲) قمرِ منزلِ جنت ہے محمدؐ کی ثنا
کوکبِ راہِ ہدایت ہے محمدؐ کی ثنا نجمِ تابندۂ قدرت ہے محمدؐ کی ثنا
جس طرح سب کے لیے حمدِ خدا واجب ہے
بس اسی طرح محمدؐ کی ثنا واجب ہے

بابِ رحمت ہے، درِ فضل خدا ہے یہ ثنا (۳) جس کا ایشور ہے ثناخواں وہ ثنا ہے یہ ثنا
ہر ثنا سے ہے جدا سب سے سوا ہے یہ ثنا میرے ایشور میں کہوں کیا اسے کیا ہے یہ ثنا
خود وہ اعلیٰ ہے جو اس مدح کا متوالا ہے
سب ثناؤں میں محمدؐ کی ثنا بالا ہے

اختلاجِ دلِ مضطر کی دوا ہے یہ ثنا (۴) دردِ عصیاں کے لیے خاکِ شفا ہے یہ ثنا
کیا کہوں کیا نہ کہوں کس کی ثنا ہے یہ ثنا نعتِ احمدؐ کہوں یا حمدِ خدا ہے یہ ثنا
طائروں کی جو زباں پر یہ ثنا آتی ہے
ہر نشیمن سے ہری ہر کی صدا آتی ہے

کیوں نہ ہو عرش کی ہمتا یہ ثنائے عالی (۵) گلشنِ مدح کے پودوں کا خدا ہے مالی
اے ثنا والے یہ لونڈی ہے تری متوالی صفتیں تیری کتابوں میں ہیں دیکھی بھالی
غیر مسلم ہوں بظاہر پہ ثنا گستر ہوں
یہ عقیدہ ہے کہ باطل پہ نہیں حق پر ہوں

یہ ثنا مژدۂ بخشش ہے ثنا خواں کے لیے (۶) شمعِ اسلام کا جلوہ ہے مسلماں کے لیے
دل ہے انساں کے لیے جاں ہے نبی جاں کے لیے بو ہے گلشن کے لیے روح ہے ریحاں کے لیے
صبح سب طاعت خلّاق ادا کرتے ہیں
غنچے کھل کھل کے محمدؐ کی ثنا کرتے ہیں

یہ ثنا وہ ہے جو ہے بامِ سعادت کی کمند (۷) اوج میں عرشِ معلّیٰ سے نہیں کم یہ بلند
کھل کے دراس کا درِ قہرِ خدا کرتا ہے بند یہ ثنا وہ ہے جو آئی مرے ایشور کو پسند
تجربہ عشق و محبت کا یہ بتلاتا ہے
ذکرِ محبوب سے عاشق کو قرار آتا ہے

کیوں بشر ہیں متحیّر صفتِ آئینہ (۸) یہ ثنا رحمتِ اللہ کا ہے گنجینہ
جس کو سوجھی نہیں یہ راہ وہ ہے نابینا اس پہ موقوف ثنا خواں کا ہے مرنا جینا
بعد مرنے کے میں فردوس میں جب جاؤں گی
تب صلہ نعتِ محمدؐ کا وہاں پاؤں گی

جھومنے لگتے ہیں پودے یہ ثنا سُن سُن کر (۹) خلد بس جاتا ہے بُو دیتے ہیں ایسی گُلِ تر
ساتھ سب اڑتے ہیں جب طیر طلائے ہوئے پر یا محمدؐ کوئی کہتا ہے، کوئی یا حیدرؓ
سو زبانوں سے یہی کام سدا کرتا ہے
گُلِ صد برگ بھی احمدؐ کی ثنا کرتا ہے

ہر لبِ گُل سے نکلتی ہے ثنائے احمدؐ (۱۰) سب سمجھتے ہیں کہ گویا ہیں برائے احمدؐ
کیسی پُر کیف ثنا ہے میں فدائے احمدؐ اب ثناخواں کے بھی سر میں ہے ہوائے احمدؐ
ڈر نہیں کفر کا لو حد سے میں اب بڑھتی ہوں
صاف کہتی ہوں نبیؐ کا، کلمہ پڑھتی ہوں

نعت کا چرچا ہو کیوں کر نہ ثنا خوانوں میں (۱۱) ان کے باعث سے بہار آئے گلستانوں میں
ایسا ہوگا، نہ ہوا ہے، کوئی انسانوں میں کلمہ پڑھتے ہیں سب جن کا صنم خانوں میں
ان کا ہی جلوہ ہے بس دیر و حرم کا جلوہ
گُل خدائی ہے محمدؐ کے قدم کا جلوہ

یہ نہ ہوتے، تو نہ ہوتا کبھی قدرت کا ظہور (۱۲) یہ نہ ہوتے، تو زمانہ میں نہ ظلمت تھی نہ نور
یہ نہ ہوتے، تو جبل تھے نہ بیاباں نہ بحور یہ نہ ہوتے، تو معطل تھے غرض جملہ امور
یہ نہ ہوتے، تو سزاوارِ ثنا کوئی نہ تھا
گر نہ یہ ہوتے، تو محبوبِ خدا کوئی نہ تھا

کیا ثنا اس کی ہو، زہراؓ سی ہو جس کی دختر (۱۳) کیا ثنا اس کی، کہ جس کا ہو برادر حیدرؓ
کیا ثنا اس کی ہو، حسنینؓ ہوں جس کے دلبر کیا ثنا اس کی، جو ایشور کا ہو منظورِ نظر
کیا ثنا اس کی، جسے خلق میں سب نے چاہا
کیا ثنا اس کی، بنا کر جسے رب نے چاہا

کرسی و عرش بھی ہیں جائے قیامِ احمدؐ (۱۴) قاب و قوسین ہیں مخصوص مقامِ احمدؐ
عین پیغامِ الٰہی ہے پیامِ احمدؐ گویا بھگوان کی باتیں ہیں کلامِ احمدؐ
اس کا شاہد کلمہ بھی ہے اور ایمان بھی ہے
گر احادیث نہ کافی ہوں، تو قرآن بھی ہے

سب حسینوں سے نرالا ہوا ان کا انداز (۱۵) عرش کو حق نے کیا ان کے قدم سے ممتاز
کیسے معراج میں عاشق سے رہے راز و نیاز یہ وہ بندے ہیں جو بندوں میں ہوئے بندہ نواز

حق کی سرکار کے مالک ہوئے یہ پیار ہوا
اسی باعث تو لقب احمدؐ مختار ہوا

اے زہے حُسن کہ بھگوان ہے شیدا ان کا (۱۶) منتظر ان کے تھے داؤدؑ و مسیحؑ و موسیٰؑ
اور نبیوں سے بھلا ان کو میں دوں نسبت کیا کہ یہ عالی ہیں، یہ اعلیٰ ہیں، یہ عالم کی بنا

ان سے پہلے تھا زمانہ نہ زمانے والے
یہی اول ہوئے ایشور کے بتانے والے

یہی مصداق ہیں لولاک لما کے بیشک (۱۷) ان سے گلزارِ نبوت کے گلوں میں ہے مہک
نہ بشر جانتے ہیں کنبہ کو ان کے نہ مَلک کچھ نہ سمجھی میں، جو سمجھی ہوں یہ سمجھی اب تک

عقل حیراں ہے نبیؐ کو کوئی کیوں کر سمجھے
ان کو پرماتما سمجھا ہے یا حیدرؑ سمجھے

اہلِ اسلام ہوں دنیا میں کہ ہوئیں کفار (۱۸) کون ہے جس پہ نہیں آپؐ کے احسان کا بار
آلِ اطہار کی لونڈی ہوں میں جو روپ کنوار حشر کے روز مجھے بھول نہ جانا سرکار

گم نہ میں مجمعِ محشر میں کہیں ہو جاؤں
ڈھونڈھ لینا مرے سرکار جو میں کھو جاؤں

گرچہ بندے تھے، خدائی کا مگر کام کیا (۱۹) کام جو کچھ بھی کیا قابلِ انعام کیا
تھے جو محروم انہیں داخلِ اسلام کیا خود بھی نامی ہوئے بھگوان کا بھی نام کیا

حدِ تکمیل پہ اسلام کو پہنچایا ہے
دیکھو قرآن میں اکملت لکھ آیا ہے

انبیاؑ میں ہے شرف آپ کا سب سے عالی (۲۰) آپ کے دور میں باطل کی ہوئی پامالی
آپ کی ذات ہے اللہ وہ رحمت والی ان کو پایا تو خدا پالیا جنت پالی
یہی بھگوان کے مخصوص ہیں عزت والے
پانچ بندے ہیں خدائی میں یہ رحمت والے

اصلِ ایماں جنہیں سمجھی ہوں وہ ذیشان ہیں پانچ (۲۱) رہنما پانچ، شریعت کے نگہبان، ہیں پانچ
جن کا حافظ ہے خود اللہ وہ قرآن ہیں پانچ جس کو بھگوان سے ہے اُنس، وہ انسان ہیں پانچ
پنجتن کی ہے رضا جس میں وہ مستحسن ہے
پنج کے کہنے سے جو کام کرو احسن ہے

ان کی قربت سے مقرب ہوئے جبریل امیں (۲۲) ان سے جو پھر گیا دنیا ہی ملی اس کو نہ دیں
جز خدا غیر کے آگے نہ جھکی اس کی جبیں ہیں یہی ختم رسل خاتمِ قدرت کے نگیں
بے تکلف انہیں بھگوان سے یکجائی ہے
عرش پر ان کے وصی تک نے جگہ پائی ہے

ان کے بھائی سے بھی اوتاروں نے لی ہے امداد (۲۳) نعمتیں ہیں درِ حیدرؑ کی دو عالم سے زیاد
خوانِ توحید میں بے ان کے نہ لذت نہ سواد ایک ہیں گن لو علیؑ اور نمک کے اعداد
خالی وحدت سے شریعت میں مزا کچھ بھی نہ تھا
یہ نہ ہوتے تو حقیقت میں مزا کچھ بھی نہ تھا

آئے کس شان سے اللہ کی رحمت کی طرح (۲۴) شرع کس کی ہوئی حضرت کی شریعت کی طرح
مصحفِ رخ میں ضیا نور کی سورت کی طرح مصلحت سب وہی ایشور کی مشیت کی طرح
کبھی بے وحی یہ غنچہ نہ زباں کھولتا تھا
گویا محبوب کے پردہ میں خدا بولتا تھا

معدنِ خلق و کرم، مطلعِ الطاف وعطا (۲۵) گوہرِ قلزمِ رحمت ہیں، دُر بحرِ سخا
افتخارِ دو جہاں، زیب دہ عرشِ علا حاملِ وحی خدا ہادیٔ دیں راہ نما

مرتبہ آپ کا بھگوان سے پوچھے کوئی
آپ کی شان کو قرآن سے پوچھے کوئی

دم بھریں جن کا مسیحاؑ بھی وہ دم ان کا ہے (۲۶) راج کونین کا پایا وہ حشم ان کا ہے
حق ملا جس کی بدولت وہ کرم ان کا ہے عرش ہے شاہدِ رفعت وہ قدم ان کا ہے

آپ یوں روبروئے خالقِ کونین گئے
عرش اعظم پہ بھی پہنے ہوئے نعلین گئے

آپ ایشور کے ہیں ایشور کی مشیت ان کی (۲۷) ہادیوں سے کہیں افضل ہے ہدایت ان کی
بڑھ گئی سارے رسولوںؑ سے رسالت ان کی ختم آخر ہوئی خود ان پہ نبوت ان کی

ان سے بہتر کوئی دنیا میں شریعت نہ رہی
آپؐ کے بعد نبوت کی ضرورت نہ رہی

یہ عقیدہ مرا بچپن سے ہے ایشور کی قسم (۲۸) باعثِ خلقتِ آدمؑ ہیں محمدؐ کے قدم
ان کے آگے تو مسیحاؑ بھی نہیں مارتے دم ان کا وہ گھر ہے کہ جو گھر نہیں فردوس سے کم

منزلت آپ کی کونین میں سب کرتے ہیں
ان کا وہ در ہے ملک جس کا ادب کرتے ہیں

یا نبیؐ آپ کے اونچے ہوئے کس درجہ نصیب (۲۹) بات پردہ کی ہے معراج کا قصہ ہے عجیب
جو نہ جانے وہ نہ جانے کہ ہے کیا ہجر حبیب فرقتِ دوست میں ہوتا نہیں آرام نصیب

بے بلائے ہوئے محبوب کے چارہ نہ ہوا
ہجر وہ شئے ہے خدا کو بھی گوارہ نہ ہوا

اسی گل سے ہوئی گلزارِ جناں کی تمہید (۳۰) کلمہ سب نے پڑھا ان کا قریب اور بعید
ان سے ہوتی رہی باطل کی ہمیشہ تردید قل ھو اللہ احد کہہ کے سکھادی توحید

ذات حضرت ہی کی رحمت ہوئی عالم کے لیے
سببِ عفو ہوئی توبۂ آدمؑ کے لیے

میں یہ سنتی ہوں قدِ پاک کا سایا بھی نہ تھا (۳۱) لاکھ کی فکر بھی لیکن یہ معمّہ نہ کھلا
متعجب ہوئی بے حد کہ تعجب کی تھی جا ناگہاں بڑھ کے مری عقلِ رسا نے یہ کہا

بھید دنیا میں کسی نے نہیں پایا ان کا
مجھ سے سن حیدرِ کرّار ہیں سایا ان کا

ہے یہ مشہور نہ تھا سایۂ محبوبِؐ خدا (۳۲) پر میں بے خوف یہ کہتی ہوں کہ ہاں سایہ تھا
وہی سایہ تھا جو سایہ کی طرح ساتھ رہا جس کو قرآن میں ایشور نے کہا انفسنا

کبھی کعبہ میں کبھی عرش پہ پایا اس کو
نہ کہوں پھر بھی محمدؐ کا میں سایا اس کو

میں یہ کہتی ہوں نہ جانے کوئی کیا کیا سمجھا (۳۳) کوئی اس سایہ کو رشکِ یدِ بیضا سمجھا
کوئی اللہ کی قدرت کا نمونہ سمجھا اصلیت اس کی ملک سمجھا نہ بندہ سمجھا

دی جو قرآں نے گواہی اُسے میں سمجھی ہوں
حق یہ ہے ظلِ الٰہی اُسے میں سمجھی ہوں

زیرِ سایہ اسی سایہ کے ہے سنسار کا باغ (۳۴) اس کو سایہ کہوں یا بزمِ دو عالم کا چراغ
مجھ کو مہراج کے سایہ کا لگا اور سراغ میں بھی کیا چیز ہوں پہنچا ہے کہاں میرا دماغ

راز جس سایہ کو بھگوان کا سب کہتے ہیں
قائمِ آلِ عبا ہم اُسے اب کہتے ہیں

میں یہ کہتی ہوں کہ جب آپ کا سایہ ہی نہ تھا (۳۵) کس کے پھر سایہ میں پروان چڑھی ہیں زہراؑ
ہوئی جس سایہ میں تھی فاطمہؑ کی نشوونما اس کو میں کیوں نہ کہوں سایۂ محبوبِ خدا

عقل کہتی ہے کہ زہراؑ نے جسے پایا تھا
اصل میں سایہ وہ بھگوان ہی کا سایا تھا

اک سبب اور یہ سایہ کے نہ ہونے کا کھلا (۳۶) یعنی جب حق نے انہیں خلق کی جانب بھیجا
درد تھا دل میں جو امت کے گناہگاروں کا خود یہاں آگئے سایہ کو وہاں چھوڑ دیا

امتی حشر میں جب گرمی سے گھبرائیں گے
دیکھ لینا اسی سایہ میں اماں پائیں گے

اور سایہ کے نہ ہونے کا کھلا اب یہ سبب (۳۷) ظاہری طور پہ کچھ تھے جو مسلمان عرب
گر قدم سایہ پہ رکھتے تو یہ تھا ترکِ ادب اس لیے ہوگیا حسنینؑ کی وہ شکل میں اب

کیوں نہ پیارے ہوں محمدؐ کو یہ جانی دونوں
سایہ احمدؐ کا ہوں جب احمدؐ ثانی دونوں

آہ کیوں گر نہ پڑا اے فلکِ کج رفتار (۳۸) وہی مہرو کہ جو ہو سایۂ شاہِ ابرار
کیا غضب ہے کہ اٹھے شمر کی اس پر تلوار ستم و جور سے لٹ جائے اسی کی سرکار

پائے دنیا میں نہ دم بھر بھی وہ راحت ہے ہے
اس کے ناموس ہوں پابندِ مصیبت ہے ہے

جس کے کارن سہیں دکھ درد جنابِ زہراؑ (۳۹) کربلا میں وہی مظلوم ہو پابندِ بلا
جس کو سمجھا کیے سب سایۂ محبوبِؐ خدا اس پہ امت کرے کیا کیا ستم و جور و جفا

جس کو محبوب زمانہ میں پیمبرؐ رکھے
اُس کے سینے پہ قدم شمرِ بد اختر رکھے

ہو ادھر خیمۂ سرور میں تو برپا کہرام (۴۰) جلسۂ رقص میں مصروف ہوں واں بدانجام
قتل پر سبطِ نبیؐ کے ہو چراغاں تا شام پوچھتی ہوں کوئی بتلائے یہی تھا اسلام
کلمہ پڑھ پڑھ کے نواسے پہ ستم ہوتے تھے
اہلِ کیں ہنستے تھے جب اہل حرم روتے تھے

کربلا یاد ہے کچھ تجھ کو قیامت کا وہ دن (۴۱) وہ بلا خیز سماں حشر کا آفت کا وہ دن
آلِ اطہارؑ کی بندی کا حراست کا وہ دن میرے مہراج کی رخصت کا مصیبت کا وہ دن
بنتِ زہراؑ کا وہ کہنا کہ بچاؤ بھائی
شعلے خیموں میں بھڑکنے لگے آؤ بھائی

یہ بتاؤ مجھے بھیّا تمہیں پاؤں کیوں کر (۴۲) اس مصیبت سے میں کنبہ کو چھڑاؤں کیوں کر
سرکو اک شب کی دلہن کے میں چھپاؤں کیوں کر غش میں ہیں عابدِ بیمارؑ اٹھاؤں کیوں کر
ان مصائب میں مرا ہاتھ بٹاؤ بھائی
میری فریاد کے سُن لینے کو آؤ بھائی

جل کے گرنے لگا وہ خیمۂ اکبر بیرن (۴۳) پھک گئی نانا کی مسند ہوا محشر بیرن
آگ نے گھیر لیا ہے ترا سب گھر بیرن کہیں جل جائے نہ اب عابدِ مضطر بیرن
کیا کروں کیا نہ کروں مضطر و بے ہوش ہوں میں
اپنے بیمار سے ہشیار سبکدوش ہوں میں

کہہ کے یہ حضرتِ زینبؑ کو غش آیا اک بار (۴۴) آئی پامالی کو لاشوں کی سپاہِ اشرار
کانپا اس صدمہ سے سلطانِ رسالت کا مزار حال پامالی کا کس طرح کہے روپؔ کنوار
قلب قابو میں نہ لکھنے کا مجھے یارا ہے
دل مرا سینہ میں اس صدمے سے صدپارا ہے

سید فراستؔ حسین فراستؔ زیدپوری

آپ کے جداعلیٰ سید عبداللہ ۶۵۴ھ میں قم (ایران) سے ہندوستان آئے اور زید پور (ضلع بارہ بنکی) اپنے فرزند سید زید کے نام پر بسایا۔ اسی سرزمین پر ۷ر ربیع الثانی ۱۲۸۸ھ مطابق ۲۶ر جون ۱۸۷۱ء کو فراستؔ کی ولادت ہوئی۔ وطن میں ہی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد کا نام سید ضامن حسین تھا۔

فراستؔ نے شاعری کے آغاز کے بعد صرف ۱۹ ر سال کی عمر میں پہلا مرثیہ کہا اور مرزا اوجؔ (پسر مرزا دبیرؔ) سے اصلاح لی اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ فراستؔ کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ ان کے فرزند سید محمد عارجؔ کی عین عالم شباب میں موت تھا۔ جس کا اثر ان کی زندگی اور شاعری پر بھی پڑا۔

آپ نے شعروسخن کا ایک بڑا ذخیرہ اپنے بعد چھوڑا کیونکہ آپ کی زود گوئی مشہور تھی۔ جس کا ذکر اکثر اہلِ قلم نے کیا ہے۔ آپ کی تصانیف میں 'ماہِ کامل'، 'ماہِ تمام'، 'تصویرِ وفا' اور 'شہکارِ فراستؔ' خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ 'ماہِ کامل' دو ہزار بندوں پر مشتمل ہے جس میں پڑھنے کی مناسبت سے اس میں مطلعے لگا کر چودہ مراثی کی شکل میں تقسیم کردیا گیا ہے۔ 'ماہِ تمام' میں بھی چودہ مراثی ہیں جو معصومین کے حال کے ہیں۔ 'شہکار فراستؔ' منتخب مراثی کا مجموعہ ہے۔ فراستؔ نے نہ صرف اردو بلکہ فارسی میں بھی مرثیہ کہا ہے۔

فراستؔ کی مرثیہ نگاری پر علی عباس حسینی، ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی، ڈاکٹر سکندر آغا، عرفان عباسی، مرزا امیر علی اور سبط محمد نقوی نے بہت اچھی رائے کا اظہار کیا ہے۔

آپ نے ۲۷ر صفر ۱۳۷۲ مطابق اکتوبر ۱۹۵۲ء کو رحلت فرمائی۔ محسنؔ زیدپوری شاگرد فراستؔ نے رحلت پر تعزیتی نظم کہی جو کافی مشہور ہوئی۔

سید فراست حسین فراست زیدپوری

مرثیہ

حجاب شب میں جو روشن چراغ ماہ ہوا (۱) سفید مثلِ سحر پردۂ سیاہ ہوا
فلک کی سیر سے خوش طائرِ نگاہ ہوا عروج پر شبِ معراج کے گواہ ہوا
زمیں پہ چرخ سے تسبیح کی صدا آئی
نمازیوں کے پھرے دن وہ رات کیا آئی

نسیم خلد چلی گردِ غم ہوئی کافور (۲) زمیں زمیں ہوئی اوجِ فلک سے بارشِ نور
وہ عطر بیز ہوائیں درختوں کا وہ سرور نشیمنوں سے نکالے ہوئے سر اپنے طیور
شگوفہ کاری باغ جہاں کو دیکھتے تھے
زمیں کو دیکھتے تھے آسماں کو دیکھتے تھے

شعاعِ مہر مبیں کی ضیا تھی خاروں میں (۳) غزال کرتے تھے گلگشت سبزہ زاروں میں
ہزبر لیتے تھے انگڑائیاں کچھاروں میں سماں تھا نور کے تڑکے کا آبشاروں میں
فضائے بوقلموں جنگلوں کی ریت میں تھی
بہار تختہ گل چاندنی کے کھیت میں تھی

بچھا تھا فرش زری دشت و در چمکتے تھے (۴) نہالِ طور کی صورت شجر چمکتے تھے
چمن چمن گل و برگ و ثمر چمکتے تھے یہ روشنی تھی پرندوں کے پر چمکتے تھے
چرند خوش تھے ہوا کھا کے مرغزاروں کی
بہار زیرِ قدم سر پہ چھاؤں تاروں کی

(۵) درِ بہشت ہیں وا پیشوا کی آمد ہے ـــ فلک پہ شور تھا خیرالوریٰ کی آمد ہے
ہزار شکر حبیبِ خدا کی آمد ہے ـــ مسیح کہتے تھے شمس الضحیٰ کی آمد ہے

زمیں سے زیب دہِ تختِ نور آتے ہیں
ملک ہوں مجرے کو حاضر حضورؐ آتے ہیں

(۶) خدا کے نور سے ہیں سید البشر پیدا ـــ یہ وہ ہیں جو ہوئے آدم سے پیشتر پیدا
کھلا یہ گل تو ہوئے نخل بارور پیدا ـــ حبیبِ حق کی بدولت ہیں خشک و تر پیدا

ہوئی نمود بہارِ ریاض ہستی کی
چلیں جہاں میں ہوائیں خدا پرستی کی

(۷) انہیں کے نور سے پیدا ہوا ہے عرشِ بریں ـــ درِ رسولؐ کے ذرّے ہیں رشکِ مہرِ مبیں
وہ بندے ہیں کہ خدائی میں ان کا مثل نہیں ـــ یہ آسماں کے شرف ہیں یہ آبروئے زمیں

بہت خدا کو نبیؐ الوریٰ نے یاد کیا
نتیجہ یہ ہوا ان کو خدا نے یاد کیا

(۸) جہاں میں دھوم تھی آتا ہے نونہالِ خلیلؑ ـــ وہ بزمِ شوق کی زینت وہ لطفِ ربِ جلیل
براق خلد سے لے کر رواں ہوئے جبریلؑ ـــ فرشتے کر رہے تھے کارِ خیر میں تعجیل

خدا کی شان ہے کیا سیمبر کی صورت تھی
عجب تھا پیکرِ حیواں بشر کی صورت تھی

(۹) ہر ایک سانس نسیم ریاض قدرت تھی ـــ کہاں سے آیا کہاں انتہائے سرعت تھی
براق تھا کہ مجسم خدا کی رحمت تھی ـــ حضوریٔ شہِ کون و مکاں کی حسرت تھی

ہوا سے تیز تھا دعوہ سنو دلیل کے ساتھ
پہنچ گیا درِ دولت پہ جبریلؑ کے ساتھ

لکھا ہے تھامے ہوئے تھے امینِ وحی عناں (۱۰) ادب کی راہ سے میکال تھے جلو میں رواں
لئے ہوئے تھے سرافیل حلہ ہائے جناں وہ ہاتھ رحل کی صورت یہ پوشش قرآں
فرشتے اور تھے ستر ہزار ساتھ ان کے
خود آئی قدرتِ پروردگار ساتھ ان کے

جلوسِ شاہ کا قرآں سے مل رہا ہے پتا (۱۱) کہ وہ چراغ حرم مسجد الحرام میں تھا
جھکا دیا سرِ سجدہ بوقتِ وحیِ خدا ہوائے شوق چلی سمت مسجد اقصیٰ
زمین ہوگئی صدقے فلک نثار ہوئے
پہن کے خلعت لطف خدا سوار ہوئے

حشم خدم شہِ لولاک کا نرالا تھا (۱۲) چراغ راہ رضا روئے شاہِ والا تھا
پروں سے قدسیوں کے منزلوں اجالا تھا قمر کا مثل نہ تھا بے نظیر ہالا تھا
براق پر رخِ پر نور ضو دکھاتا تھا
چراغ حسن ہوا پر چمکتا جاتا تھا

کدھر ہے ساقیِ نہر لبن قرار نہیں (۱۳) ترے فراق میں کیفیت بہار نہیں
جو لطف آج ہے کل بھی ہو اختیار نہیں یہ سانس آئے نہ آئے کچھ اعتبار نہیں
قریب ہے کہ غضب ڈھائے رنج فرقت کا
سنبھال شیشۂ دل اپنے مستِ الفت کا

قلم تڑپتا ہے کاغذ کو بے قراری ہے (۱۴) عیاں ہے تجھ پہ ریاضت جو کچھ ہماری ہے
غم فراق میں آنسو کی نہر جاری ہے ہرے ہیں داغِ جگر موسمِ بہاری ہے
جو گل ہے تیرے نہ ہونے سے خار ہے ساقی
ریاضِ نظم میں تیری پکار ہے ساقی

ہوائے ہیچمدانی نے کردیا مجبور (۱۵) جواب دینے لگی جھلملا کے شمعِ شعور
مدد کا وقت ہے جلدی دکھا رخِ پرنور   یہ مرحلہ ہے عبادت کا رہبری ہے ضرور
بیاں فضائلِ پیغمبرِ الٰہ کروں
حضور قلب سے ذکرِ نمازِ شاہ کروں

امینِ وحی ہوئے رو بقبلہ استادہ (۱۶) ملا اذان واقامت سے فخر کا جادہ
ملائکہ ہوئے صف باندھنے پہ آمادہ   پکارنے لگی رحمت بچھا کے سجادہ
اذان کہتے ہیں اس کو اقامت ایسی ہو
ہو اس طرح کی نبوت امامت ایسی ہو

ملک، امامِ رسلؑ پر تھے لاکھ جاں سے نثار (۱۷) پیمبرانِ سلف کے جو اس جگہ تھے مزار
ہر ایک روح تھی مشتاقِ طاعت غفار   عیاں فلک سے عجب روشنی ہوئی اک بار
شگفتہ ہوئیں قبریں جو وہ ضیا آئی
ہر اک مزار سے لبیک کی صدا آئی

صفیں درست ہوئیں باب خلد ہوگئے باز (۱۸) پڑھی جناب کے پیچھے سب انبیاؑ نے نماز
نماز پڑھ چکے جس وقت بادشاہِ حجاز   سوار پھر ہوئے ہمراہ لے کے نقد نیاز
گرائی برقِ تحیّر بلند بینوں پر
براق چڑھنے لگا آسماں کے زینوں پر

نگاہِ خلق سے پنہاں رہا ہوا کی طرح (۱۹) ہوا سے رک نہ سکا نالۂ رسا کہ طرح
زمیں سے جانب گردوں چلا دعا کی طرح   بلند ہوگیا تکبیر کی صدا کی طرح
وہ ایک زینۂ قربت تھا شاہِ دیں کے لیے
نماز جیسے ہے معراج مومنیں کے لیے

پہنچ کے چرخ پہ خیر الوریٰ نے کیا دیکھا (۲۰) سنا بھی تھا نہ کسی نے وہ ماجرا دیکھا
زمیں کے رنگ سے ہر رنگ کو جدا دیکھا جدھر حضورؐ گئے باغ اک نیا دیکھا
بشر کا مرغِ خرد اس چمن میں جا نہ سکے
نگاہ شاخ کسی قسم کی لگا نہ سکے

ملک وہ جن کے قریں جا سکے نہ پیکِ خیال (۲۱) کہیں بڑھا ہوا مہرِ مبیں سے رعبِ وجلال
قد ان کے صرف رکوع وسجود مثلِ ہلال محال ہے کہ مفصل بیاں ہو ان کا حال
خطاب کرتے تھے جبریل احترام کرو
سوارئِ شہ دیں آگئی سلام کرو

جگہ جگہ تھی رسولؐ کریم کی تکریم (۲۲) پیمبرانِ سلف جن کے مرتبہ ہیں عظیم
جنابِ آدمؑ و ادریسؑ و نوحؑ وابراہیمؑ مسیحؑ ویوسفؑ وجرجیسؑ ودانیالؑ و کلیمؑ
ہوا سرور ملاقاتِ شاہِ والا سے
ملے یہ قطرۂ نورانی اپنے دریا سے

جنابِ احمدؐ مرسل کے رتبہ داں تھے سبھی (۲۳) نہ دیکھا تھا مگر ان کے وہ مدح خواں تھے جبھی
کدھر ہو ذہن رواں واقعہ بہت ہے ابھی اس آسماں پہ کبھی تھے اس آسماں پہ کبھی
جہاں جہاں گئے حق کے ولی کا ذکر سنا
مُسبّحانِ فلک سے علیؑ کا ذکر سنا

جو آیا حضرتِؐ محبوبِ کبریا کے حضور (۲۴) ہوا وہ حالِ یداللہ پوچھ کر مسرور
جناب کرتے تھے خوش ہو کے حمد ربِّ غفور کہ اس قدر مرے بھائی کا نام ہے مشہور
ہر ایک صاحبِ ایماں علیؑ کا قائل تھا
شگفتہ چار طرف گلشنِ فضائل تھا

ہوئے مدارجِ حیدرؓ ہر آسماں پہ عیاں (۲۵) ملا رسولؐ کو پہلے فلک پہ ایک مکاں
بنا تھا نقرۂ خالص سے قدرتی ایواں سفیدۂ سحری اس کی اینٹوں پر قرباں
جلا سے شانِ خدا آشکار ہوتی تھی
صباحتِ رخِ یوسفؑ نثار ہوتی تھی

ورود چرخِ دوم پر ہوا جو حضرت کا (۲۶) وہاں بنا ہوا سورج کا اک مکاں دیکھا
ستوں چمکتے ہوئے دور تک حصار طلا مناسبت ہے اگر آبِ زر سے لکھئے ثنا
شعاع نیرِ اعظمؐ کا رنگ اڑاتے ہوئے
سنہرے کنگرے اس کے وہ جھجھماتے ہوئے

پہنچ کے چرخِ سوم پر گھر اک نظر آیا (۲۷) جسے بنا ہوا یاقوتِ سرخ سے پایا
یہ رنگ شوخ کہاں سے ہے آسماں لایا اسی کی ضو نے شفق بن کے جلوہ دکھلایا
سمائی دیدۂ مریخ میں ضیا اس کی
جھروکے سرخ وہ دیواریں خوشنما اس کی

گیا وہ فخر مسیحا جو چرخِ چارم پر (۲۸) سفید و صاف نظر آیا ایک قصر گہر
درِ خوش آب تھے دندانِ حور کے ہمسر خدا کی شان نیا برج تھا نئے اختر
ہوئے رسولؐ ثنا خواں کمالِ قدرت کے
گہر نہ کہیئے ثمر تھے نہالِ قدرت کے

پہنچ کے پانچویں گردوں پہ دیکھی اور بہار (۲۹) بنا تھا قصر، شگفتہ تھا ہر طرف گلزار
وہ گھر ہوا تھا گہر ہائے زرد سے تیار تھےایک رنگ میں ڈوبے ہوئے درودیوار
مکاں کا صحن مہکتا تھا بوستاں کی طرح
محل سرور کا تھا کشتِ زعفراں کی طرح

چھٹے فلک پہ نظر آیا کس فضا کا مکاں (۳۰) جواب عرش کا، سرتاج روضۂ رضواں
وہ صحن رشک چمن وہ زمرّدی ایواں ستون اس کے تھے یا سبز پوش اہلِ جناں
ہرے دریچوں سے تازہ ہوائیں آتی تھیں
بہار دیکھ کے محرابیں مسکراتی تھیں

گیا وہ زینتِ کونین چرخِ ہفتم پر (۳۱) ملا وہ قصر صفائی میں تھا جو رشکِ گہر
بنا تھا عرشِ معلیٰ کے نور سے وہ گھر وہ دیکھے اس کو محمدؐ سا ہو جو اہلِ نظر
رسائی ان کی ہوئی اور کوئی کیا جاتا
جو ہوتے حضرت موسیٰؑ تو پھر غش آجاتا

یہ ساتوں قصر تھے خالق کی صنعتوں پہ گواہ (۳۲) لکھا ہے دو دو فرشتے تھے حاجب درگاہ
پڑی رسولؐ دو عالم کی جس مکاں پہ نگاہ تو جبرئیلؑ کی جانب پھرے شہِ ذیجاہ
کیا سوال مکیں کون اس مکان کا ہے
ملا جواب گھر اک ہاشمی جوان کا ہے

ہر ایکبار یہی عرض کرتے تھے جبریلؑ (۳۳) پر اس بیان کی آخر میں ہوگئی تکمیل
ملک جو قصروں کے درباں تھے باوقار وجلیل انہیں کے منہ سے اس اجمال کی ہوئی تفصیل
وہ ہاشمی یہ شرف جس کا آسماں پر ہے
علیؑ ولیِ خدا آپ کا برادر ہے

کہاں کہاں گئے محبوب خالقِ یکتا (۳۴) عروجِ بخت پہ تھی روحِ جبرئیلؑ فدا
سنا ہے اہلِ جہاں نے فسانہ دوزخ کا شفیع حشر نے وہ حشر آنکھ سے دیکھا
سیاہ کاروں پہ آتش کے گُرز چلتے تھے
دماغ جلتے ہوئے استخواں پگھلتے تھے

جلو میں چترِ زری ہے نہ سائباں سر پر (۳۵) خدا کے قہر کا ٹوٹا ہے آسماں سر پر
ملک لگاتے ہیں گرزِ شرر فشاں سر پر بجائے زلفِ گرہ گیر ہے دھواں سر پر
ہوس ہے خاک دلِ ناتواں میں آگ لگی
مکیں پہ آگئی آفت مکاں میں آگ لگی

چرند روضۂ رضواں کی سیر کرتے ہوئے (۳۶) ٹہل رہے ہیں دم آب و ہوا کا بھرتے ہوئے
نظر کی حد سے وہ نخل چمن گزرتے ہوئے وہ حوض نہر میں شاخوں سے مرغ اترتے ہوئے
کنارِ موج میں لیں کروٹیں گلوں کی طرح
اٹھایا سر کبھی پانی کے بلبلوں کی طرح

دکھا رہی ہے وہ نہرِ بہشت شانِ خدا (۳۷) کہ جس کا نام ہے مرقوم جنت الماویٰ
رواں ہیں کشتیاں یاقوت سرخ کی کیا کیا فرشتے پہنے ہوئے سبز جامۂ زیبا
سوار کشتیوں پر ہیں بڑے تجمل سے
گلوں کو دیکھ رہے ہیں نگاہِ بلبل سے

تمام باغ میں تھے یوں تو بیشمار شجر (۳۸) پر اک درختِ بزرگ آیا شاہِ دیں کو نظر
عیاں تھے حلۂ خوشرنگ اس کی شاخوں پر گل و ثمر کے عوض قسم قسم کا زیور
قمر جمالوں کا غنچہ اِدھر اُدھر دیکھا
حجاب نور میں حوروں کو جلوہ گر دیکھا

نسیم زیرِ شجر بار بار آتی ہے (۳۹) قریب گھوڑوں کے بے اختیار آتی ہے
بہار دیکھنے ان کی بہار آتی ہے کہ بوئے الفتِ دلدل سوار آتی ہے
کہا نبیؐ نے شجر یہ ہے کس ولی کے لیے
جواب روحِ امیں نے دیا علیؑ کے لیے

یہ لطف دیکھ کے آگے بڑھے حبیب الٰہ (۴۰) سواریوں کو بدلتے ہوئے شہ ذی جاہ
عجیب شان سے طے کر رہے تھے شوق کی راہ قریب مسکنِ جبریلؑ آ گئے ناگاہ
نئے مکیں نظر آئے نئے مکاں دیکھے
طیور گلبن سدرہ کے آشیاں دیکھے

ٹھہر کے کہنے لگے جبرئیلؑ حق آگاہ (۴۱) طلب جہاں کی ہے واں جائیں آپ بسم اللہ
یہ بات سنتے ہی بولے رسولؐ عرشِ پناہ اکیلا چھوڑتے ہو مجھ کو اے برادر واہ
وہ عرض کرنے لگے حکمِ کردگار نہیں
میں یاں سے آگے بڑھوں اتنا اختیار نہیں

شجر کی چھاؤں میں تھی ایک نہرِ نورانی (۴۲) عیاں تھا جس کے چھلکنے سے جوشِ ایمانی
نہ خوفِ غرق، نہ زورِ ہوائے طوفانی کہ محض رحمتِ معبود کی تھی طغیانی
لگایا نہر میں غوطہ تو شہ کہاں نکلے
حجابِ عرشِ معلّیٰ کے درمیاں نکلے

وہ پردہ اتنے میں اوپر کھنچا بصد تہذیب (۴۳) عجیب پردے میں حق نے اٹھائے نازِ حبیبؐ
عزیزِ مصر نبوتؐ ہوا خدا سے قریب ملائکہ میں یہ قربت ہوئی ہے کس کو نصیب
کسی بشر کا یہ رتبہ ہوا نہ جنّی کا
خطاب کس نے سنا حق سے اُدن منّی کا

سخن خدا کا جنابِ امیر کی آواز (۴۴) وہ قرب طالب و مطلوب کا وہ راز و نیاز
یہ اس کی منزلِ حکمت کے ہیں نشیب و فراز کوئی دنیٰ فتدلّیٰ کا جانتا نہیں راز
بڑے بڑے حکماء یاں زباں ہلا نہ سکے
کہ تیرِ عقل کو قوسین سے ملا نہ سکے

وہ عبدِ نیک سے بندہ نواز کی باتیں (۴۵) سنبھل سنبھل کے وہ شاہِ حجاز کی باتیں
کرم کے ساتھ ادھر بے نیاز کی باتیں ادھر نیاز کے پردہ میں ناز کی باتیں
وہ کیسی راز کی باتیں تھیں کوئی کیا جانے
دلِ حبیبؐ خدا جانے یا خدا جانے

جناب سا کوئی عابد نہیں حقیقت میں (۴۶) نماز لائے بجا ایسے وقت قربت میں
چراغِ کعبہ تھا روشن خوشی کی صحبت میں مگر اداس خیالِ نجاتِ امت میں
عطا یہ ہے کہ نہ بھولے خطا شعاروں کو
وہاں بھی یاد رکھا ہم گناہگاروں کو

نویدِ عفو کو سنتے ہی دل ہوا مسرور (۴۷) قریب پردہ کے آئے حبیبِ ربِ غفور
اٹھا حجاب ہوا قدرتِ خدا کا ظہور کہ جلوہ گر ہوئے چودہ مرقع پرنور
مقدم ان میں تھی خود اس جناب کی تصویر
قریبِ ختم رسلؐ بوترابؑ کی تصویر

ہوا مرقعِ زہراؑ علیؑ کے بعد عیاں (۴۸) لباس عفت وعصمت میں جسم پاک نہاں
ندا یہ آئی کہ اے افتخارِ کون ومکاں شبیہیں اب رہیں گیارہ بتاؤں ان کا نشاں
امامِ خلق ہیں لختِ جگر علیؑ کے ہیں
یہ سب وصی ہیں تمہارے پسر علیؑ کے ہیں

خوشی کے پردہ سے اتنے میں نکلی صورت غم (۴۹) شبیہہ پانچویں تھی یا مرقعِ ماتم
مقابل اس کے نظر آیا ایک دشتِ ستم بھرا ہے فوج سے میداں کھلے ہوئے ہیں علم
چمک رہی ہیں سنانیں کھنچے کبادے ہیں
کہیں سواروں کا جھرمٹ کہیں پیادے ہیں

وہ ہولناک بیاباں وہ ظالموں کی بھیر (۵۰) لیے ہیں تیر ہلاتے ہیں نیزۂ وشمشیر
ہدف بناتے ہیں مظلوم کے جگر کو شریر ہے ایک بے سروساماں کے قتل کی تدبیر
غریب کیا کرے اب زندگی کی آس نہیں
سپاہِ غم کے سوا کوئی آس پاس نہیں

پڑے ہیں خاک پہ لاشے زمانہ ہے دشمن (۵۱) ہے ان کے غسل کا ساماں نہ فکرِ گور وکفن
ہزار حیف ہوئے پاش پاش گل سے بدن عبث لہو میں ہوئے غرق حربۂ آہن
بلا نصیبوں کو اندوہ و یاس نے مارا
گواہ سوکھے ہوئے لب ہیں پیاس نے مارا

فگار تیغ و تبر سے ہیں سینہ وپہلو (۵۲) عبائیں سرخ ہیں زخموں سے بہہ رہا ہے لہو
وہ ان کے چہروں کی غربت کہ دل ہو بے قابو جو کوئی غیر بھی دیکھے ٹپک پڑیں آنسو
زمین گرم پہ ہے پیر خستہ جاں کوئی
ہزار حیف کوئی طفل نوجواں کوئی

کمانیں اتنے میں کڑکیں بڑھیں سپاہ جفا (۵۳) اسی شبیہ پہ تیروں کا مینھ برسنے لگا
صدا یہ تب لبِ تصویر سے ہوئی پیدا ڈرو خدا سے بتاؤ مری خطا ہے کیا
لہو بہاتے ہو کیوں تین دن کا پیاسا ہوں
ارے تمہارے پیمبرؐ کا میں نواسہ ہوں

وہ سب تھے دشمنِ جاں کون سنتا تھا فریاد (۵۴) تھے ایک سر کے خریدار سینکڑوں جلاد
لگائے پیکرِ نازک پہ حربۂ بیداد سناں کی ضرب سے ٹکڑے ہوا دلِ ناشاد
بہایا خون جگر ظالموں کے تیروں نے
خدا پرست کو بسمل کیا شریروں نے

وہ گھرے زخم وہ بیکس کی حالتِ جانکاہ (۵۵) ہجومِ فوج میں جاسکتا تھا نہ پیک نگاہ
ہٹا کے بھیڑ بڑھا ایک سنگدل ناگاہ نکالا میان سے خنجر نہ آیا خوفِ الٰہ

زمیں لرزنے لگی حشر آشکار ہوا
کیا وہ ظلم کے مظلوم بے قرار ہوا

یہ حال دیکھ کے گھبرائے شافعِ محشر (۵۶) جنابِ حق میں کیا التماس رو رو کر
نہیں ہے دیکھنے کی تاب بس مرے داور تری پناہ کلیجے پہ چل گیا خنجر

یہ کون قاتلِ بے رحم ہے بتا یارب
مجھے سیاہِ ستم گر کا دے پتا یارب

یہ کون سا ہے بیاباں مقام شیون وشین (۵۷) بتادے نام یہ مظلوم کون ہے بے چین
نہیں زمانہ میں ایسا قتیل تیغ وسنین عجیب درد سے آئی ندا حسینؑ حسینؑ

شرف یہ ماں کا ہے اور فخر اپنے باپ کا ہے
پسر علیؑ کا ہے چھوٹا نواسہ آپؐ کا ہے

تمہاری امت عاصی ہے ظلم پر مائل (۵۸) یہ لوگ طالبِ دنیا ہیں دین سے غافل
رسولؐ کے کلمہ گو امام کے قاتل نجات ان کی نہیں سب ہیں نار کے قابل

نکالے خنجرِ کیں شمر بے حیا ہے یہ
بلا کا بن جو نظر آیا کربلا ہے یہ

سرِ حسینؑ سناں پر رکھے گی فوجِ یزید (۵۹) دیارِ شام میں ظالم کریں گے فتح کی عید
جزا ہے اس کی یہی جب اٹھائے ظلم شدید بہشت و نار کا حاکم ہو حشر میں یہ شہید

عیاں ہو ساری خدائی پہ مرتبہ اس کا
گناہگاروں کی بخشش ہو خوں بہا اس کا

جناں میں اس کے عزادار پہنیں حلۂ نور (۶۰) قصور عفو ہوں لعل و گہر کے پائیں قصور
رضا خدا کی یہ ہے آپ کو ہے کیا منظور جھکا دیا سرِ تسلیم ہوگئے مجبور
کہا کہ تابعِ فرماں رسولؐ ہے یارب
نجات پائیں محبّ سب قبول ہے یارب

مجھے ہے بخششِ امت سے کام اے مولا (۶۱) ہو اس گروہ کو راحت، اٹھاؤں میں ایذا
یہ کہہ کے سجدۂ رخصت کیا نبیؐ نے ادا ہوئے وداع خدا سے شفیع روزِ جزا
یہ قدرت اس کی تھی کس طرح عرش پر پہنچے
پلک جھپکنے نہ پائی کہ فرش، پر پہنچے

غمِ حسینؑ میں تھے بے قرار خیر بشر (۶۲) اسی خیال میں کی عمر چند روز بسر
یہ داغ لے کے جہاں سے کیا نبیؐ نے سفر جو دیکھ آئے تھے روداد عرش اعظم پر
اسی طرح یورشِ فوجِ پُر غرور ہوا
ہر ایک ظلم کا سن ساٹھ میں ظہور ہوا

عجیب معرکۂ کربلا کی ہے روداد (۶۳) بلا کے دشت میں آباد گھر ہوا برباد
رفیقوں پر تھی تباہی عزیزوں پر بیداد خدا کی راہ میں کام آئی شاہ کی اولاد
پرائے دیس میں فرقت بہن کی بیٹوں کی
حسینؑ سے وہ جدائی حسنؑ کے بیٹوں کی

فراستؔ اس سے زیادہ نہیں ہے تابِ مقال (۶۴) جو کرنا ہو وہ حسینؑ سخی سے کرلے سوال
رہے حسینؑ کی مدحت کا خواب میں بھی خیال انہیں کے صدقہ میں پاتا ہے ذہن اوجِ کمال
نگاہِ لطف ہوئی مدح خوان سرور پر
ترے کلام نے معراج پائی منبر پر

سید سرفراز حسین رضوی خبیرؔ لکھنوی

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام علی رضاؑ سے ملتا ہے۔آپ کی ولادت ۳؍ستمبر ۱۸۹۷ء میں ہوئی۔ والد کا اسم گرامی سید اعجاز حسین تھا، وہ بھی شاعر تھے۔ گھر کے علمی و ادبی ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی والد سے حاصل کی۔اس کے بعد عربی تعلیم جناب مولانا سید محمد صاحب اور حکیم جعفر محمد صاحب سے حاصل کی۔

گھر کے ماحول کے سبب کم عمری سے ہی شاعری کا آغاز ہو گیا تھا۔ کچھ دن بیخودؔ موہانی اور نواب مرزا علی خاں ہنرؔ کو کلام دکھایا بعد میں مرزا محمد جعفر اوجؔ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا اور مرثیہ گوئی کی جانب خاص رجحان ہو گیا۔ مرزا اوجؔ کی شاگردی نے اس رجحان میں اور بھی اضافہ کر دیا اور ایک مرثیہ گو کی حیثیت سے خاص مقبولیت حاصل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ دبستانِ دبیرؔ کے آخری مرثیہ گو تھے۔ مرزا دبیر کی روایت جو مرزا اوجؔ سے ہوتی ہوئی آپ تک پہنچی تھی آپ نے اسے نہایت کامیابی سے قائم رکھا، اسی لیے خاص شہرت حاصل کی لکھنؤ سے باہر بھی اکثر بلائے جاتے تھے۔

خبیرؔ کا انتقال ۶؍صفر ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) کو لکھنؤ میں ہوا، اور دبستانِ دبیرؔ کا یہ آخری چراغ گل ہو گیا۔ خبیرؔ کو دربارِ رامپور میں خاص عزت حاصل تھی۔ نواب رضا علی خاں آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور آپ کے کلام کے بے حد قدردان تھے۔ آپ کے مراثی کا مجموعہ ''بدرِ کامل'' نام سے ۱۳۷۳ھ میں نظامی پریس لکھنؤ سے دو جلدوں میں شائع ہوا تھا۔ جس کا اسم تاریخی 'گلستانِ خبیر' ہے۔ ہر جلد میں ۷؍مراثی ہیں۔ اس طرح یہ کل چودہ مراثی چودہ معصومین کے حال کے ہیں۔ اس مجموعے کو کافی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ دیگر مراثی کی بھی ایک قابلِ ذکر تعداد آپ نے تصنیف کی ہے۔

سید سرفراز حسین رضوی خبیرؔ لکھنوی

مرثیہ

معمورۂ عرفانِ خدا سینہ ہے میرا (۱) مملو دُرِ مقصود سے گنجینہ ہے میرا
فانوسِ تجلّی دلِ بے کینہ ہے میرا توحید نما خلق میں آئینہ ہے میرا
امیدوں کے جھرمٹ میں وہ یکتا نظر آیا
کثرت میں بھی وحدت کا تماشا نظر آیا

ہے پھول کی رنگت میں بھی اک شان اسی کی (۲) ہے بدر کی جلوت میں بھی اک شان اسی کی
ہے شمس کی طلعت میں بھی اک شان اسی کی ہے چرخ کی رفعت میں بھی اک شان اسی کی
ہر پنکھڑی میں اُس گلِ امید کو دیکھا
ذرّوں میں بھی ہم نے اُسی خورشید کو دیکھا

دل والوں کو بھاتی ہیں یہ عرفان کی باتیں (۳) بلبل ہی سمجھتی ہے گلستان کی باتیں
مومن کو پسند آتی ہیں ایمان کی باتیں یہ صورت و معنیٰ میں ہیں قرآن کی باتیں
دل، معرفت و یاد خدائے دوسرا کو
پائی ہے زباں، مصحفِ ناطق کی ثنا کو

وہ مصحفِ ناطق جو ہے محبوبِ الٰہی (۴) کونین میں ہے طالب و مطلوب الٰہی
عالم کا مُربّی ہوا مربُوب الٰہی قرآن سے پہلے تھا یہ مکتوبِ الٰہی
کرسی کا نشاں تھا نہ پتا لوح و قلم کا
تصویرِ حدوث اِس کی تھی آئینہ قدم کا

گردوں تھے نہ اختر تھے نہ یہ شمس و قمر تھے (۵) دریا تھے، نہ موجیں تھیں، نہ آتش نہ شرر تھے
جنگل تھے، نہ گلشن تھے، حجر تھے، نہ شجر تھے طائر تھے، نہ نغمے تھے، نہ نغموں کے اثر تھے
مستور حجابِ عظمت نور نبیؐ تھا
وہ ذات تھی یا مثلِ صفت نور نبیؐ تھا

اس نور سے ارشادِ الٰہی ہوا اک بار (۶) تجھ میں مری قدرت کے نمایاں جو ہیں آثار
مضمر ہیں تری ذات میں یکسر مرے انوار تو میری ہدایت کے خزینوں کا ہے مختار
میں تیرے لیے جن و ملک خلق کروں گا
شمس و قمر و ارض و فلک خلق کروں گا

ہو شب کا سویدا کہ سحر کا ہو سپیدا (۷) ہر چیز کروں گا میں ترے واسطے پیدا
عاشق ہوں میں تیرا تری اولاد کا شیدا عترت سے تری علم مرا ہوگا ہویدا
مقصود ہے توحید کا تا حشر سبق ہو
بندوں کے لیے آل تری حجت حق ہو

جب ہو چکی یہ لطف وعنایات کی گفتار (۸) دو حرفوں سے کونین بنائے گئے اک بار
یوں سب پہ کھلا پھر شرفِ احمدؐ مختار پیشانی آدمؑ کو کیا مطلعِ انوار
یہ نور بنا شاہد و مشہودِ ملائک
فرمان خدا سے ہوا مسجودِ ملائک

یہ نور حجابات میں کیا بن کے رہا ہے (۹) قندیل درِ عرش علا بن کے رہا ہے
پھر طور پہ یہ نور خدا بن کے رہا ہے شمعِ یدِ بیضا میں ضیا بن کے رہا ہے
حسنِ رخِ یوسفؑ نے صفا پائی اسی سے
یعقوبؑ کو حاصل ہوئی بینائی اسی سے

اے صلِ علیٰ ذاتِ خوش انجامِ محمدؐ (۱۰) خالق کی ہے رحمت کرمِ عامِ محمدؐ
امت کے لیے عام ہے انعامِ محمدؐ ایماں کے نگیں پر ہے رقم نامِ محمدؐ
اس نام نے مفلس کو بھی سلطان بنایا
تھے خاک نشیں جن کو سلیمانؑ بنایا

تھا نورِ پیمبرؐ کا خدا آپ نگہباں (۱۱) کیونکر نہ خلیلؑ ان کے مراتب پہ ہوں قرباں
تھا صلب میں نورِ احمدِؐ مرسل کا جو پنہاں گل ہو کے ہوئی آتشِ نمرود گلستاں
اس نور کے اعجاز کی یہ جلوہ گری تھی
شعلوں کی لپک موجِ نسیمِ سحری تھی

اس معجزے سے قبل ولادت ہوا روشن (۱۲) کرسکتا ہے یہ نارِ جہنم کو بھی گلشن
پیدا ہوا جب وہ شرفِ وادیٔ ایمن آتشکدہ ایران کا گل ہوگیا فوراً
تھرائی زمیں رعبِ شہِ جن و بشر سے
کسریٰ کا جلو خانہ ہلا جس کے اثر سے

خود خانۂ کعبہ نے کیا شکر کا سجدہ (۱۳) تھی ساتھ ہی تکبیر کے آواز یہ پیدا
صد شکر گیا کفر و ضلالت کا زمانا میں پاک ہوا آج مقدر مرا پلٹا
دن پھر گئے فیضِ قدمِ شاہِ امم سے
بت دور ہوئے جاتے ہیں اب طاقِ حرم سے

کونین میں میلادِ نبیؐ کا یہ اثر تھا (۱۴) تھے ارض وفلک محوِ ثنا خوانیٔ مولا
کیا مصلحتِ حق میں ہے انسان کا چارا تھے بطن ہی میں باپ کا جب اٹھ گیا سایا
محروم رہے راحتِ آغوشِ پدر سے
چھ سال کے تھے آپ کے ماں اٹھ گئیں سر سے

دو سال رہے سایۂ جد میں شہ والا (۱۵) جب وہ بھی سدھارے طرفِ عالمِ بالا
قربانِ عنایاتِ خداوندِ تعالیٰ ماں باپ سے بڑھ کر ہے وہی پالنے والا
عمرانؑ کا اِدھر پیار ادھر حق کی مدد بھی
فرزند انہیں جانتی تھیں بنتِ اسد بھی

گر بنتِ اسد نے کبھی ہنستا ہوا پایا (۱۶) خوش ہوگئیں زانو پہ محبت سے بٹھایا
اِس گل کو سدا بادِ مخالف سے بچایا کھانا بھی انہیں اوٹ میں چادر کی کھلایا
پروانہ صفت جان بھتیجے پہ فدا تھی
مالک نظرِ بد سے بچائے یہ دعا تھی

راتوں کو سدا لوریاں دے دے کے سلانا (۱۷) منہ دیکھ کے الجھی ہوئی زلفوں کو بنانا
بے چین کبھی بسترِ راحت پہ جو پانا آہستہ سے پہلو میں بہ آرام لٹانا
مرغوب تھی آنکھوں کو جو دلدار کی صورت
سوئیں نہ کبھی نرگسِ بیمار کی صورت

گزرے اسی صورت سے کئی سال کئی ماہ (۱۸) جب تیرہ برس کے ہوئے سلطانِ حق آگاہ
اک بار ابوطالبؑ ذی قدر کے ہمراہ جاتا تھا سوئے شام وہ شاہنشہِ ذی جاہ
ہر چند کہ صحرا میں نہ سایہ بھی کہیں تھا
یمنِ قدمِ شاہ سے فردوسِ بریں تھا

دیکھا کسی راہب نے شہِ دیں کو سراپا (۱۹) پاس آکے ابوطالبؑ ذیشاں کے وہ بولا
اس بچے سے اک شان بڑی ہوگی ہویدا تم اس کو لعینوں کی شرارت سے بچانا
ہر چند سزا ظلم کی بھی پائیں گے دشمن
پر جتنے یہودی ہیں وہ ہوجائیں گے دشمن

گھر جاؤ اُٹھاؤ نہ سفر کے یہ صعوبات (۲۰) پلٹے یہ سخن سن کے ابوطالبؑ خوش ذات
سب ٹھیک تھی راہب نے جو رستے میں کہی بات   وقت آیا رسالت کا تو کیا ظلم تھا ہیہات
ہر ایک یہودی ہوا ایمان کا دشمن
عزّت کا عدو کوئی، کوئی جان کا دشمن

تھا دل کو زمانے کی عداوت سے نہ کچھ غم (۲۱) بڑھتا ہی رہا مرتبۂ سیّد عالمؐ
ظاہر ہوئے یوں معجزے پر معجزے پیہم   باقی نہ رہا مسئلۂ دیں کوئی مبہم
پانے لگا انجام ہر اک کارِ رسالتؐ
سرکار ہوئی آپ کی سرکارِ رسالتؐ

وہ دینِ خدا اوج پہ وہ کفر کی پستی (۲۲) دنیا سے وہ اٹھتی ہوئی اصنام پرستی
ہر چند گرانقدر تھی ایمان کی ہستی   مومن کے لیے جنسِ شفاعت ہوئی سستی
ظلِّ کرمِ خالق علاّم میں آیا
جس نے کلمہ پڑھ لیا اسلام میں آیا

کرتے رہے تبلیغ نبیؐ دینِ خدا کی (۲۳) رغبت کی نظر جانبِ دنیا نہ ذرا کی
مرغوب تھی حق کو جو ادا صبر و رضا کی   موسیٰ سے سوا آپ کو توقیر عطا کی
افزوں یہ ہوا دین کے سرتاج کا رتبہ
محبوب کو بخشا گیا معراج کا رتبہ

تھی شانِ خدا یا شبِ معراج کا منظر (۲۴) وہ دوش پہ لٹکے ہوئے گیسوئے معنبر
تھے طالعِ بیدار کے چھٹکے ہوئے اختر   تھا چرخ کی قسمت کا ستارہ مہ انور
اک وجد کا عالم تھا ہوا جھوم رہی تھی
پیشانی مہ کاہکشاں چوم رہی تھی

اے صلِ علی کشف و کرامات کی وہ رات (۲۵) عاشق کے لیے فخر و مباہات کی وہ رات
مشتاق نگاہوں کے اشارات کی وہ رات دو چاہنے والوں میں ملاقات کی وہ رات

وہ دھوم کی دعوت وہ مدارات کی باتیں
دن رات سنا کیجئے اُس رات کی باتیں

اس شب کا فسانہ ہے حقیقت کا ترانا (۲۶) فرمانِ الٰہی سے وہ جبریل کا آنا
وہ سرورِ کونین کا آرام میں پانا وہ پائے ادب چوم کے حضرت کو جگانا

سمجھے ہوئے تھے نازکیٔ خُوئے محمدؐ
آنے نہ دیا بل سرِ ابروئے محمدؐ

جبریل کی وہ عرض حضورِ شہِ ذی جود (۲۷) حضرت کی ملاقات کو مشتاق ہے معبود
ہیں طالب دید اہلِ جناں بادلِ خوشنود ہوں زینت زیں آپ سواری بھی ہے موجود

فردوس سے باساز و یراق آیا ہوا ہے
مولا کی سواری کو براق آیا ہوا ہے

سنتے ہی کیا شکرِ خدا شاہِ امم نے (۲۸) پرنور کیا دامنِ زیں شمعِ حرم نے
مرکب کے قدم دوشِ ہوا پر لگے جمنے کہتے تھے ملک چال یہ دیکھی نہیں ہم نے

طے کرتا ہے دم میں فلکِ ہفت طبق کو
وہ قدرتِ حق لے کے چلی رحمت حق کو

انداز حسینوں کو سکھاتا ہوا مرکب (۲۹) پریوں کو بھی دیوانہ بناتا ہوا مرکب
ہرگام حدیں قرب کی پاتا ہوا مرکب آتی ہوئی ہے وحی کہ جاتا ہوا مرکب

بکّہ ہے یہ نورِ نگہِ اہلِ یقیں کا
جھونکا ہے ہوائے پرِ جبریلؑ امیں کا

وہ صاف جبیں، سینہ وہ شفاف وکشادہ (۳۰) پامال ہوں دل حوروں کے انداز وہ سادہ
قدموں سے ملا ہے رہِ تسلیم کا جادہ　　یہ شیشۂ عرفاں کا ہے اڑتا ہوا بادہ
وہ جوش جسے دیکھتے ہی مست نظر ہو
عاشق کی زباں پر یہ رواں مثلِ خبر ہو

جائے جو ہوا پر وہ قدمباز یہی ہے (۳۱) ہاں حشر کی رفتار کا انداز یہی ہے
اب تک جسے سمجھے نہیں وہ راز یہی ہے　　محبوبؐ خدا پشت پہ ہے ناز یہی ہے
ہے برق کے آئینہ میں تصویر اسی کی
کہتے ہیں رسا جس کو ہے تقدیر اسی کی

کوتاہ نظر کہتے ہیں اس کو کہ قمر ہے (۳۲) ہم کہتے ہیں خالق کی محبت کا اثر ہے
یہ پردۂ شب میں شبِ فرقت کی سحر ہے　　اللہ کی قدرت ہے ملک ہے نہ بشر ہے
راکب ہے محمدؐ سا سلیمانؑ نہیں ہے
یہ بار اٹھا لینا کچھ آسان نہیں ہے

بالائے فلک پہنچی جو حضرت کی سواری (۳۳) اس قبلۂ آخر نے کیا سجدۂ باری
آنسو تھے مسرت کے سبب آنکھوں سے جاری　　یا تھا جبروتِ صمدی باعثِ زاری
قدسی ہوئے بشاش زیارت کے شرف سے
کی شہ نے ملاقات رسولانِ سلف سے

ہر چرخ کو طے کرتے ہوئے سرورِ ایماں (۳۴) پہنچے درِ فردوس پہ باخاطرِ شاداں
تھا دیدۂ مشتاق ہر اک خلد کا ایواں　　خدمت پہ کمر باندھ کے حاضر ہوا رضواں
کی عرض کہ گلزارِ جناں دیکھیے مولا
اللہ کی قدرت کے نشاں دیکھیے مولا

فردوسِ بریں میں جو قدم آپ کے آئیں (۳۵) آنکھوں کے عوض نور سب آنکھوں کا بچھائیں
پھولوں کو خوشی یہ ہو کہ پھولے نہ سمائیں حضرت جو بڑھے، دینے لگے نخل دعائیں
پڑھ کر صلوات اور بڑھی شان جناں کی
گلدستوں سے آنے لگی آواز اذاں کی

وہ دل میں اترتی ہوئی نرگس کی نگاہیں (۳۶) وہ زیبِ سرِ ناز شگوفوں کی کلاہیں
وہ نغمۂ بلبل سے عیاں عشق کی راہیں وہ دل سے اثر بن کے نکلتی ہوئی آہیں
جنباں وہ شجر صورتِ سرشارِ محبت
پھولوں میں وہ کانٹوں کی جگہ خارِ محبت

پتوں کی صفائی میں عجب نور کا عالم (۳۷) ہے آئینہ ناصیۂ حور کا عالم
ہر گل میں ہے اک دیدۂ مخمور کا عالم ہر غنچے میں ہے قمقمۂ طور کا عالم
فردوسِ معلّٰی کے وہ گلشن کی تجلّی
ہے آتشِ گل وادیٔ ایمن کی تجلّی

گل کہتا ہے بلبل سے یہ انداز و ادا دیکھ (۳۸) ہر پنکھڑی میں دفترِ اسرارِ خدا دیکھ
بلبل کا اشارہ ہے مری شانِ وفا دیکھ آ آئینہ دل میں محبت کی صفا دیکھ
ہر آہِ جگرسوز ہے اک سازِ حقیقت
آتی ہے اسی ساز سے آوازِ حقیقت

وہ سلسلہ جنبانِ طرب گیسوئے سنبل (۳۹) ہے حسن کے چشمے میں یہ موجوں کا تسلسل
ہر شاخ پہ وہ طائروں کے زمزموں کا غل سوسن نے کہا دیکھ کے ربطِ گل و بلبل
ہوتے ہیں اشارے جو ہم دیکھ رہے ہیں
للچائی ہوئی نظروں کو ہم دیکھ رہے ہیں

شاخوں میں چمکتے ہوئے وہ رشکِ قمر پھول (۴۰) آنکھوں میں سمائے ہوئے وہ تازہ و تر پھول
رکھتے ہیں دلوں میں جو برودت کا اثر پھول کافور کا مرہم ہیں پئے سوزِ جگر پھول
لالے میں تپش داغ کی زنہار نہیں ہے
واں نرگسِ بیمار بھی بیمار نہیں ہے

جب شبنمِ رحمت سے گہر ریز ہوئے پھول (۴۱) جوش اور بڑھا ولولہ انگیز ہوئے پھول
سنکی جو ہوا اور دل آویز ہوئے پھول پہلے سے سوا رنگ میں کچھ تیز ہوئے پھول
رکھے ہیں شجر سر پہ جو پھولوں کے طبق سرخ
اوجِ فلکِ حسن پہ ظاہر ہے شفق سرخ

حوروں نے نچھاور کیے حضرت پہ بہم پھول (۴۲) لیٹے ہیں ستارے کہ سرِ ابرِ کرم پھول
بھرتے ہیں ولائے شہ کونین کا دم پھول گر گر کے نہ کیوں چومتے حضرت کے قدم پھول
یہ پاؤں وہ ہیں جو ہیں سرِ عرش کے قابل
جنت میں کوئی چیز نہیں فرش کے قابل

ہر شاخ پہ وہ طائروں کی زمزمہ خوانی (۴۳) قرآن کے سوروں کی تلاوت ہے زبانی
وہ صحن میں فردوس کے نہروں کی روانی ہر نہر میں رحمت کا وہ بہتا ہوا پانی
ہاتھوں پہ لیے ساغرِ بلّورِ بہشتی
کس ناز سے گلگشت میں ہیں حورِ بہشتی

نہروں کے کناروں پہ دو رویہ وہ شجر مست (۴۴) شاخیں وہ لچکتی ہوئی گل تازہ و تر مست
وہ حوروں کی آنکھیں وہ اشارے وہ نظر مست بھرتی ہیں جو ساغرلب جو آ کے وہ سر مست
دلچسپ ادا دیکھ کے اس شوخ نظر کی
سایہ کیے جھک جاتی ہیں شاخیں بھی شجر کی

وہ سبزہ جسے دیکھ کے ہو مرغِ نظر سبز (۴۵) بچھ بچھ کے بنے نور کی شبنم کے گہر سبز
وہ طائروں کے زمزمے اشجار وہ سرسبز یاقوت سی منقاریں زمرد سے وہ پر سبز
بیٹھے ہوئے شاخوں پہ جو طائر نظر آئے
گنجینۂ قدرت کے جواہر نظر آئے

دل خواہ دل آویز ہیں غنچے بھی ثمر بھی (۴۶) گل پوش ہے فردوس کا ہر بام بھی در بھی
دیواریں وہ چکنی کہ پھسلتی ہے نظر بھی ہر گھر کی صفا ایسی کہ شرمائے گہر بھی
جُز عیش و طرب رنج کا واں نام نہیں ہے
یہ دورِ فلک یہ سحر و شام نہیں ہے

اب جی کو مرے تابِ تحمل نہیں باقی (۴۷) ہونٹوں پہ ہے دم طبعِ رواں میں نہیں چاقی
مدت سے ہے دل طالبِ صہبائے عراقی اس جام کو بھر قوتِ اعجاز سے ساقی
اے خسروِ خوباں نظرے سوئے گدا کن
رحمے بہ منِ سوختۂ بے سرو پا کن

ہو بادۂ گلگوں مئے جنت کا نمونہ (۴۸) تابش میں ہو خورشید کی طلعت کا نمونہ
پیمانہ ہو میزانِ قیامت کا نمونہ ساغر ہو تری چشمِ مروّت کا نمونہ
اصلا نہ مری بادہ کشی میں خلل آئے
رک جائے ترا ہاتھ نہ ابرو میں بل آئے

مشہور ہے تو عقدہ کشا فاتحِ خیبر (۴۹) ہاں کھول بھی دے بندِ نقابِ رخِ انور
تو مالکِ تسنیم ہے تو ساقیٔ کوثر چھلکا کے عطا ہو مجھے جامِ مئے اطہر
امیدوں کی کشتی لبِ ساحل نظر آئے
ساغر مرا ارمان بھرا دل نظر آئے

اسرار خدائے دو جہاں جام میں دیکھوں (۵۰) قدرت کے نشانات عیاں جام میں دیکھوں
کوثر کی روانی کا سماں جام میں دیکھوں کیفیتِ گلزارِ جناں جام میں دیکھوں
جب نشہ بڑھے قدرتِ باری نظر آئے
محبوبِ الٰہی کی سواری نظر آئے

سدرہ کے قریں پہنچا وہ سلطانِ رسالت (۵۱) تھرا کے وہ جبریل امیں بھی ہوئے رخصت
کچھ دور رواں اور رہی حق کی وہ رحمت زائل ہوئی مرکب سے بھی رفتار کی طاقت
حاضر وہ پئے خدمتِ ذیشاں ہوا رفرف
اڑتا ہوا فرفر وہ نمایاں ہوا رفرف

یہ سن کے بڑھے بادشہِ کون و مکاں اور (۵۲) مہماں پہ ہوا فضل خدائے دو جہاں اور
ہوتے تھے حجابوں پہ حجابات عیاں اور اک پردہ فقط رہ گیا جس کا تھا سماں اور
طے ہوتا رہا راہ میں ہر راز کا پردہ
اٹھا نہ مگر بیچ سے وہ ناز کا پردہ

محبوبِ خدا رعبِ خدا سے ہوئے مضطر (۵۳) طاری تھا جلالت کا اثر قلبِ نبیؐ پر
ہر سُو عظمت حق کی نظر آتی تھی یکسر تسکین کو آواز یہی آئی مکرر
اے میرے ندیم اے مرے محبوب قریب آؤ
اے طالبِ حق اے مرے مطلوب قریب آؤ

پردے کے قریب آیا وہ اللہ کا پیارا (۵۴) مابین رہا فاصلہ دو ایک کماں کا
قربت جو ہوئی شوق بڑھا اور زیادہ پردہ اِسے کہتے نہیں تھا نام کا پردہ
خلوت میں گوارا نہ ہوا ساتھ کسی کا
تھا مہر نبوت پہ مگر ہاتھ کسی کا

اے ذہنِ رسا دیکھ ذرا بڑھ کے یہ منظر (۵۵) یہ کونسا ہے ہاتھ سرِ دوشِ پیمبرؑ
آثار مسرّت کے ہیں مداح کے رخ پر پہلو میں سکوں پائے ہوئے ہے دلِ مضطر
پردے کے ادھر کون ہے یہ کس کی صدا ہے
یہ میرا خدا ہے کہ نصیری کا خدا ہے

اٹھتے ہوئے آپس کے حجابات ذرا دیکھ (۵۶) یہ شوق یہ اندازِ ملاقات ذرا دیکھ
یہ لطف یہ خاطر یہ مدارات ذرا دیکھ طرزِ سخنِ خالقِ اصوات ذرا دیکھ
دیتی ہیں خبر وہ جو ہیں اعجاز کی باتیں
کچھ راز کی باتیں ہوئیں کچھ ناز کی باتیں

کی عرض پیمبرؑ نے کہ اے قادر وقیوم (۵۷) مسرور ہوں رحمت سے نہ رکھا مجھے محروم
انجام سے امت کے مگر اب بھی ہوں مغموم آواز یہ آئی کہ تمہیں کیا نہیں معلوم
پرسش نہ کوئی ہوگی مروّت سے تمہاری
بخشوں گا میں امت کو شفاعت سے تمہاری

سن گیارہ میں بیمار ہوئے سیدِ بطحا (۵۸) آیا وہ بخار آہ نہ تھا جس کا مداوئی
خاموش، سرِ فرشِ مرض لیٹے تھے آقا اور زانوئے حیدر پہ تھا فرق شہ والا
شہ گلشنِ تسلیم و رضا دیکھ رہے تھے
کب آتا ہے فرمانِ قضا دیکھ رہے تھے

ناگاہ کسی شخص نے زنجیر ہلائی (۵۹) زہرا نے کہا کون؟ تو آواز یہ آئی
مولا کی ملاقات کو آیا ہے فدائی ہوں اذن طلب اے شہِ کونین کی جائی
وہ بولیں کہ ناساز مزاجِ شہِ دیں ہے
واپس ہو کہ یہ وقتِ ملاقات نہیں ہے

پھر اُس نے کہا ملنا ضروری ہے ہوں آگاہ (۶۰) فرمایا میں کہہ تو چکی آرام میں ہیں شاہ
پھر اس نے ذرا ہو کے خشن دی جو صدا آہ تھرانے لگیں فاطمہؑ بولے شہِ ذیجاہ
فرمانِ خدا جو ہے بجا لانے دو اس کو
بیٹی ملک الموت ہے یہ آنے دو اس کو

پائی جو رضا گھر میں ملک آیا بعجلت (۶۱) کی عرض کہ سرکار اجازت ہو عنایت
شہ بولے بجا لاؤ جو ہے حکم مشیت تن سے جو کھنچی روح تو کہنے لگے حضرت
پیکر سے مری جان جدا ہوتی ہے اس وقت
نرمی کرو تکلیف سوا ہوتی ہے اس وقت

کی عرض ملک نے کہ بھلا کیا مری طاقت (۶۲) میں روح جدا کر رہا ہوں خود بہ سہولت
مولا مرے دم کھینچنے میں ہوتی ہے زحمت فرمایا کہ امت کو بھی ہوگی یہ اذیت
ایسا ہی دمِ نزع قلق کیا انہیں ہوگا
کی عرض الم اس سے زیادہ انہیں ہوگا

فرمایا کہ جو ان کی ہوں سب زحمتیں یکجا (۶۳) اک ساتھ ہوں مجھ پر ہے مرے دل کو گوارا
لیکن مری امت کو نہ تکلیف ہو اصلا یہ کہہ کے سوئے خلد گئے سیّد و آقا
غل پڑ گیا امت کا مددگار سدھارا
بے وارثوں کا مونس و غمخوار سدھارا

خاموش خبیرؔ اب کہ نہیں طاقتِ گفتار (۶۴) نیسانِ کرم ہے کہ ترا کلکِ گہربار
ہے اوجؔ کی صحبت کا اثر صاف نمودار یہ بندشوں کا حسن مضامیں کی یہ بوچھار
ہر چند کہ احباب میں ہیں اہل زباں اور
غالبؔ کی طرح ہے ترا اندازِ بیاں اور

سید سجاد حسین شدیدؔ لکھنوی

۱۴؍ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۵ء کو لکھنؤ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ والد کا نام سید عارف حسین تھا۔ میر انیسؔ سے آپ کی دو جانب سے قرابت داری تھی۔ یعنی والد اور والدہ دونوں کے ذریعے۔ آپ نے ہمیشہ اس بات پر بھی فخر کیا کہ میر عشقؔ اور میر انیسؔ دونوں سے سلسلہ ملتا تھا۔ اسی لیے کہا کہ:

ع میں سالکِ مسالک عشقؔ و انیسؔ ہوں

شدیدؔ کی عمر صرف ڈیڑھ سال کی تھی کہ سایۂ پدری سے محروم ہوگئے۔ اس لیے آپ کے نانا پیارے صاحب رشیدؔ نے اولاد کی طرح آپ کی پرورش کی اور تعلیم کا بھی معقول انتظام کیا۔ شدیدؔ کے استادوں میں سید محمد حسین مجتہد اور محقق ہندی جعفر شاہ کشمیری خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ شدیدؔ نے سب سے پہلے اپنے نانا پیارے صاحب رشیدؔ کی مجلس میں ۱۹۰۹ء میں پیش خوانی کی۔ اس کے بعد مشق سخن قصائد اور غزلیات تک محدود رہی اور سب سے پہلا مرثیہ جو کہا اسے ۱۹۱۹ء میں ایک مجلس میں پیش کیا، جو بہت مقبول ہوا۔

حضرت رشیدؔ نے شاعری میں شدیدؔ کو ایسا کہنہ مشق بنادیا کہ برسوں ایک غزل اور ایک سلام روزانہ کہلوایا اور اصلاح نہ دی۔ دیگر شاگردوں کے کلام پر شدیدؔ کی موجودگی میں اصلاح فرماتے تھے۔ لیکن پھر جلد ہی ایک دن نواسے کے اصرار پر اصلاح دینی شروع کردی اور شدیدؔ تخلص مقرر کیا۔ اس کے علاوہ علم رمل وجفر، فن سپہ گری اور مرثیہ خوانی کا اچھوتا فن سکھایا۔

شدیدؔ نے دو شادیاں کی تھیں دونوں سے اولادیں بھی ہوئیں لیکن چاروں اولادیں کم سنی میں فوت ہوگئیں اور آپ لاولد رہے۔ آپ کے شاگردوں کی بھی ایک طویل فہرست ہے جن میں شہیدؔ لکھنوی، حزیںؔ لکھنوی، علی احمد دانشؔ اور محمد عسکری جدیدؔ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

شدیدؔ کے مراثی 'انیس الشعراء' نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئے ہیں۔ ۲۶؍رجب المرجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

سید سجاد حسین شدیدؔ لکھنوی

مرثیہ

پھر مری طبعِ رسا مائلِ پرواز ہے آج (۱) پھر تمنائے ولی طالبِ اعجاز ہے آج
پھر ہر اک راہ فلک بہرِ نظر باز ہے آج مدحِ سردارِ دو عالم کا پھر آغاز ہے آج
توسنِ فکرِ رسا بن کے براق آتا ہے
پھر مرا ذہن سوئے عرشِ بریں جاتا ہے

کس طرح عرشِ معلیٰ پہ نہ میرا ہو مزاج (۲) مدحِ سردارِ دو عالم کا ہے سر پر مرے تاج
لوں گا اللہ تعالیٰ سے میں تحسیں کا خراج دیکھنا ہوگی سرِ عرشہَ منبر معراج
بزمِ معصوم میں پڑھنے میں اگر جاؤں گا
عالموں کو نہیں ممکن، وہ جگہ پاؤں گا

بات بھی کر نہ سکیں گے علما ان کے حضور (۳) سر بھی اونچا کریں اس وقت بھلا کیا مقدور
چپکے بیٹھیں گے دوزانو کوئی پاس اور کوئی دور مرتبہ میرا بڑھائیں، ہو اگر یہ منظور
یہ صلہ مدحتِ محبوبِ خدا کا دیں گے
میرے مولیٰ سرِ منبر مجھے پہنچا دیں گے

خوبیِ بخت سے مولیٰ کا اگر حکم ہوا (۴) با ادب ہو کے کروں سرورِ عالم کی ثنا
آپ ہیں اوّلِ خلقِ احد خیرِ ورا روز اوّل ہی تھا جو ہو گئے محبوبِ خدا
ناز خود صانعِ عالم نے بھی فرمایا تھا
احسن الخلق کا تمغہ اسی دن پایا تھا

آپ کی مدح کا حق کردے اداکس میں ہے دم (۵) آپ کی ذات نہ ہوتی تو یہ ہستی تھی عدم
آپ کا فیض ہے واللہ وجودِ آدمؑ   بعدِ معبود فقط آپؐ کی منزل ہے قدم
کیا فلک ہوتے بھلا جب شہِ لولاک نہ تھا
ذاتِ واجب تھی فقط اور تو کچھ خاک نہ تھا

ایلچی آپؐ کے بن بن کے پیمبرؑ آئے (۶) آدمؑ ونوحؑ سے، الیاسؑ سے اکثر آئے
شیثؑ وادریسؑ وبراہیمؑ بصد فر آئے   آئے موسیٰؑ کبھی گہہ عیسیٰؑ رہبر آئے
دے چکے خدمتیں انجام، صلے لے کے گئے
سب کے سب آپؐ کی آمد کی خبر دے کے گئے

آپؐ محبوبِ خداوندِ جہاں، آپ خلیلؑ (۷) آپؐ ہیں نورِ خدا جس کا نہیں کوئی عدیل
آپؐ ہیں معدن و سرچشمۂ وحی وتنزیل   فاتحِ الخیر ہیں آپؐ، آپ صفیؑ، آپؐ دلیل
آپؐ کے وصف کتابوں میں بھرے پاتا ہوں
آپ یٰسین ہیں قرآں کی قسم کھاتا ہوں

حجۃ اللہ ہیں آپؐ، آپؐ بشیر، آپؐ نذیر (۸) آپ والشمس وضحیٰ، آپ سراج، آپ منیر
آپ قرآن بھی ہیں، آپ مفسر، تفسیر   آپ ہیں قائم یاالقسط بھی اور حق کے سفیر
ہیں مزمّل بھی، مدثّر بھی ہیں، شاہد بھی ہیں
آپؐ صدیق بھی، طٰہٰ بھی، مجاہد بھی ہیں

مصدرِ حکمتِ علم آپؐ ہیں رحمت ہیں آپؐ (۹) خاتمہ جس پہ نبوت کا وہ حجت ہیں آپؐ
جس کا قرآں میں نہیں مثل وہ آیت ہیں آپؐ   ہم مجازاً بھی نہ سمجھے وہ حقیقت ہیں آپؐ
سب رسولوںؑ کو ہے اقرار کہ سرتاج ہیں آپؐ
پیارے اللہ کے ہیں صاحبِ معراج ہیں آپؐ

کس سے ممکن ہے محمدؐ کے فضائل کا بیاں (۱۰) معرفت جس کو ہو کامل یہ ہے اس کے شایاں
سچ تو یہ ہے کہ بشر میں نہیں یہ تاب وتواں آپ کی مدح کو درکار ہے قرآں کی زباں

نفسِ حق ان کے شریک ازلی سے پوچھو
کہنہ اوصافِ حمیدہ کو علیؑ سے پوچھو

آپ کی ذاتِ مبارک کے عیاں ہیں برکات (۱۱) ساری مخلوق خدا کے لیے ہیں وجہِ حیات
پائے ہر ایک رسولؑ اور نبیؑ نے جو صفات تھے وہ سب آپ کے اوصافِ حمیدہ کی زکات

رخِ روشن سے جو حضرتؐ کے پسینہ نکلا
اسی دریا سے رسولوں کا سفینہ نکلا

آپؐ کی طاعتِ مقبول کا طٰہٰ ہے گواہ (۱۲) آپؐ کے خلق کا خود خالقِ یکتا ہے گواہ
آپؐ کے صدق کا قرآن کا سورہ ہے گواہ تھے امین ایسے کہ تا حال زمانہ ہے گواہ

ضامنِ الفتِ خالق ہے محبت انؐ کی
کردے محبوب خدا، ہے وہ اطاعت انؐ کی

وہ عرب جن میں جہالت کے سوا کچھ بھی نہ تھا (۱۳) جن کا بس ظلم و ستم جنگ و جدل تھا پیشہ
کرتے تھے لڑکیوں کو قتل وہ بے عقل سدا اُن میں اخلاق کی تبلیغ تھی مشکل بخدا

آپ کی کوششِ پیہم سے وہ ہشیار ہوئے
ان میں عمار سے مقداد سے دیں دار ہوئے

شک نہیں آپؐ کے اسلاف بھی تھے مومن سب (۱۴) تھے وہ سب فخرِ جہاں، فخرِ عجم، فخرِ عرب
ہر زمانہ میں تھے باعلم و عمل اہلِ ادب پاک تھا کفر سے ان سب کا حسب اور نسب

معتمد حق کے ہوئے اہلِ یقیں ایسے تھے
حاملِ بارِ رسالت تھے امیں ایسے تھے

تربیت جس میں ہوئی آپ کی وہ پاک آغوش (۱۵) وہ ابو طالبؑ ذی جاہ سخی و ذی ہوش
ان کے ایمان میں شک کرتے ہیں کچھ بدعت کوش ان سے کہتا ہے یہ قرآن رہو بس خاموش
تھے وہی، آپؐ کا ہم کام کوئی اور نہ تھا
ناصرِ اول اسلام کوئی اور نہ تھا

ہے بس اب قصد کروں حالتِ معراج رقم (۱۶) پرِ جبریل کا خیبر سے منگاتا ہوں قلم
ہے مہم سخت ارادے کے لرزتے ہیں قدم فکر کا دوریٔ منزل کے سبب پھولا ہے دم
عقل کے ہوش اڑے جاتے ہیں چکراتی ہے
حال یہ طبع رسا کا ہے تھکی جاتی ہے

اے شدؔید اتنا تردد نہیں لازم زنہار (۱۷) اپنی سی کوشش و کد چاہیئے ہمت تو نہ ہار
ہے یہی وقتِ مدد ساقیٔ کوثر کو پکار ہوگئی ان کی توجہ تو نہیں کچھ دشوار
رَف رفِ ذہن جو اک ساغرِ مئے پائے گا
فرفر اڑتا ہوا تا عرش بریں جائے گا

ساقیا آج تو، اک جامِ فلک سیر پلا (۱۸) ہے خمار آنکھوں میں حالت ہے مری غیر پلا
تو جیے اور ترے میخانہ کی ہو خیر پلا طبع میں جس سے ہو پیدا صفتِ طیر پلا
رشتہ افلاک سے فکروں کا مری جڑنے لگے
بے پَروں آج مرا ذہنِ رسا اُڑنے لگے

ہاں قلم منزل معراجِ رسالتؐ دِکھلا (۱۹) فلسفی جس کے ہیں منکر وہ حقیقت دِکھلا
کچھ مرے ذہن خداداد کی قدرت دِکھلا کر نظر سوئے فلک نور کی قوت دِکھلا
یوں نظر چشم زدن میں سوئے اعلیٰ جائے
آنکھ کی پتلی میں ہر نجم فلک آجائے

لو وہ جبریلؑ امیں لائے مسرّت کا پیام (۲۰) پائے معبود کی جانب سے تحیات وسلام
شکر کی پڑھ کے نماز اٹھے رسولؐ اسلام وہ ہوئے زیبِ براق احمدِؐ محمود مقام
فلسفی ہوش و خرد کھوچکا گھبرانے لگا
نورِ حق مرکزِ اصلی کی طرف جانے لگا

پہنچے جب چرخِ چہارم پہ رسولِ اکرمؐ (۲۱) دست بوسی کے لیے آگئے ابنِ مریمؑ
سادگی میں بھی تھا سرکار کا وہ جاہ وحشم عشق کا روح بھی سوجان سے بھرنے لگی دم
ہاتھ بڑھ بڑھ کے ملائک نے بہم چوم لیے
مہر نے شمسِ رسالتؐ کے قدم چوم لیے

ناگہاں آگیا جبریلؑ کو یہ حکم خدا (۲۲) میرے محبوب کو فردوسِ بریں میں لے جا
دیکھتے قدرت خالق کے عجائب ہر جا آگئے خلد کے دروازے پہ شاہِ دوسرا
رحمتِ حق کے تحُف آگئے حضرتؐ کے لیے
آیا رضواں بھی جھپٹا ہوا بیعت کے لیے

خود بخود کھل گیا آغوش کی صورت درِ خلد (۲۳) حسن وصورت میں تھا دیباچۂ جنت درِ خلد
بڑھ کے کچھ چاند سے بھی رکھتا تھا طلعت درِ خلد کہہ رہا تھا یہی کھولے لبِ مدحت درِ خلد
نورِ حق جانِ جہاں عقدہ کشا آیا ہے
للہ الحمد کہ محبوبِ خدا آیا ہے

آئی تھی فیض قدم سے وہ بہارِ تازہ (۲۴) جس کا خالق کے سوا کس کو بھلا اندازہ
پَرتوِ رُخ تھا پئے روئے حسیناں غازہ صحنِ گلشن میں تھا ہر سو یہ بلند آوازہ
جس طرف دیکھیے رحمت کی گھٹا چھائی ہے
حشر تک یاد رہے گی وہ بہار آئی ہے

آج ہے اور ہی کچھ گلشنِ فردوس کی شان (۲۵) بس کہ محبوب خدا آیا ہوا ہے مہمان
کیا تصور میں بھلا آسکے جو ہے سامان آپ خود سوچیے واجب کا نہیں کیا امکان
قدر سردارِ دو عالم کی نہ سمجھی ہوگی
میزبانی میں بھلا کوئی کمی کی ہوگی

قصر وہ کیسے تھے تعریف میں قاصر ہے زباں (۲۶) کھینچے تصویر یہ امکانِ تصور ہے کہاں
زورِ تخیل سے کچھ حال میں کرتا ہوں بیاں گر غلط ہو تو کرے عفو وہ ربِ سبحاں
میری تخیل ہے قرآن کے آیات نہیں
نکتہ چینوں کو رہے یاد روایات نہیں

قصرِ یاقوت کی توصیف وثنا ہے دشوار (۲۷) خندہ زن حالِ سکندر پہ ہے ہر اک دیوار
مختصر یہ کہ ہے آئینۂ صنعِ غفار جا کے انساں کی نظر پھر نہ سکے ایسی بہار
ایسے منظر سے بھلا دل کہیں گھبراتا ہے
سارا گلزارِ ارم صاف نظر آتا ہے

اس کی رفعت کا بھلا حال بیاں ہو کیوں کر (۲۸) چرخ حد پا نہ سکا کھاتا ہے اب تک چکر
ٹھوکریں کھا کے پھری جا کے فرشتوں کی نظر آگے بڑھتے نہیں جبریل کہ جل جائیں نہ پر
جز محمدؐ کوئی کیا ربِ علیٰ تک پہنچے
اس کی سرحد پہ جو پہنچے وہ خدا تک پہنچے

عرشِ رفعت ہے اسی قصرِ معظم کی زمیں (۲۹) وہ صفائی کہ خجل دیکھ کے ہو روئے حسیں
سنگ ریزوں کی طرح پھیلے ہوئے درِ ثمیں کیا عجب کرتے ہوں جاروب کشی روح امیں
دَر کے پتھر سے جو مس ہو کوئی ہیرا ہو جائے
خاک بھی اڑ کے پہنچ جائے تو سونا ہو جائے

کیا بیاں ہو سکے اس قصرِ منور کا سجاؤ (۳۰) جس میں قدرت نے کیا آپ گہر کا چھڑکاؤ
نہریں رحمت کی جہاں حق کی مشیت کی ناؤ پانی وہ حکم کا پابند سدا جس کا بہاؤ
منتظر رہتا ہے جس سمت اشارہ ہو جائے
بس اُسی سمت کو بہتا ہوا دھارا ہو جائے

ہر طرف صحن میں اللہ کی قدرت کے چمن (۳۱) پڑھ کے صلواۃ جہاں کھلتے ہیں غنچوں کے دہن
رنگِ گل سے ہے عیاں کرنے ہی کو ہے یہ سخن بلبلیں نغمہ سرا ہوتی ہیں باصوتِ حسن
حق کبھی مدحتِ سرور کا ادا کرتی ہیں
کبھی انصار حسینی کی ثنا کرتی ہیں

دست رس ہو سکے صیاد یہاں کیا معنیٰ (۳۲) آئے اس باغ کے نزدیک خزاں کیا معنیٰ
آتشِ ہجر سے ہوں قلب تپاں کیا معنیٰ اس چمن میں خطرِ سود و زیاں کیا معنیٰ
موتی چتون پہ یہاں قدرت حق جڑتی ہے
یہ چمن اور ہے یاں اوس نہیں پڑتی ہے

قابلِ دید ہے واللہ گلستاں کا سماں (۳۳) بوٹی بوٹی سے ہے صناعیِ معبود عیاں
ہوگیا عطر کا چھڑکاؤ کھِلا پھول جہاں دلفریب ابرِ تنک ہے رخِ سوسن کا دھواں
مسکراتی ہوئی کلیاں جو چٹک جاتی ہیں
بجلیاں سارے گلستاں میں چمک جاتی ہیں

حسن وصورت میں ہے طاؤس سے خوشتر بلبل (۳۴) دم بدم رقص کناں ہے تو کھِلے جاتے ہیں گل
چٹکیاں غنچہ بجانے لگے اک بار جو گل بن گئی ابر سیہ پھیل کے زلفِ سنبل
پڑ گئی باغ میں اک عیش کی محفل کی طرح
پتے دینے لگے آواز جلاجل کی طرح

طعن سوسن نے جو کی گل پہ جلن کے مارے (۳۵) جھومے اشجارِ چمن جوش غضب سے سارے
طیش میں جوش بڑھا چھٹنے لگے فوارے گل ہوئے غصہ کے بڑھ جانے سے سرخ انگارے
چٹکیوں میں جو اڑانے لگے غنچے اس کو
دفعتاً تالیاں دینے لگے پتے اس کو

روکشِ ابروئے محبوب ہے ہر اک محراب (۳۶) ماہ نو دیکھ کے ہو جائے خجل، آئے حجاب
رنگ وہ دیکھتے ہی ڈال دے گردن سرخاب اس پہ طرّہ ہے یہ اک قدرت رب الارباب
باغِ جنت کی ہوا آکے جو ٹکراتی ہے
دم بدم نغمۂ تازہ کی صدا آتی ہے

نظر آتی ہے ہر اک سمت وہ شانِ اعجاز (۳۷) حلقۂ در کی صدا، جیسے بجیں لاکھوں ساز
میرے مالک کا ہے ایما جو یہ کر لے انداز مثل طائر کے کرے قصر، ہوا میں پرواز
صورتِ اخترِ تابندہ چمکتا پہنچے
جس گلستاں کا ارادہ ہو وہیں جا پہنچے

ہر چمن میں ہیں ہر اک سمت وہ نہریں جاری (۳۸) صاف شفاف سبک آب کہ شانِ باری
دیکھ لے جن کو سکندر تو ہو حیرت طاری پھینک دے توڑ کے آئینہ یہ ہو بیزاری
ٹوٹے اس طرح دلِ زار کہ شیشہ ہو جائے
بہتے پانی پہ نظر ڈالے تو سکتہ ہو جائے

شاخیں سب کرتی ہیں جھک جھک کر جو حضرت کو سلام (۳۹) گل کھلے جاتے ہیں افراط محبت سے تمام
غنچہ غنچہ کے مسرت میں یہ گویا ہیں کلام مژدہ اے اہلِ چمن بن گیا ہر ایک کا کام
سیر کرنے کے لیے ختمِ رسلؐ آیا ہے
جس کا صدقہ ہے بہار آج وہ گل آیا ہے

دیکھا پھر آپؐ نے ہر ناصرِ اسلام کا قصر (۴۰) سبز ہے حضرت شبّرؑ کے دل آرام کا قصر
یوسفِ خلدِ بریں اکبرؑ گل فام کا قصر ہے علم جس پہ، ہے عباسؑ خوش انجام کا قصر
اہلِ جنت کو نظر شان خدا آتی ہے
اس کے ہر گوشہ سے خوشبوئے وفا آئی ہے

بس شدیدؔ اب نہیں یاں طول مناسب زنہار (۴۱) نوحؑ کی عمر ہے اس مدح کو یوں تو درکار
گر خدا چاہے گا پھر دیکھنا جنت کی بہار دیکھو وہ ختم رسلؐ ہوگئے مرکب پہ سوار
باگ رہوار کی محبوبِ خدا موڑتے ہیں
ساتھ اب آپؐ کا جبریلِ امیں چھوڑتے ہیں

تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ پکارا یہ براق (۴۲) یا نبیؐ اب مری طاقت بھی ہوئی جاتی ہے طاق
اک قدم آگے بڑھانا بھی ہوا ہے مجھے شاق پا پیادہ ہوئے شہ تھے جو لقا کے مشتاق
پیشوائی کے لیے رحمتِ باری آئی
فرفر اڑتی ہوئی رفرف کی سواری آئی

اپنی نعلین اتاروں جو ہوا دل میں خیال (۴۳) غیب سے آئی یہ آوازِ خدائے متعال
میرے محبوبؐ بڑھے اور تمہارا اقبال مثل سبزہ کے کرو عرش بریں کو پامال
ہو سخی نقشِ قدم اے مرے پیارے دیدو
ہے یہ اک سادہ ورق اس کو ستارے دیدو

بڑھتے جاتے تھے ٹھہرتے ہوئے محبوبِ خدا (۴۴) ادن ومنّی کی چلی آتی ہے ہر بار صدا
ہر طرف نعرۂ صلواۃ سے گونجی ہے فضا قابہ قوسین کی سرحد پہ جو پہنچے مولا
دل کی دھڑکن میں یہاں اور اضافہ دیکھا
سامنے قدرتِ معبود کا پردہ دیکھا

نام پردہ کا تھا اور اصل کہاں تھا پردہ (۴۵) سوچیے تو بھلا محبوب سے کیسا پردہ
میں سمجھتا ہوں کہ تھا صرف نظر کا پردہ نکلا وہ دیکھو یداللہ، وہ اُٹھا پردہ

کچھ طبیعت جو سوا آپ کی گھبرانے لگی
تھی جو محبوب وہی پیاری صدا آنے لگی

پشتِ اقدس پہ ہوا ہاتھ جو وہ جلوہ افگن (۴۶) ہوگیا دل کو سکوں ہوگئی رخصت الجھن
خوش و مسرور ہوا عاشقِ ربِ ذوالمن بوسے لے لے کے کیے مہرِ نبوت نے سخن

خانۂ حق میں دمِ کسرِ صنم چوموں گی
جس کا یہ ہاتھ ہے کل اس کے قدم چوموں گی

ساقیا کرتا تھا میں حالتِ معراج رقم (۴۷) کہ بہانے لگا آنسو دمِ تحریر قلم
دفعتاً ہوگئیں اشکوں سے مری آنکھیں نم چھا گیا ابرِ صفت دل پہ ترے لال کا غم

جس کی بستی بہ ستم دشت میں برباد ہوئی
کربلا میں جسے اک نیزہ پہ معراج ہوئی

مومنو اب سنو احوالِ امامِ مظلوم (۴۸) بیچ میں شاہ ہیں اور گرد ہے فوجوں کا ہجوم
اقتلو کی ستم ایجادوں میں ہر سمت ہے دھوم ہے جو عالم وہ ہو تفصیل سے کیوں کر مرقوم

کبھی دل، گاہ کمر، جھک کے پکڑ لیتے ہیں
کچھ عجب درد سے ایک اک کو صدا دیتے ہیں

اب زہیر آؤ کہ تنہا ہے یہ مظلوم حسینؑ (۴۹) کیا خبر میری نہیں تم کو حبیبؑ و بنِ قین
علیؑ اکبر تری فرقت میں بہت ہوں بےچین بھائی عباسؑ ہو تم ابنِ شہِ بدر و حنین

کوئی ناصر نہ رہا غیر ہے حالت میری
تم بھی کرتے نہیں اس حال میں نصرت میری

پہنچی خیمہ میں جو یہ شاہ کی پر درد صدا (۵۰) بے زباں نے نئے انداز سے لبیک کہا
تڑپا یوں طرح کہ اکبار زمیں پر آیا قلب مادر کی طرح ہلنے لگا گھوارا
دیکھا یہ حال تو سب کشتۂ غم رونے لگے
حشر برپا ہوا یوں اہلِ حرم رونے لگے

آئے سن کے یہ صدا خیمہ میں سلطانِ حجاز (۵۱) پوچھا یہ گریۂ و ماتم کا ہوا کیوں آغاز
کہا زینب نے شہا اس میں نہاں ہے کوئی راز استغاثہ کی جو گھوارے میں سن لی آواز
اتنے سے سن میں بھی کیا شانِ خدا ہے اصغر
اس طرح تڑپا کہ جھولے سے گرا ہے اصغر

شہ نے فرمایا کہ ہاں رازِ خدا ہے زینبؑ (۵۲) مرنے کا اس نے بھی اب قصد کیا ہے زینبؑ
نئے انداز سے کچھ اذن لیا ہے زینبؑ چھوٹا ناصر ہے پہ عظمت میں بڑا ہے زینبؑ
نذر خالق کی یہ خون اپنا کرے گا زینبؑ
رنگ تصویرِ شہادت میں بھرے گا زینبؑ

اتنے میں کہتی ہوئی آگئیں لیلیٰ مضطر (۵۳) دم دیئے دیتے ہیں رو رو کے ہمارے اصغر
شاہ نے کان میں بچہ کے کہا کچھ جھک کر چلتے ہو نصرتِ امت کے لیے اے دلبر
طفل ایسے نہ کہیں دیکھے سوائے اصغر
مسکراتے ہوئے آغوش میں آئے اصغر

بس شدید اب یہ دعا کرتے ہے حقِ بے شیر (۵۴) اپنے روضہ پہ جگہ دیجیے جلدی شبیرؑ
خاک سے پاک ہو اس خاک میں مل کے یہ حقیر رشکِ خورشید جہاں تاب ہو اس دم تقدیر
مدحتِ سرورِ عالمؑ کا صلا مل جائے
سمجھے معراج جو اک قبر کی جا مل جائے

سید قائم رضا نسیم امروہوی

آپ کے مورث اعلیٰ سید محمد اشرف جنہیں مغل دربار سے دانشمند کا خطاب ملا تھا، حضرت امام محمد تقی کی نسل سے تھے۔ جن کی اولاد میں سید خادم حسین ولیؔ اس گھرانے میں اردو کے پہلے شاعر ہوئے ان کے فرزند حیدر حسین یکتاؔ تھے۔ یکتا کے فرزند اور نسیمؔ کے والد برجیس حسن برجیسؔ تھے اس طرح نسیم امروہوی کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔

آپ کی ولادت ۲۴ راگست ۱۹۰۸ء دوشنبہ بوقت اذان صبح امروہہ میں ہوئی تھی۔ منشی، کامل، مولوی، عالم، فاضل ادب، فاضل فقہ اور نورالافاضل کی اسناد حاصل کیں۔ ۱۱ رسال کی عمر سے شاعری کا آغاز ہوا۔ پہلے قائمؔ اور پھر نسیمؔ تخلص اختیار کیا۔ شاعری میں کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی۔ البتہ اپنے ادبیات عربی کے استاد مولوی انوارالحسن کو کلام سناتے اور دعوت تنقید دیتے۔ ان کی تنقید کی روشنی میں اشعار میں ترمیم کرتے تھے۔ ابتدا میں غزلیں بھی کہیں۔ اس کے علاوہ نظم، قصیدہ، سلام، نوحہ، رباعی، قطعہ، نعت، منقبت، گیت، ڈرامے اور افسانے وغیرہ سب کچھ لکھا۔

نسیم امروہوی نے صرف ۱۵ رسال کی عمر یعنی ۱۹۲۳ء میں پہلا مرثیہ کہا۔ جو اس وقت کے عام رجحان سے بالکل مختلف تھا۔ اس مرثیے میں کسی شاعر نے پہلی بار اصلاح قوم اور تعمیر ملت کے رجحانات جو حسینیت کی روح ہیں پیش کیے تھے۔ اسی لیے آپ کو اردو کے بیشتر نقادوں نے جدید مرثیہ کا ایک اہم بانی مانا ہے۔
مرثیہ کا مطلع ہے ع: تجھ میں اے باغِ وطن اب گلِ خوش رنگ نہیں

آپ نے تقریباً ڈھائی سو مراثی کہے جن میں سے کچھ ۳ رجلدوں میں لاہور اور کراچی سے شائع ہوئے۔ نسیم بے حد قادرالکلام اور زود گو شاعر تھے۔ آپ نے اردو مرثیے کو بڑی وسعت دی ہے اور بہت سے نئے نئے موضوعات پر مرثیہ کہہ کر اضافہ کیا ہے۔ لیکن ان کے مراثی کا مرکزی خیال اصلاح اور موضوع علم وعمل رہا ہے۔ اس کے علاوہ حمد، نعت، قرآن، قلم، حریت، پانی، چراغ، عقد، انقلاب، اتحاد، فلسفہ غم وخوشی اور تاریخ اسلام کے مختلف واقعات وکردار مراثی میں پیش کیے ہیں۔ مرثیے کے سلسلے میں نسیم امروہوی کی بالواسطہ خدمات بھی کم نہیں ہیں۔ گذشتہ ۵۰ سال میں ان کے تلامذہ سے زیادہ کسی کے تلامذہ نے مراثی نہیں کہے۔ راقم کو بھی ان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، قیصر بارہوی، اور ساحر لکھنوی آپ کے مخصوص تلامذہ میں شہرت کے حامل ہوئے۔ آپ کے فرزند قسیم ابن نسیم بھی مرثیہ نگار ہیں۔ شاعری اور دیگر علوم وفنون پر آپ کی تقریباً ۱۵۰ تصانیف ہیں۔ ۱۹۵۰ء میں کراچی ہجرت کی تھی۔ وہیں ۱۹۸۷ء میں وفات پائی۔ ایک بیٹے وسیم حیدر نے کنیڈا میں نسیم امروہوی میموریل سوسائٹی قائم کی ہے۔ جو آپ کی خدمات پر مشتمل سہ ماہی 'ارمغان نسیم' نکالتی ہے۔

سید قائم رضا نسیم امروہوی

مرثیہ

شہرِ علوم و شاہِ مدینہ ہیں مصطفیؐ (۱) اسرارِ کبریا کا خزینہ ہیں مصطفیؐ
قلزم ہے معرفت، تو سفینہ ہیں مصطفیؐ توحید کے عروج کا زینہ ہیں مصطفیؐ
آئینۂ جلی ہیں، خدا کی صفات کا
ان کی صفاتِ پاک، تعارف ہیں ذات کا

صبحِ ازل ہے خطِ گریبانِ مصطفیؐ (۲) صحنِ الست گوشۂ دامانِ مصطفیؐ
عرشِ علا، منارۂ ایوانِ مصطفیؐ نورِ عمل، چراغِ شبستانِ مصطفیؐ
معراج، منزلت کی حدِ ناتمام ہے
قوسین تو نبیؐ کے دو ابرو کا نام ہے

کاف اور نون، مطلعِ تابانِ منقبت (۳) لولاک، حسنِ مطلع دیوانِ منقبت
قالو بلیٰ، قصیدۂ ذیشانِ منقبت قرآں زبانِ حق سے غزلخوانِ منقبت
حیراں، جو سن کے سورۂ کوثر، عقول ہیں
تین آیتیں، مثلثِ نعتِ رسولؐ ہیں

چشمِ بصیر شمعِ شبستانِ معرفت (۴) لب، دفتینِ نسخۂ قرآنِ معرفت
دل، نفسِ معرفت، تو نفس جانِ معرفت واجب شناس، تاحدِ امکانِ معرفت
ذات و صفات غیب کے آئینہ دار ہیں
عرفانِ کردگار کے پروردگار ہیں

باغِ ازل میں، باعثِ تخلیقِ جزو و کُل (۵) بزمِ عمل میں، گلشنِ فکر ونظر کے گُل
یہ مبتدائے خلق، یہی خاتم الرُسل میں نام لوں ابھی، تو ہو صلِّ علیٰ کا غُل

کیا کیا کریں بیان، شرف بے حساب ہیں
اللہ لاشریک ہے، یہ لاجواب ہیں

یہ رازدانِ غیب ہیں وہ غیب کا ہے راز (۶) یہ ہیں مآلِ کار، اگر وہ ہے کارساز
اِن کا بھی اس میں نام ہے اس کی جو ہے نماز لیکن وہ ہے حقیقتِ کبریٰ، تو یہ مجاز

حادث کے اور قدیم کے یہ جانبین ہیں
بالکل ادھر، نہ بالکل ادھر، بین بین ہیں

وہ کردگارِ عقل، یہ استادِ جبرئیل (۷) وہ خالقِ جمال، یہ آئینہ جمیل
وہ عین خیر و عدل، یہ باخیر و بے عدیل وہ نور یہ ظہور وہ دعویٰ تو یہ دلیل

انساں کے بھیس میں صمدیت لیے ہوئے
احمدؐ، احد ہے میم مشیّت لیے ہوئے

وہ بھی ہے ایک، یہ بھی دو عالم میں انتخاب (۸) اپنا وہ خود جواب، تو اپنا یہ خود جواب
وحدت کا شمس وہ، یہ رسالت کے آفتاب وہ خالقِ کتاب، تو یہ خطبہؑ وخطاب

وہ قلزمِ کرم، یہ کرامت جناب ہیں
وہ ذاتِ اوّلین، یہ ختمی مآب ہیں

وہ منبعِ عطا، تو یہ دریائے فیض و جُود (۹) وہ کائناتِ غیب، تو یہ عالمِ شہود
وہ واجب الوجود، تو یہ لازم الوُجود وہ قابلِ سجود، تو یہ لائقِ درُود

کافی نہیں کہ صرف انہیں خلقت کرے سلام
حق کی نماز بھی دمِ رخصت کرے سلام

وہ کردگار، یہ سندِ ذاتِ کردگار (۱۰) وہ طُور ہے یہ نُور، وہ جلوہ یہ جلوہ زار
وہ خُلق یہ خلیق، وہ حق اور یہ حق گزار وہ شاہدِ قدم، یہ حدوث اور سدا بہار

وہ اسمِ ذات ہے تو یہ جسمِ صفات ہیں
وہ حیِّ لایموت، یہ مر کر حیات ہیں

وہ حسن ہے یہ عشق، وہ مبدء یہ اختتام (۱۱) وہ راحم و رحیم، تو یہ رحمتِ تمام
وہ غافر و غفور، تو یہ شافعِ انام وہ حق یہ شرعِ حق، وہ حقیقت یہ التزام

وہ راز ہے خدا کی قسم، رازداں یہ ہیں
وہ سرِّ لامکاں ہے، سَرِ لامکاں یہ ہیں

وہ حُب تو یہ حبیب، وہ بے مثل یہ مثال (۱۲) وہ قالِ خوش مقال، تو یہ حالِ نیک فال
وہ مبتدائے کن فیکوں، اور یہ مآل وہ نورِ لازوال، تو یہ پرتوِ جمال

ظلِّ خدا خطابِ شہِ ذی کمال ہے
سایہ کہاں کہ سائے کا سایہ محال ہے

پایا کُل انبیا نے شرف دوجہان کا (۱۳) کچھ اور ہی جہان ہے احمدؐ کی شان کا
شہرہ بہت کلیم کی ہے آن بان کا ان سے مگر ہے فرق زمین آسمان کا

دیدارِ حق، مرادِ کلیمِ خدا کی ہے
دیدارِ مصطفیؐ پہ نظر کبریا کی ہے

بستر سے ماہِ چرخ نشیں تک پہنچ گئے (۱۴) ماہِ فلک سے مہرِ مبیں تک پہنچ گئے
مہرِ مبیں سے روحِ امیں تک پہنچ گئے چھوڑا امیں کو عرشِ بریں تک پہنچ گئے

سب منزلیں یہ ہوگئیں طے اتنی دیر میں
جائے فلک پہ میری نظر جتنی دیر میں

نعلین اتارنے لگے پائینِ فرشِ نور (۱۵) بولا یہ عرشِ پاک، تکلف ہے کیا ضرور
نورِ خدا، اساسِ تجلائے برقِ طور نعلین مت اتاریے، موسیٰ نہیں حضورؐ

یاں صرف میہمان ہے یا میزبان ہے
یہ غیر کا مکان نہیں لامکان ہے

یہ ہے مقامِ قدس، اِدھر حق ہے آپ اُدھر (۱۶) قوسین کا ہے فرق، یہ کچھ فرق ہے مگر
سارا نمائشی ہے بس اب فصلِ ہمدگر ہوجائیں ایک، عذر مشیت نہ ہو اگر

آئینۂ دَنیٰ فتدلّیٰ تو خیر ہے
پردہ اٹھایئے کہ یہ خلوت میں غیر ہے

جا کر جو لامکاں سے شہِ انس وجن پھرے (۱۷) ترکیب عنصری سے نہ چارہ تھا بن پھرے
وہ شب تھی وہ کہ امتِ عاصی کے دن پھرے طوبیٰ لھم سنا تو نبیؐ مطمئن پھرے

کُل روز و شب کے، سرکا، وہ شب تاج ہوگئی
معراج کو بھی آپ سے معراج ہوگئی

لاکھ انبیاؑ ہیں، ان کو یہ عظمت کہاں ملی (۱۸) سب کچھ ملا ہے عرش کی رفعت کہاں ملی
اوصافِ کبریا کی شباہت کہاں ملی قرآن کو، یہ نور کی صورت کہاں ملی

ان کی طرح، وہ صاحبِ کام و دہاں نہیں
شیرینیِ سخن تو ہے، لیکن زباں نہیں

یہ پھول، ظاہراً، گلِ گلدستۂ خلیل (۱۹) باطن میں کردگار کے جلووں کی سلسبیل
انسانیت سے رابطۂ خالقِ جلیل اللہ کے وجود کی منہ بولتی دلیل

صنعت ہے جب تو پھر کوئی صانع ضرور ہے
ان کا ظہور عین خدا کا ظہور ہے

حیران ہوں، خدا نہیں، کارِ خدا کیا (۲۰) فانی کے دل میں خلق، مذاقِ بقا کیا
جہل و غرور وشرک وخودی کو فنا کیا ذوقِ سلیم، کج روشوں کوعطا کیا
دنیا کے ساتھ دیں کی جو ترتیب ہوگئی
خونخوار قوم مرکزِ تہذیب ہوگئی

بالکل طریقِ جادہ ومنزل بدل دیے (۲۱) اَوہام باطلہ کے مراحل بدل دیے
کنبوں کی زندگی کے مسائل بدل دیے وہ بے بدل مزاج دیا دل بدل دیے
بت پوجتے تھے جووہ مسلمان ہوگئے
حیوان باتوں باتوں میں انسان ہوگئے

انسانیت کو ذوقِ ہنر سے ملادیا (۲۲) ذوقِ ہنر کو فکر ونظر سے ملادیا
فکر و نظر کو صدقِ خبر سے ملا دیا صدقِ خبر کو قلب و جگر سے ملادیا
قلب و جگر کا جوڑ کے رشتہ دماغ سے
محفل سجی، چراغ جلا کر چراغ سے

فاقے کرائے، علم وعمل کے گہر دیے (۲۳) سنگِ دل و جگر کو وفا کے شرر دیے
شعلے تعصبات کے سب سرد کردیے سینوں میں سوزِ عشق کے انگارے بھردیے
دلسوزیوں سے خلد کا رستہ دکھا دیا
چنگاریوں کو غنچۂ رنگیں بنا دیا

اول تو جسم کا نہیں سایا، یہ معجزہ (۲۴) پھر بے پڑھے جہاں کو پڑھایا یہ معجزہ
پھر ایک شہرِ علم بسایا، یہ معجزہ حیدر سا در پھر اس میں بنایا، یہ معجزہ
پھر معجزہ کتاب کا آیا جہان میں
اللہ بولتا ہے نبیؐ کی زبان میں

یکساں مزاجِ ظاہر و باطن یہ معجزہ (۲۵) خُلقِ حسن سے دب گئے قاہر، یہ معجزہ
اُمّی ہیں، اور عُلوم کے ماہر، یہ معجزہ جو کھائے اور لٹائے جواہر، یہ معجزہ
ہلچل مچادی اسلحۂ بے دریغ سے
کاٹا قمر کی ڈھال کو انگلی کی تیغ سے

بت رام ہوگئے، یہ خطابت کا معجزہ (۲۶) خندق کی فتح، فکر وفراست کا معجزہ
زورِ علیؑ، انہیں کی شجاعت کا معجزہ بیٹی بتول سی، جو رسالت کا معجزہ
دختر کے دلبروں سے جو نسلِ نبیؐ چلی
دختر کشی کی رسمِ نجس پر چھری چلی

کیااِن سے پہلے رنگِ جہاں تھا سنا بھی ہے؟ (۲۷) بوجہل سا کبھی کوئی جاہل ہوا بھی ہے
واقف تھا اس سے کون، کوئی کبریا بھی ہے آنے سے اِن کے سب نے یہ جانا، خدا بھی ہے
ان ظلمتوں میں نور جو پھیلا جناب کا
شب کٹ گئی، ظہور ہوا آفتاب کا

غل تھا کہ اِنّہُ قَمَر فی کمالِہ (۲۸) الشّمس بھی تواقتبسَتْ عن جمالِہ
دنیامہک رہی ہے بطیبِ خصالہ آئے رسولؐ صلّ علیہِ و آلِہ
پتھر جہاں تھے اب وہیں وحدت کے پھول ہیں
یہ انقلاب کیوں نہ ہو، آخر رسولؐ ہیں

دارالسلام بڑھ کے پکارا کہ السلام (۲۹) جھک کر کیا فلک نے اشارہ کہ السلام
کہتا تھا مسکرا کے ستارہ کہ السلام بولا تڑپ کے حسنِ نظارہ کہ السلام
ایمان تھا نہ اس کا جو خالق کے نور پر
کِسرا کے قصر ہلنے لگے اس قصور پر

روح الامین خادمِ دربارِ مصطفیٰؐ (۳۰) دین و یقین، ناظمِ سرکارِ مصطفیٰؐ
مطلوبِ موسوی بھی طلبگارِ مصطفیٰؐ رویت ہے کردگار کی، دیدارِ مصطفیٰؐ
جز وحدت اِن کی ذات میں اوصاف کیا نہیں
یہ مظہرِ خدا تو ہیں مانا خدا نہیں

کل بھی نبیؐ تھے آج بھی روزِ مآل بھی (۳۱) مستقبلِ زماں بھی ہیں، ماضی بھی حال بھی
اسلام کا کمال بھی ہیں، باکمال بھی محبوبِ ذوالجلال بھی حق کا جلال بھی
دل ہیں نگاہِ قہر سے اب تک چھنے ہوئے
بیٹھے ہیں مشرکوں کے خدا بت بنے ہوئے

صورت سے حسنِ غیب کی عظمت عیاں ہوئی (۳۲) سیرت سے زندگی کی حقیقت عیاں ہوئی
باتوں سے انبیاء کی ضرورت عیاں ہوئی صانع کو فخر ہے مری صنعت عیاں ہوئی
کاندھے پہ مُہر جو صفتِ سجدہ گاہ ہے
ختم الرّسل ہیں دوشِ مبارک گواہ ہے

یہ نور ہیں، مگر نہ قمر جیسے فی المثل (۳۳) دھبّا ہے اس میں اور یہ آئینہ ازل
اِس برج میں وہ آج تو اُس برج میں ہے کل ان کا ہے ایک مرکز و محور جو ہے اٹل
عرشِ بریں پہ مسند اَسریٰ کے صدر ہیں
بدر ان کی گرد راہ ہے یہ شاہِ بدر ہیں

اوصاف کبریا کی متانت ہیں مصطفیٰؐ (۳۴) کُل انبیاء کی روح ذہانت ہیں مصطفیٰؐ
جس کے حبیب اس کی امانت ہیں مصطفیٰؐ پھر لاکھ امانتوں کی ضمانت ہیں مصطفیٰؐ
صادق بھی ہیں، امین بھی، قرآن کی قسم
کافر بھی کہہ رہے ہیں کہ ایمان کی قسم

حق گو، کہ حق نے جس کی حقیقت پہ مُہر کی (۳۵) طاہر، کہ ذہن وفکر بھی ہر رجس سے بری
مولیٰ، کہ ہے شریکِ، موالی ہر اک ولی شافع، کہ روزِ حشر بھی نعرہ ہے 'اُمّتی'
اُمّی کہ بزمِ علم میں قرآں بکف ملا
دریا، کہ ریگزار میں طوفاں بکف ملا

حاکم، صغیر سنِ میں کبیروں پہ حکمراں (۳۶) قابض، کہ صدق وحق کے ذخیروں پہ حکمراں
غالب، کہ بے زری میں امیروں پہ حکمراں سلطاں، کہ سرکشوں کے ضمیروں پہ حکمراں
رہبر، کہ نظم و ضبط طریقت بدل دیا
قائد، کہ اعتبارِ قیادت بدل دیا

ضامن، کہ زندگی کی معیشت سے حشر تک (۳۷) عابد، کہ چشم دید شہید انجمِ فلک
زاہد، کہ ذوقِ فاقہ کشی دل کی اک للک ناصح، کہ جس کی تلخیٔ گفتار پُر نمک
ہمدرد، جس کو غیر کا درد آپ سے سوا
مشفق، کہ سرپرست ہے ماں باپ سے سوا

اول، کہ جس کے دم سے صفی کو ملی صفا (۳۸) آخر، کہ جس کا رخ ہے ازل اور ابد قفا
عالم، کہ بات بات اشارات فلسفہ چیدہ چنیدہ، جس کا لقب بھی ہے مصطفیٰؐ
عجز آشنا کہ آئینہ کبریائی ہے
بندہ بشر کہ جاہ و جلال خدائی ہے

گوہر، کہ رمزِ کُن فیکوں جس کی ہے صدف (۳۹) جوہر، کہ جس کے فیض سے فائز ہوئے سلف
مؤمن، کہ جس کی چھوٹ سے بھی شک ہو برطرف عارف، کہ راہِ شوق میں حد جس کی ما عرف
فرقان، رمزِ باطل و حق کھولتا رہا
قرآن، وہ خموش نہیں، بولتا ہوا

سابق، کہ بعد ذاتِ خدا سب سے ماسبق (۴۰) شارق، کہ جس کا عکسِ جبیں شوخیِ شفق
فاضل، کہ دو جہان سے افضل بفضلِ حق عاقل، کہ عقلِ کُل کو دیا حمد کا سبق

ساقی، کہ جس کے در پہ غمِ العَطش نہیں
ناصر، کہ جس کے عہد میں اک فاقہ کش نہیں

مصدر، کہ ہے صدورِ تجلّی کا جلوہ زار (۴۱) مشتق، کہ فعل واحدِ غائب سے ہمکنار
مُرسل، کہ مرسلین میں محبوبِ کردگار عادل، کہ داد رس کی عدالت میں پیشکار

بے زر، کہ بے خلاف شہِ مشرقین ہیں
غازی۔ کہ نام سرورِ بدر وحنین ہیں

خوشخو، کہ جس کا خلقِ عظیم آیتِ جلی (۴۲) دلجو، کہ بات سنتے ہی دل کی کِھلی کلی
ارفع، کہ لا مکان سے رفعت ہے منجلی اعلیٰ، کہ جس کا بندۂ درگاہ بھی علیؑ

یٰسین، جو مبین کی منزل کا بدر ہے
طٰہٰ، کہ طاہرین کی محفل کا صدر ہے

ضابط، کہ ضبطِ نفس کی قدرت لیے ہوئے (۴۳) رابط، کہ ربطِ خالق و خلقت لیے ہوئے
باذل، کہ آب وگلِ میں سخاوت لیے ہوئے کامل، کہ حشر تک کی شریعت لیے ہوئے

شاکر، کہ شکر دم ہمہ دم دل کا چین ہے
صابر، کہ تربیت کا نمونہ حسینؑ ہے

کیا تذکرہ حسینؑ کا وہ اِن کی آل ہے (۴۴) بچوں کی تربیت کا تو سب کو خیال ہے
وہ بزم چل کے دیکھیے جس میں بلال ہے صوفی بھی جھوم جائیں گے سن کر وہ حال ہے

اصحابِ پاک، محوِ شرابِ الست ہیں
شاہوں کے شاہ، اِن کے فقیرانِ مست ہیں

بے سعی و بے ریاض، یہ شاہی نہیں ملی (۴۵) جھیلے ہزار غم، تو میسر ہوئی خوشی
ہر گام، کربلا تھی، وہ مکّے کی زندگی جس میں تھے لاکھ دشمنِ جاں اور اک نبیؐ
کانٹے شقی بچھاتے تھے حضرت کی راہ میں
چھالے پڑے تھے پائے رسالت پناہ میں

طائف کی سرزمیں پہ جو ہوتا کبھی گزر (۴۶) نورِ خدا پہ سنگ برستے تھے اس قدر
ہو جاتے تھے حضورؐ سراپا لہو میں تر جیسے حسینؑ بیکس و مظلوم و بے جگر
یثرب میں آ کے تازہ مصیبت میں پڑ گئے
دنداں شہید ہوگئے، حمزہ بچھڑ گئے

باایں ہمہ مصائب و آفاتِ ناتمام (۴۷) وجہِ سکوں تھے خدمتِ انسانیت کے کام
آیا بخار بھی، تو نہ چھوٹا یہ التزام بڑھتا رہا مرض کی طرح ضعف صبح و شام
فاقوں سے اور زرد تنِ زار ہوگیا
جنت کا پھول، نرگسِ بیمار ہوگیا

شدت سے تپ کی اب، مرے مولا کا ہے یہ حال (۴۸) جلتا ہے جسم ضعف و نقاہت بھی ہے کمال
پیہم مرض کا ہے یہ اشارہ بصد ملال آیا بہت قریب نبیؐ کا دمِ وصال
رخصت ہیں اب جہان سے بابائے فاطمہؑ
ہم بھی شریکِ غم ہیں ترے، ہائے فاطمہؑ

ہے فالِ بد جو وارثِ دیں کے مرض کا طول (۴۹) غمناک ہیں فروع، تو بے چین ہیں اصول
چھایا جو ہے دلوں پہ غمِ فرقتِ رسولؐ ازواج بھی ملول ہیں، اصحاب بھی ملول
ہیں مضطرب بتول بھی، شاہ حنین بھی
روتے ہیں چپکے چپکے حسنؑ اور حسینؑ بھی

بڑھتا گیا مرض جو شب و روز سر بسر (۵۰) رخصت کو ایک دن ہوئے مسجد میں جلوہ گر
منبر سے بعدِ حمد پکارے بہ چشمِ تر یارو! جہاں سے اب ہمیں درپیش ہے سفر
ہر شخص اس مقام پر جرأت سے کام لے
ایذا جسے ہوئی ہو، اُٹھے انتقام لے

تقصیر کچھ ہوئی ہے جو اللہ کے حضور (۵۱) نادم ہیں ہم بھی اور ہے وہ بھی بڑا غفور
اب وہ رہے، کیے ہوں جو بندوں کے کچھ قصور بخشے انہیں کریم، عدالت سے ہے یہ دور
پہنچا ہو مجھ سے دکھ جو کسی دل ملول کو
حق العباد سے وہ چھڑا دے رسولؐ کو

رونے لگے یہ سنتے ہی اصحابِ جاں نثار (۵۲) اٹھا صفِ نماز سے اک مردِ حق شعار
کی دست بستہ عرض کہ اے شاہِ نامدار اک روز میرے ہاتھ میں خاصے کی تھی مہار
مارا تھا تازیانہ جو اس کو جناب نے
وہ بچ گیا تھا، کھایا تھا اِس دل کباب نے

اُس وقت تھا نہ جسم پہ میرے جو پیرہن (۵۳) کوڑے کی ضرب سے متاثر تھا کُل بدن
گو صبر کر کے بیٹھ رہا تھا یہ خستہ تن اس گفتگو سے زخم پھر اُبھرا ہے دفعۃً
اب پشت سے ہٹا کے قبا، سر جھکایئے
لوں گا میں انتقام، وہ کوڑا منگایئے

روئیں بلک بلک کے جو دلبندِ مصطفیؐ (۵۴) مسجد میں آئے دوڑ کے دونوں وہ مہ لقا
ہاتھوں کو جوڑ کر یہ پکارے بصد بکا اے شخص! ہے بخار انہیں، ان پہ رحم کھا
للہ رُخ ہماری طرف اپنا موڑ دے
سو دُرّے ہم کو مار لے، نانا کو چھوڑ دے

اس نے کہا کہ حکم شریعت میں دخل کیا (۵۵) ہے یہ قصاص، ذمۂ سلطانِ انبیاء
بولے رسولؐ، دیر نہ کر، اب قدم بڑھا ہو جلد تیرے حق سے سبکدوش مصطفےٰؐ
بے عذر، طے یہ مرحلۂ انتقام کر
بچے ہیں، ان کو کہنے دے، تُو اپنا کام کر

دُرّہ لیے ہوئے جو وہ آیا سوئے قفا (۵۶) شانے کی مہر چوم کے قدموں پہ گر پڑا
رو رو کے عرض کی کہ شہنشاہِ انبیاءؐ صرف اس لیے یہ بے ادبی کی تھی، میں فدا
مولا! شفیعِ روزِ جزا، بخش دیجیے
زہراؑ کا واسطہ یہ خطا بخش دیجئے

چاروں طرف سے آئیں صدائیں کہ مرحبا (۵۷) حضرت نے اٹھ کے اس کو گلے سے لگا لیا
رخصت ہر اک سے ہو کے گھر آئے شہِ ہدا مستقبلِ قریب نے کوفہ سے دی ندا
دُرّوں کے غم نہیں شہِ ابرار کے لیے
مختص ہیں یہ تو عابدِؑ بیمار کے لیے

ہوتا رہا نبیؐ کا مرض دم بہ دم سوا (۵۸) آخر گھڑی وہ آئی کہ محشر ہوا بپا
شدت سے تپ کی، خواب میں تھے سرورِ ہدا ناگاہ، در پہ آ کے کسی نے یہ دی ندا
بی بی! ملے جو اذنِ حضوری جناب سے
ملنا ہے جلد مجھ کو رسالت مآبؐ سے

بولیں بتولِ پاک کہ اے شخص صبر کر (۵۹) تپ ہے شدید، سو گئے ہیں سید البشرؐ
بولا، ابھی ملوں گا، ضرورت ہے سخت تر اس مرتبہ کرخت تھا لہجہ کسی قدر
کہتا تھا، اذن دیجئے، آنا ضرور ہے
پھر شہ کو ساتھ لے کے بھی جانا ضروری ہے

بولیں یہ فاطمہؑ کہ سنی شہ نے یہ صدا (٦٠) کتنی مہیب ہے کہ مرا دل لرز گیا
آیا ہے اک سفیر کسی بادشاہ کا کہتا ہے، میں نبیؐ کو ابھی لے کے جاؤں گا
فرمایا، الفراق! خدا نے بلایا ہے
آنے کا اذن دو، ملک الموت آیا ہے

رکتا ہے کب کسی سے یہ ہے قاصدِ خدا (٦١) اس گھر کا یہ ادب ہے کہ ہے طالبِ رضا
اے گردشِ زمانۂ غدّار و بے وفا لوٹا جو کربلا میں وہ گھر کیا یہ گھر نہ تھا
جن کا یہاں ادب تھا، وہی سب وہاں بھی تھیں
زہراؑ اگر یہاں تھیں، تو زینبؑ وہاں بھی تھیں

یاں تو ملک نے اذنِ حضوری کیا طلب (٦٢) درّانہ واں خیام میں در آئے بے ادب
یہ احترامِ آلؑ یہ پاسِ رسولؐ رب زینب کی پشت، شمر کا درّہ، ارے غضب
بلوے میں بنتِ قلعہ شکن، وا محمدا
عترت کے بازوؤں میں رسن وا محمدا

ذرّیت آج اسی کی ہے بلوے ہیں ننگے سر (٦٣) بے اذن جس کے گھر میں ملک کا نہیں گذر
حاضر ہوئے غرض ملک الموت پوچھ کر کھینچی جو روح، کانپ گیا دل، ہلا جگر
پوچھا کسی حزیں پہ کبھی رحم کھاتے ہو
یا سب کو قبض روح میں یوں ہی ستاتے ہو

قدسی نے کی یہ عرض کہ یا شاہِ خاص و عام (٦٤) سختی بہت ہے جان پہ اوروں کے لا کلام
کروٹ بدل بدل کے تڑپتے ہیں صبح و شام آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہِ انام
اِس وقت مجھ پہ گزری ہے تکلیف جس طرح
ایذا نہ دیجیو مری امّت کو اس طرح

یہ کہتے کہتے ڈھل گیا منکا، نفس رکا (۶۵) امت کی یاد میں مرے مولا نے کی قضا
ازواجِ طاہرات میں ماتم ہوا بپا روئیں تڑپ کے مادرِ مظلوم کربلا

پیہم بتولؑ خستہ جگر پیٹنے لگیں
زینب بھی ننھے ہاتھوں سے سر پیٹنے لگیں

بیٹی کے تھے یہ بین کے بابا کدھر گئے (۶۶) معراج کو سدھارے کہ خالق کے گھر گئے
جنت بسائی اور مجھے برباد کر گئے آؤ حسنؑ حسینؑ کہ نانا گزر گئے

گردش کا رخ، غضب ہے مری سمت پھر پڑا
دوڑو مدینے والو فلک مجھ پہ گر پڑا

اے میرے فاقہ کش مرے نادار بابا جاں (۶۷) بیواؤں بیکسوں کے مددگار بابا جاں
ہے ہے اجڑ گئی مری سرکار بابا جاں بچے تڑپ رہے ہیں کرو پیار بابا جاں

بابا! مرے حسنؑ کو گلے سے لگایئے
بابا! حسینؑ روتا ہے اٹھ کر منایئے

کھا کر پچھاڑیں روتی تھیں بی بی جوزار زار پیہم صدا یہ آتی تھی کانوں میں بار بار
زہراؑ، مرے کلیجے کے ٹکڑے، ترے نثار نانا کے دونوں راج دلاروں سے ہوشیار

میرے حسنؑ حسینؑ کی شادی رچایئو
سہرے بندھیں تو میری بھی تربت پہ لایئو

بس اے نسیم باغِ ولا! روک لے قلم (۶۹) اب مانگ یہ دعا کہ خداوندِ ذوالکرم
امت ترے حبیبؐ کی ہیں اے کریم ہم ایذا سے جس کی تھے متفکر شہِ امم

الطافِ غیب سے ہمیں لطفِ حیات دے
حالاتِ حاضرہ کے تعب سے نجات دے

سید سکندر حسین فہیمؔ امروہوی

سید حیدر حسین یکتاؔ کے پوتے اور فرزدق ہند شمیمؔ امروہوی کے سب سے چھوٹے فرزند سید سکندر حسین فہیمؔ تھے۔ شمیمؔ کی آخری عمر میں یعنی انتقال سے تقریباً چار سال قبل 1910ء میں فہیمؔ کی ولادت ہوئی۔ گھر کا ماحول علمی اور ادبی تھا اسی میں فہیمؔ کی پرورش اور تربیت ہوئی۔ دارالعلوم نورالمدارس امروہہ میں ضروری تعلیم حاصل کی اور نہ صرف اردو بلکہ فارسی میں بھی اچھی استطاعت حاصل کی۔ حاجی مولوی مرتضیٰ حسین سے خاص طور سے درس حاصل کیا۔

شاعری وراثت میں ملی تھی۔ غزل گوئی کے ساتھ ہی مذہبی شاعری کا رجحان ہوا اور نعت و منقبت، نوحہ و سلام اور قطعات و رباعیات کہنی شروع کیں۔ گھر کے علمی ماحول میں تربیت کے ساتھ چونکہ رائج الوقت تمام علوم حاصل کیے تھے اور علوم عربیہ، صرف ونحو، ادب، فلسفہ اور منطق پر کافی دسترس تھی اس لیے شاعری میں بھی جلد ہی نکھار آتا گیا۔

فہیمؔ کی زندگی کا ایک طویل حصہ مقام گلبرگ حیدرآباد (دکن) میں گذرا اور وہاں درس وتدریس سے وابستہ رہے اور وہاں علمی اور ادبی حلقوں میں خاص ہردلعزیزی حاصل رہی۔ شاعری کے علاوہ فہیمؔ نے علم اخلاق پر بھی ایک کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ عزاداری اور امروہہ کے عزاخانوں پر بھی آپ نے تحقیقی کام کیا جو زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکا۔ نعتیہ کلام 'معراج البیان' عنوان سے ریاض بک ڈپو حیدرآباد سے شائع ہوا۔ ایک کتاب تلمیحات اردو شاعری، 5 جلدوں میں غیر مطبوعہ رہ گئی۔ فہیمؔ عمر کے آخری دور میں اپنے وطن امروہہ آ گئے تھے۔ امروہہ آنے کے بعد انہوں نے امروہہ کی ادبی تقریبات اور خصوصاً محافل منقبت میں بھی اکثر شرکت کی۔

پسران میں بڑے پسر سید ریاض شمیم کی شادی تو ہوئی تھی لیکن لاولد رہے۔ دو پسران سید جواد حسین اور سید عباس حسین دہلی میں مقیم ہیں۔ عباس حسین کے ایک فرزند سید شمیم رضا دوبئی میں اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز ہیں۔ دوسرے فرزند سید تقی رضا ہیں جو انٹرنیشنل کیمرہ مین ہیں اور اس فن میں عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ اسپورٹس چینل میں بھی انہیں خاص مقام حاصل ہے۔ دنیا کے پچاس سے بھی زیادہ ممالک کا دورہ کر چکے ہیں۔ شمیم رضا کے تین بیٹیاں اقرا، زینب اور روزی ہیں۔ تقی رضا کی بیٹی طرب فاطمہ اور بیٹا فریدوں رضا ہے۔

سید سکندر حسین فہیم امروہوی

مرثیہ

(۱) اللہ رے جلوہ کہ ہر اک شے سے عیاں ہے — کیا اس کی ثنا ہو جو حسیں جانِ جہاں ہے
دل میں مرے رہتا ہے اور آنکھوں سے نہاں ہے — کس جا تجھے ڈھونڈوں مرے پیارے تو کہاں ہے
بے دیکھے تری شان پہ ہر شخص فدا ہے
یہ پردہ نشینی کی ادا تیغِ قضا ہے

(۲) خورشید میں کندن سا دہکتا ہے ترا حسن — چھپنے سے نہاں رہ نہیں سکتا ہے ترا حسن
ہر آنکھ میں بجلی سا چمکتا ہے ترا حسن — ہر پھول کے جوبن سے ٹپکتا ہے ترا حسن
ہر شے میں تری جلوہ نمائی نظر آئی
بت خانے میں جا کر بھی خدائی نظر آئی

(۳) سودے میں ترے حور سحر چاک گریباں — اے شاہدِ غیبی ترے انداز کے قرباں
خورشید مبیں زرد، قمر دیدۂ حیراں — زخمِ دلِ عشاق ہے گویا گلِ خنداں
غم میں ترے صدمہ ہے نہ کچھ بدمزگی ہے
جلتی ہے مگر شمع کی لو تجھ سے لگی ہے

(۴) عاشق کو تو رکھتا ہے ذلیل اے مرے پیارے — الفت ہے تری کا ذجمیل اے مرے پیارے
انگاروں پہ لوٹے ہیں خلیلؑ اے مرے پیارے — ایوبؑ رہے زار و علیل اے مرے پیارے
کہتے تھے دھواں ہے دلِ آگاہ میں مولا
درویش کی دھونی ہے تری راہ میں مولا

ہے اس کی جگہ قلبِ گنہگار خجل میں (۵) بے تاب ہے دل اس کیلئے خود جو ہے دل میں
آتش میں نہ پانی میں ہوا میں نہ ہے گل میں مردم ہیں تجسس میں وہ ہے آنکھ کے تل میں
وہ ارض وسما میں ہے نہ خورشید و قمر میں
کیا مجھ سے چھپے گا کہ وہ ہے میری نظر میں

گر عشق کی ہمت ہے تو تائید بھی ہوگی (۶) ڈھونڈے گا تو مل جانے کی امید بھی ہوگی
غش ہوگا جو تجھ پر تو اسے دید بھی ہوگی قربان جو ہوگا تو اسے عید بھی ہوگی
جو تیرا گدا ہوگیا شاہی اسے دے دی
دل جس نے دیا تو نے خدائی اسے دے دی

چھپنے پہ ہر اک شے سے نمودار تو ہی ہے (۷) ظاہر تو ہی، غائب تو ہی، ستار تو ہی ہے
طاعت کا محبت کا سزاوار تو ہی ہے واحد تو ہی، یکتا تو ہی، غفار تو ہی ہے
طالب تو ملے پر ترا مطلوب بھی اک ہے
جس کی تجھے چاہت ہے وہ محبوب بھی اک ہے

یوسفؑ کا ہے وہ فخر کہ اللہ کو ہے چاہ (۸) سب کہتے ہیں بندے کی خدائی ہوئی اللہ!
عسرت میں غنی اور گدائی میں شہنشاہ سیکھا نہیں اک حرف، پہ ہر علم سے آگاہ
خود حق نے پڑھایا ہے رسولؐ دوسرا کو
کوئی نہ گھرک دے یہ تامل تھا خدا کو

بندہ یہ وہ بندہ ہے جو خالق کے قریں ہے (۹) کرسی ہے مکاں، فرشِ قدم، عرشِ بریں ہے
دن رات کی خدمت کے لیے روحِ امیں ہے یکتا اسے کہتے ہیں کہ سایہ بھی نہیں ہے
نوران کا سرِ چرخ بریں بدر بنا ہے
ذی قدر تھا سایہ سو شب قدر بنا ہے

یا سایہ نے یہ حسن خدا داد جو پایا (۱۰) بے ساختہ پیکر سے لپٹنے کو وہ آیا
وصلی کی طرح وصل ہوا جسم سے سایا اب کس کو نظر آئے کہ پیکر میں سمایا
یا حق کو یہ تھا پاس، رسول عربیؐ کا
پردہ شبِ معراج کا سایہ تھا نبیؐ کا

لو مل گیا مضمون ہوئی رحمتِ داور (۱۱) سر اپنا جو یاد آیا مہم ہوگئی یہ سر
کیوں سر میں مرے مشک کا ہے رنگ سراسر یہ اوج فقط شہ کی بدولت ہے میسر
روشن ہے یہ اربابِ نظر کی نظروں پر
ہمراہ نہیں، سایہ ہے امت کے سروں پر

آنکھوں میں بھی اس سایہ سے تنویر وضیا ہے (۱۲) دو تل کے برابر ہر اک انساں کو ملا ہے
اب ذہن کو دعویٰ ہے کہ مضموں یہ نیا ہے ہاں ظلِ نبیؐ خانہ حیدرؑ میں چھپا ہے
زہراؑ میں ہے سب عکس رسولِ عربیؐ کا
لو! آج کھلا فاطمہؑ سایہ ہیں نبیؐ کا

دیباچۂ دیوانِ شرافت ہیں محمدؐ (۱۳) سرنامۂ مکتوبِ سیاست ہیں محمدؐ
سر دفترِ اقبال و جلالت ہیں محمدؐ بسم اللہ قرآنِ رسالت ہیں محمدؐ
گو خلق میں تقدیر کی تدبیر سے آئے
دنیا سے جو نفرت تھی، تو تاخیر سے آئے

حیرت ہے کہ یہ مہر جبیں پر نہ لگائی (۱۴) خالق نے نبوت کی سند آپ چھپائی
پر خاتمے کی بات مرے ذہن میں آئی حضرت نے جو دنیا کی طرف پشت پھرائی
چہرے پہ نہ ماتھے پہ نہ انگشت پہ کی مہر
دنیا کے دکھانے کے لیے پشت پہ کی مہر

اے چشمۂ فیض و کرم، اللہ رے ترا ذکر (۱۵) الحمد تری مدح ہے، تسبیح خدا ذکر
جنت تری الفت ہے، گناہوں کی دوا ذکر جو ذکر عبادت ہو، پھر اس ذکر کا کیا ذکر

جب نام حضورؐ آئے گا تب اوج بڑھے گا
میں کیا مرا اللہ بھی صلوات پڑھے گا

جبرئیلؑ کو آتی ہے یہ آواز کہ جاؤ (۱۶) اے روحِ امیں اب مرے محبوب کو لاؤ
آہستہ جگا کر مرے پیارے کو سناؤ سب حور و ملک آپ کے مشتاق ہیں آؤ

ہر چند کہ معبود تو ہر وقت قریں ہے
بے تاب زیارت کے لیے عرش بریں ہے

یہ سن کے ملک آپ کی درگاہ پہ آیا (۱۷) اس یوسفِ ثانی کو مگر خواب میں پایا
تلووں سے ملے گال نصیبے کو جگایا جاگے تو یہ آداب بجالا کے سنایا

اے فخرِ رسولانِ سلف! فخر کی جا ہے
اللہ غنی! حق نے تمہیں یاد کیا ہے

القصہ کہ حضرتؐ نے قدم اپنا اٹھایا (۱۸) جبریلؑ نے رہوارِ بہشتی پہ بٹھایا
اس رخش ہمایوں نے تماشا یہ دکھایا ساتھ اڑ نہ سکا بن کے ہما رہ گیا سایا

دیکھا کہ حسیں بھی ہے دلاور بھی جری بھی
حیوان بھی، انساں بھی فرشتہ بھی پری بھی

اس رخشِ بہشتی پہ چڑھے جب شہِ جمہورؐ (۱۹) پھر جلوۂ رخسار ہوا نُور علیٰ نور
اس نُور کے پیکر کو اڑا لے گئی وہ حور مکّے سے مدینے میں، مدینے سے سُوئے طور

دل سوزئ شیدا کا قرینہ نظر آیا
عاشق کا جگر طور کا سینہ نظر آیا

لو! عالم بالا پہ گئے سرورِ عالمؐ (۲۰) پہنچا فلک ماہ پہ وہ نیرِ اعظم
ہنستے ہوئے ملنے کو بڑھے حضرتِ آدمؑ مہتاب نے نعلین کو بوسے دیے پیہم
اک شور ہوا چرخ پہ ابرِ کرم آیا
مہتاب میں تاب آگئی، آدمؑ میں دم آیا

اک آن میں پھر چرخ دوم پر گئے سرور (۲۱) کندن سا دمکتا ہوا پایا فلکِ زر
جب چرخ طلائی پہ گئے شاہِ ابوذر لے آیا دبیر فلک اک مدح کا دفتر
فرمایا کہ مدّاح جد و کد نہ کریں گے
ہرگز یہ عطارد کی عطا، رد نہ کریں گے

پھر تیسرے گردوں پہ تماشا نظر آیا (۲۲) زہرہ نے وہاں شرع کا قانون بجایا
جبریلؑ امیں نے مہِ کنعاں سے ملایا طالع نے وہاں مصحفِ خورشید دکھایا
لیکن مہِ مصری تو حلاوت سے بھرا تھا
خورشید مدینہ نمکیں تھا یہ مزا تھا

پھر چرخ چہارم پہ عجب لطف اٹھایا (۲۳) اک تاج زری مہرِ منور کو پہنایا
خورشید کے دن پھر گئے عیسیٰؑ میں دم آیا اعجازِ مسیحائی عیسیٰؑ کو جلایا
کچھ حد ہی نہ تھی حضرت عیسیٰؑ کی خوشی کی
پروانگی پائی جو حیات ابدی کی

پھر پانچویں گردوں پہ یہ صورت نظر آئی (۲۴) تصویرِ شہنشاہِ ولایت نظر آئی
اک خلق خدا محوِ زیارت نظر آئی کیسی اسد اللہ کی ہیبت نظر آئی
ہر شخص پسینے سے شرابور ہوا ہے
بہرامِ فلک ڈر سے لبِ گور ہوا ہے

پھر چرخ ششم پر جو گئے شافع محشر (۲۵) اک در کو وہاں دیکھ کے، ششدر ہوئے سرور
وہ اوج و بلندی صفتِ بختِ سکندر جبریل نے نعرہ کیا یا حیدرِ صفدر
ظاہر ہوا نار اس کے پسِ پشت نہاں ہے
یہ حیدرِ صفدر کی طرح باب اماں ہے

فرمایا کہ احوالِ جہنم بھی تو دیکھیں (۲۶) شانِ غضبِ خالقِ آدم بھی تو دیکھیں
امت کے گنہگاروں کا عالم بھی تو دیکھیں اب ان کو جلائے تو سقر ہم بھی تو دیکھیں
دیکھا تو وہیں شمع شب افروز ہوئی آگ
جو دل کو جلاتی تھی وہ دل سوز ہوئی آگ

وہ آگ کا گھر، آگ کے در، آگ کی دیوار (۲۷) وہ آگ کے نخل، آگ کے گل، آگ کے گلزار
بیلوں کے عوض لپٹے ہوئے، آگ کے وہ مار وہ زر کے خریداروں میں، گرم آگ کا بازار
بھولا زر و زیور دلِ مضطر پہ جب آنچ آئی
سودے کے دھویں اڑ گئے خود سر پہ جب آنچ آئی

وہ آگ کی زنجیر کا غل صورت نالا (۲۸) وہ گُرز کہ البرز کا بھی توڑنے والا
وہ سانپ، کہ دیکھے تو پڑے آنکھ میں چھالا گل کر دے چراغِ مہ و خورشید، وہ کالا
دافع کوئی جز قاتلِ عنتر نہیں ان کا
جز الفتِ قُربیٰ کوئی منتر نہیں ان کا

کیا لکھیے وہ کفار کتابی کی خرابی (۲۹) آتش میں وہ رخسارِ گلابی کی خرابی
زانی کی وہ خواری، وہ شرابی کی خرابی رسوائی کی رسوائی، خرابی کی خرابی
غل تھا کہ عنایت ہے یہ خوبانِ چگل کی
یہ آگ لگائی ہوئی ہے حضرت دل کی

کھاتے ہیں ستم گر صفتِ کبک دری آگ (۳۰) پانی کو کرے برق، وہ شوخی کی بھری آگ
بھڑکے کہ تو سمندر میں بھی چھوڑے نہ تری آگ بھڑکانے میں معشوق، بھڑکنے میں پری آگ
پانی بھی تو تیزاب ہے، دوزخ کے کنویں کا
بھڑکے ہوئے شعلوں کی زمیں، چرخ دھنویں کا

جوں شعلہ لرزتے ہیں، جو لڑتے تھے ہوا سے (۳۱) وہ داغ اٹھاتے ہیں، جو یاں خوش تھے دغا سے
شکل ان کی ڈراتی ہے ڈرے جو نہ خدا سے جو چور تھے وہ آنکھ چراتے ہیں حیا سے
اس لذت بے جا سے عجب بدمزگی ہے
تن میں صفت دزدِ حنا آگ لگی ہے

وہ دیو کی صورت کے ملک دشمنِ جانی (۳۲) شکلیں وہ بھیانک وہ صدا ان کی ڈرانی
آگ اُس کو کھلائی، اسے کھولا ہوا پانی گو پیٹ بھرا، پر نہ بجھی تشنہ دہانی
یہ پیاس کی شدت ہے، کہ دم پھول رہا ہے
یہ سود کا پھل ہے، کہ شکم پھول رہا ہے

مستوں کے غرور آگ میں کافور ہوئے ہیں (۳۳) شیشے کی طرح کاسۂ سر، چور ہوئے ہیں
جو لوگ کہ جابر تھے، وہ مجبور ہوئے ہیں ہر سور کے دل میں یہاں، ناسور ہوئے ہیں
سب قہرِ الٰہی کی علامت نظر آئی
جو صُور پھکا اس کو قیامت نظر آئی

منہ سے وہ زباں نکلی ہوئی عہد شکن کی (۳۴) شعلے کی طرح اڑتی ہوئی رال دہن کی
پھر آگ کھلاتے ہیں کہ تیزی ہو جلن کی چھتری سر موذی کے لیے ناگ کے پھن کی
زہر ان کے لیے جھوٹی قسم ہوگئی گویا
توڑا جو قسم کو تو وہ سم ہوگئی گویا

اب سات طبق لے کے فلک نذر کو آئیں (۳۵) آنکھیں بھی نگاہیں بھی حجابوں کو اٹھائیں
مردم کو سماں ساتویں گردوں کا دکھائیں   پلکوں سے وہ حوریں مری لیتی ہیں بلائیں
نظروں میں سمایا ہے مری خلد کا باغ آج
ہے ساتویں گردوں پہ ثنا خواں کا دماغ آج

لو آگئی سیر چمن خلد کی باری (۳۶) فرحت سے شگفتہ ہوا وہ گلشنِ باری
اترائی ہوئی، لائی خبر بادِ بہاری   صلوات ہر اک نہر کے منہ سے ہوئی جاری
خود تختۂ در جھک گئے آغوشِ ستوں پر
محراب نظارے کو چڑھی دوشِ ستوں پر

ساقی جسے سب خلد میں پیتے ہیں وہ شے لا (۳۷) اس غیرت خورشید کی ضو بزم میں پھیلا
عاقل کو بھی مجنوں جو بناتی ہے وہ لیلا   زاہد کا بھی دل، جس سے نہ میلا ہو، وہ مے لا
سب خلق خدا تیری زمیں چوم رہی ہے
میخانے پہ رحمت کی گھٹا، جھوم رہی ہے

رندوں نے ''سقاہم'' کی خبر پائی ہے ساقی (۳۸) رحمت کو ہوائے چمن آرائی ہے ساقی
بوئے گل تر باغ میں اترائی ہے ساقی   میخانے کا در کھول بہار آئی ہے ساقی
پھر جھوم کے مستانِ مئے خم غدیر آئے
ساقی ترے ہاتھوں کی لکیروں کے فقیر آئے

وہ مے، کہ ہے جس پر نگہِ خالقِ عادل (۳۹) وہ جام، کہ جو دور میں قرآں کے ہے شامل
پرکھا اسی پیمانے سے حق نے حق و باطل   نعمت کا کیا خاتمہ ایماں ہوا کامل
جب تک کہ نہ خود پیرِ مغاں سوئے خم آیا
کب آیۂ ''اکملت لکم دینکم'' آیا

اے مستِ ولا دیکھ وہ جنت نظر آئی! (۴۰) غرفے سے کسی حور کی صورت نظر آئی
جلوہ تھا کہ اللہ کی قدرت نظر آئی گھر ہوگیا دل میں، وہ عمارت نظر آئی
دُر کے کہیں در، اور گُہر کے کہیں گھر ہیں
سونے کی مشجّر کا گماں ہو، وہ شجر ہیں

وہ تازہ نہالوں کے نئے رنگ کے جامے (۴۱) وہ سبز ورق لوگوں کے اعمال کے نامے
وہ غنچہ و گل، بوئے محمدؐ سے شامے وہ آل کے ہم رنگ شگوفوں کے عمامے
سبزانِ چمن حسن کی دولت سے غنی ہیں
گر پھول حسینی ہیں تو پتے حسنی ہیں

ہر نخل کی خوبی قدِ دلبر سے دو بالا (۴۲) وہ چاندنی کے پھول کہ آنکھوں کا اجالا
میوے ثمرِ معرفتِ بارِ تعالا وہ بادۂ کوثر کا پیالہ گلِ لالا
شوخی کا وہ عالم وہ سماں جلوہ گری کا
حوروں میں نہ کیوں رنگ جمے لال پری کا

وہ حسن، کہ مہتاب بھی دیکھے تو نہ تاب آئے (۴۳) سبزے کا لکھوں ذکر تو مضموں کو شباب آئے
چشمے وہ کہ چشمِ مہِ کنعاں کو حجاب آئے یوسفؑ کو وہ تارے نظر آئیں کہ نہ خواب آئے
ہاں فکر بشر رازِ جناں پا نہیں سکتی
یاں تک مرے مضموں کی ہوا جا نہیں سکتی

ہلکی سی بھی پوشاک، تنِ حور پہ بھاری (۴۴) آنچل کو سنبھالے ہوئے، خود بادِ بہاری
زانوئے حسیں، آئینۂ قدرت باری مکھڑا کبھی دیکھا، تو کبھی مانگ سنواری
خود حسنِ خدا داد پہ ناز ان کو بڑا تھا
چوٹی کا جو زیور تھا، پسِ پشت پڑا تھا

قصرِ دُرِ یاقوت پہ بیلیں وہ سنہری (۴۵) بوٹوں میں وہ سبزی، کہیں ہلکی، کہیں گہری
وہ خواب کا فرش اور وہ سونے کی مسہری وہ سرد ہوا، مہر کو آجائے پھریری
آثارِ تبسم وہ شگوفوں کے دہن میں
خوشبو بھی ہوا کھانے کو نکلی تھی چمن میں

وہ صحن چمن میں کہیں بیلیں کہیں بیلا (۴۶) آزاد کوئی سرو نہ شمشاد اکیلا
وہ باغ کی حد پر، کہیں لیمو کہیں کیلا ہر قسم کے تختے میں، شریفوں کا وہ میلا
کچھ نخل ہیں ایسے، کہ زمیں چوم رہے ہیں
یہ حسن کا نشہ ہے، کہ سب جھوم رہے ہیں

لالہ کا وہ گل، جام مئے ناب ہوا تھا (۴۷) ہر موتیا موتی سے بھی، خوش آب ہوا تھا
جو چاندنی کا پھول تھا مہتاب ہوا تھا مخمل سادہ سبزہ، ہمہ تن خواب ہوا تھا
سبزے پہ گرے چاندنی کے گل جو چمن میں
ثابت ہوئی تاروں کی قبا خضر کے تن میں

یاقوت خجل ہو، جو گلِ تر نظر آئے (۴۸) مرجاں کا ثمر پھول سے، بہتر نظر آئے
جوہر کا مکاں دُر کا ہر اک در نظر آئے جس در پہ نظر کیجیے، پیمبرؐ نظر آئے
آنکھوں میں بھی اس نام سے تنویر و ضیا ہے
مردم میں یہ غل ہے کہ نبی عین خدا ہے

ہر قصرِ بہشتی کے دروں پر ہے محمدؐ (۴۹) پھولوں پہ بھی، سارے شجروں پر ہے محمدؐ
ہر طائرِ جنت کے، پروں پر ہے محمدؐ سب ان کے غلاموں کے، سروں پر ہے محمدؐ
آنکھوں میں بھی اس نام سے تنویر وضیا ہے
مردم میں یہ غل ہے کہ نبی عین خدا ہے

قلبِ چمنِ خلد میں اک بارہ دری ہے (۵۰) روشن ہے دروں سے کہ چراغوں سے بھری ہے
جو اس میں شجر ہے، وہ عقیق شجری ہے پھولوں سے شگوفوں سے حسینوں سے بھری ہے
گرد اس کے ہر اک عاشق سرور کا محل ہے
امت کے محلے میں پیمبرؐ کا محل ہے

اک قصرِ معلق میں تجلی قمر ہے (۵۱) قدسی کو نہ واں تاب نظر ہے نہ گذر ہے
ہر حور بہشتی کی، اسی گھر پہ نظر ہے گویا چمن خلد میں، چوٹی کا وہ گھر ہے
حیران ہے شوکت، کہ عجب شوکت و شاں ہے
حوروں کے اشارے ہیں، کہ زہرا کا مکاں ہے

اک قصر میں معصوموں کو بہلاتے ہیں ادریس (۵۲) منہ دھوتے ہیں اس کا اسے نہلاتے ہیں ادریس
گلشن کی روش پر اسے ٹہلاتے ہیں ادریس منہ چوم کے تلوے کبھی سہلاتے ہیں ادریس
کیوں ناز اٹھاتے ہیں ہر اک ماہ لقا کے
بچے ہیں یہ سب امت محبوب خدا کے

اک سمت نظر آ گیا اک شجرۂ سر سبز (۵۳) سر سبز، جگر سبز، گل و برگ و ثمر، سبز
ہر شاخ ہری، اور ہر اک پھول کا زر، سبز پھل کو جو کریں چاک تو اندر سے جگر سبز
فرمایا عجب شانِ خداوندِ غنی ہے
خود حسن پکارا کہ نہالِ حسنی ہے

اک سمت نظر آ گیا اک نخل جناں، لال (۵۴) وہ برگ عجائب، وہ گلِ نور فشاں لال
گویا لبِ یوسفؑ سے بھی غنچے کا دہاں لال اس نخل کی تعریف میں طوطیِ زباں لال
رنگت نے کہا جلوۂ عینی یہ شجر ہے
کیونکر نہ حسیں ہو کہ حسینی یہ شجر ہے

جبریل سے پوچھا تو کہا رازِ خدا ہے (۵۵) یہ سبز نہالِ حسنِ سبز قبا ہے
اور سرخ شجر، شجرۂ شاہِ شہدا ہے اب آپ سے کیا عرض کروں جوش بکا ہے
دونوں پہ ستم ہوں گے شقاوت سے عدو کی
وہ زہر کی سبزی ہے یہ سرخی ہے لہو کی

جنت میں نواسوں کے لیے اشک بہا کے (۵۶) سدرہ پہ گئے چشمہ رحمت میں نہا کے
جبریل امیں کہنے لگے سر کو جھکا کے یا شاہ! کرم کیجئے تکیہ پہ گدا کے
حسرت ہے کہ پوری مری امید ہو مولا
پڑھیے جو دوگانہ تو مجھے عید ہو مولا

اول کی طرح دوسری رکعت ہوئی آخر (۵۷) سب رکن ادا ہو گئے طاعت ہوئی آخر
جبریل نے کی عرض رفاقت ہوئی آخر میرا ہے سلام اب کہ عبادت ہوئی آخر
اب ساتھ چلوں یہ مری طاقت نہیں مولا
آگے مجھے بڑھنے کی اجازت نہیں مولا

واں سے جو چلے کوئی نہ تھا آپ کے ہمراہ (۵۸) اک آپ تھے اک ذاتِ خدا آپ کے ہمراہ
یا آلِ محمدؐ کی ولا، آپ کے ہمراہ پہنچی نہ فرشتوں کی دعا، آپ کے ہمراہ
چلایا براق آپ کہاں چلتے ہیں مولا
یاں مرغِ تصور کے بھی پر جلتے ہیں مولا

گو میری برابر کوئی آہو، نہیں چلتا (۵۹) سم چلتے ہیں اس طرح، کہ چاقو نہیں چلتا
میرے تو مقابل، کوئی جادو نہیں چلتا اس راہ میں لیکن، مرا قابو نہیں چلتا
یہ سن کے تحیّر میں شہِ بحر و بر آیا
فرفر ادھر آتا ہوا رف رف نظر آیا

صلوات پڑھو! آپ گئے عرش علا پر (۶۰) لو خاتمہِ لطف ہے، محبوب خدا پر
روشن ہے مگر حالِ کلیمؑ اہل ولا پر جب طور پہ پہنچے تو صدا تھی یہ صدا پر
لازم ہے ادب اس کا، یہ تعظیم کی جا ہے
نعلین اتارو کہ یہ وادیٔ طویٰ ہے

پر عرش پہ پہنچی جو پیمبرؐ کی سواری (۶۱) اللہ رے ادب پاؤں سے نعلیں اتاری
پر عرش منور نے ندا دی کئی باری محبوب کا دربار ہے، سرکار تمہاری
حسرت میں ہے خود عرش نہ شرمایئے سرکار
پہنے ہوئے نعلین چلے آیئے سرکار

اب دخلِ نظر ہے نہ تصور کا گذر ہے (۶۲) رحمت ہے اِدھر ناز کا انداز اُدھر ہے
اک آنکھ کا پردہ ہی فقط پیش نظر ہے عاشق ہی کو معشوق کی خلوت کی خبر ہے
اے صلِّ علیٰ کیا شہِ والا کا شرف ہے
قوسین کا مذکور تو ادنیٰ سا شرف ہے

قوسین کا احوال میں ادنیٰ کہوں کیوں کر (۶۳) واں عاشق و معشوق تھے پردہ کہوں کیوں کر
اب شکل بگڑتی ہے نتیجہ کہوں کیوں کر اللہ کی قدرت کو میں بندہ کہوں کیوں کر
آئی یہ ندا آؤ چلے آؤ محمدؐ!
یاں غیر نہیں کوئی نہ شرماؤ محمدؐ!

کس ناز سے بولے کہ پریشاں ہے مرا حال (۶۴) جبریل امیں کو تو عنایت ہوں پر و بال
اس بندۂ بے پر کی وہ حرمت نہ وہ اقبال حق نے کہا پیارے ترے سر پر بھی تو ہیں بال
یہ بال کھلیں اور نہ ہلے عرش، ستم ہے
بخشوں ابھی عالم کو ترے سر کی قسم ہے

بالوں کو کسی کے بھی، نہ یہ بخت رسا دوں (۶۵) بکھریں جو ترے، بال تو جنت کو لٹا دوں
امت کے سیہ نامہ اعمال جلا دوں ہاں کیسے گنہ، بدلے گناہوں کے، صلا دوں
کم رکھتے ہیں کیا عز و وقار آپ کے گیسو
خود ناقہ شبیرؑ، مہار آپ کے گیسو

شہ نے کہا سجدے کے تو اسرار سناؤ! (۶۶) جز آپ کے کون اس کا ہے حقدار بتاؤ!
آئی یہ ندا شرم سے یوں طیش نہ کھاؤ! تھا سجدۂ تعظیم تمہیں، سر تو اٹھاؤ!
سجدے سے فقط اوج تھا منظور تمہارا
پیشانی آدمؑ میں جو تھا نور تمہارا

وہ خاک تھے تم نور، وہ قطرہ تو گہر تم (۶۷) وہ نخل بظاہر تو حقیقت میں شجر تم
وہ بار تھے جنت کے چمن میں تو ثمر تم سمجھو تو سہی، وہ تھے بشر خیرِ بشر تم
کیا خاک تھے آدمؑ کہ ہوئے خاک کے مالک
اور آپ کہ ہیں آیہ ''لولاک'' کے مالک

پھر دیکھیے گندم پہ وہ راغب ہوئے جس دم (۶۸) فردوس علیٰ سے بھی نکالے گئے آدمؑ
پر آپ کی امت کی یہ قدر اے شہ عالم کرتے ہیں گنہ اور نہیں دیتے سزا ہم
مطلب تھا کہ الزام نہ یوں دیجئے پیارے
کچھ سوچ کے عاشق کا گلہ کیجئے پیارے

کی عرض کہ ادریس کو جنت میں بلایا (۶۹) کچھ اس کا عوض زیست میں ہم نے تو نہ پایا
آئی یہ ندا کم ہے یہ قوسین کا پایا تب کہنے لگے نوحؑ کو طوفاں سے بچایا
کیا نوحؑ کی کشتی کا عوض ہم کو ملا ہے
لو اور وہ شکوہ نہ سہی یہ تو گلا ہے

آئی یہ ندا ڈوب گیا نوحؑ کا اک لال (۷۰) اور ڈوبتے بیڑے کو سنبھالے گی تری آل
جو آل کی کشتی میں رہا اس کا خوشحال گر اس سے کنارا کیا ابتر ہوا احوال
چھوڑا تو مصیبت میں گرفتار ہے بیڑا
اس ناؤ میں جو بیٹھ گیا پار ہے بیڑا

کی عرض ہوئی بانیِ کعبہ کی یہ حرمت (۷۱) بخشا مرے خالق نے انہیں رتبہ خلت
فرمایا کہ ہے اس سے زیادہ تری عزت ان کو مری الفت تھی مجھے تیری محبت
دیکھو شرف ان کے تو بہت آپ سے کم ہیں
اپنا وہ خلیل اور خلیل آپ کے ہم ہیں

پھر بولے کہ صالح کو عنایت ہوا ناقا (۷۲) ممکن ہے کہ اس رنج سے ہو جائے افاقا
فرمایا بھلا آپ سے کیا ان کو علاقا کیا ان کا وہ ناقہ کہ وہ محکوم تم آقا
گویا ہے سرو پا کا یہاں فرق محمدؐ
ناقے سے، براق آپ کا ہے برق محمدؐ

کی عرض کہ موسیٰؑ کا شرف ہم نے نہ پایا (۷۳) جلوہ انہیں دکھلا کے کلیم اپنا بنایا
آئی یہ ندا، پر نہ ملا آپ کا پایا وہ طور تک آئے تمہیں تا عرش بلایا
وہ دور تھے، دربار میں سرکار کھڑے ہیں
وہ غش ہوئے، پر آپ تو ہشیار کھڑے ہیں

تھا گرچہ کلیم ان کا لقب اے مرے دلبر (۷۴) کب ایسی زباں ایسے لب ان کو تھے میسر
گر اپنے عصا کو وہ بنا دیتے تھے اژدر یاں ہم نے بنایا ہے ترے بھائی کو حیدر
وہ ڈر گئے اژدر سے بڑھا، ہاتھ ولی کا
موسیٰ کی وہ پیری تھی، یہ بچپن تھا علیؑ کا

اس ذکر میں ناگاہ چھڑا ذکر قیامت (۷۵) امت کے گنہگاروں کی فرمائی شفاعت
ایسی کسی مرسل کو نہ تھی خلق کی چاہت بخشی گئی یوں باتوں ہی باتوں میں سب امت
شافع کوئی آیا نہیں، ہادی تو مدام آئے
اچھا تو وہی ہے، جو بُرے وقت میں کام آئے

بعد اس کے سب اللہ کے کاموں کو بھی دیکھا (۷۶) پھر لوح پہ محفوظ اماموں کو بھی دیکھا
اور عرش پہ ان لوگوں کے ناموں کو بھی دیکھا ہنس کر مرے مولا نے غلاموں کو بھی دیکھا
پھر شیر و برنج آ گیا، اک کاسۂ زر میں
احمدؐ کی ضیافت ہوئی محمود کے گھر میں

آخر ہوا طے مائدۂ حضرتِ باری (۷۷) آئی سوئے مکہ مرے مولا کی سواری
جس طرح کہ گلشن سے پھرے بادِ بہاری گویا یہ گھڑی وصل کی تھی ہجر پہ بھاری
بستر میں جو خوں گرمی صد غم نظر آئی
زنجیر در اک لرزش پیہم نظر آئی

خاموش فہیمؔ اب کہ جہاں وجد کناں ہے (۷۸) اشعار ہیں یا کوثر و تسنیم رواں ہے
اور نعت تو گویا کہ فرشتوں کی زباں ہے معراج کا کیا ذکر کہ معراج بیاں ہے
حسانؔ و فرزدقؔ کے شرف تجھ کو خدا دے
کیا خوب مسدس لکھا اللہ جزا دے

اب ذکر فہیمؔ آگے تمہیں کرنا ہے وہ آج (۷۹) یعنی وہ تصور میں جو نیزے پہ ہے معراج
وہ جس نے زمانے میں رسولوں کی رکھی لاج خالق نے عطا جس کو شہادت کا کیا تاج
اللہ کا انسان کو فرمان سنایا
نیزے کی بلندی پہ بھی قرآن سنایا

ہاں اُس نے بھرے گھر کو رہِ حق میں لٹایا (۸۰) اور لوٹ کے بھی ظالموں کو چین نہ آیا
بازو کبھی باندھے کبھی درّہ بھی لگایا بازاروں میں بے مقنع و چادر بھی پھرایا
جو سوچا نہ جائے کبھی وہ ظلم ہوا ہے
اور شام میں زنداں کے اندھیرے میں رکھا ہے

تھی بیکس و مجبور بہت آلِ پیمبرؐ (۸۱) اللہ پہ تکیہ تھا فقط خاک کا بستر
مردوں میں تھا کوئی تو بس اک عابدِ مضطر بیماری نے اس درجہ کیا تھا انھیں لاغر
اونٹوں کی مہار ہاتھ میں کانٹوں کا سفر تھا
زندان ہی منزل بھی تھا زندان ہی گھر تھا

ہو کیسے بیاں ظلمتِ زنداں کا وہ عالم (۸۲) سجادؑ کے سجدے تھے یتیموں کا تھا ماتم
کہتی تھی سکینہ بھی کہ زندہ نہ رہے ہم پھٹتا ہے کلیجہ مرا بابا کا ہے وہ غم
لگتا ہے کچھ ایسا کہ نہ گھر جاؤں گی شاید
میں قید میں گھٹ گھٹ کے ہی مر جاؤں گی شاید

سید عظیم حیدر عظیم امروہوی

مشہور صوفی بزرگ سید حسین شاہ ولایت شرف الدینؒ کے سلسلے سے اولاد حضرت امام علی نقیؑ میں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ دادا حاجی سید معجز حسن نے دادی مرحومہ کی یاد میں ایک امام بارگاہ اور مسجد محلّہ مجاپوتہ امروہہ میں تعمیر کرائی۔ والد ماجد سید محمد نورالحسن مرحوم انگریزی کے تعلیم یافتہ، عزاداری سید الشہداء سے خاص شغف رکھتے تھے۔ ۲۹/اپریل ۱۹۴۵ء مطابق ۱۶/جمادی الاول ۱۳۶۴ھ بروز اتوار بوقت صبح امروہہ میں ولادت ہوئی۔ تقریباً ڈھائی سال کی عمر میں آغوشِ مادری سے محروم ہوگیا۔ اس لیے نانی مرحومہ نے پرورش اور ماموں الطاف حسین کوثری، پروفیسر ممتاز احمد نقوی، علی مہدی نقوی ایڈوکیٹ اور امیر کاظم نقوی کی زیرِ نگرانی تربیت ہوئی۔ چاروں ماموں ۱۹۵۰ سے بھی قبل کے پوسٹ گریجویٹ انگریزی داں، سخن فہم، شاعر اور ادیب تھے۔ دیگر افراد ننہیال میں علامہ شفیق حسن ایلیا، پرنسپل مختار حسین نقوی، رئیس امروہوی، سید محمد تقی (فلسفی وصحافی) کمال امروہوی، قائم امروہوی، جونؔ ایلیا اور شاہد امروہوی جیسے اہل علم وفن ہوئے ہیں۔

امام المدارس انٹر کالج امروہہ سے ۱۹۶۲ء میں ہائی اسکول، ہندو کالج سے انٹر، لکھنؤ یونیورسٹی سے بی کام، علی گڑھ سے ادیب کامل، دبیر فاضل۔ آگرہ سے ایم اے اردو اور روہیل کھنڈ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کیں۔ ملازمت کی مجبوری کے سبب ایل ایل بی کی تعلیم ادھوری رہ گئی۔

۹۔۱۰ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز ہوا۔ امروہہ کے قیام کے دوران مولانا سید محمد عبادت کلیم، لکھنؤ کے قیام کے دوران عاصی لکھنوی اور فضل نقوی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ مرثیہ نگاری میں حضرت نسیم امروہوی کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔

۱۹۶۸ء سے حکومت ہند کے محکمہ خوراک میں ملازمت شروع کی، ڈویژنل اکاؤنٹ آفیسر اور انتظامیہ افسر کے فرائض انجام دینے کے بعد ۲۰۰۵ء میں سبکدوش ہوا۔ ۱۹۷۱ء میں سیدہ شمیم فاطمہ دختر اکرام حسین سے ازدواجی رشتے میں منسلک ہوگیا۔ ایک بیٹی سیدہ زعیم فاطمہ، ایم اے۔ بڑا بیٹا محمد مہران انجینئر اور چھوٹا بیٹا محمد افنان جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے آنرس کے بعد ٹی وی سیریلس سے وابستہ ہے۔ داماد سید تقی رضا نبیرۂ فرزدق ہند شمیم امروہوی ٹی وی کیمرے کی دنیا سے وابستہ ہیں، اپنے فن میں عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ امروہہ، مرادآباد، لکھنؤ، علی گڑھ، رامپور اور دہلی کے قیام کے دوران وہاں کی ادبی، علمی، مذہبی، تعلیمی، سماجی اور ثقافتی تنظیموں سے وابستہ رہا۔

شاعری کی جملہ اصناف میں طبع آزمائی کی۔ ادبی، علمی، مذہبی اور فلمی مضامین بھی لکھے۔ تقریباً ۲۴/مراثی بھی کہے۔ کئی اخبارات و رسائل کی ادارت میں شریک رہا، ۲۴/کتابیں ہندوپاک میں شائع ہوچکی ہیں۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں مشاعروں کے علاوہ کئی مرتبہ پاکستان، ایران، سعودی عرب اور عراق جانے کا بھی موقع ملا۔ سیمناروں میں بھی شرکت کی۔ کئی ایوارڈ بھی ملے ہیں۔

سید عظیم حیدر۔ عظیم امروہوی

مرثیہ

جب صفحۂ زمیں پہ بشر میں وفا نہ تھی (۱) جب ظلم کی جہاں میں کوئی انتہا نہ تھی
جب زندگی کو فکرِ بقا و فنا نہ تھی خُلقِ حسن کی جسمِ بشر پر قبا نہ تھی
ظالم پنپ رہے تھے ستم کے دیار میں
انسانیت پڑی تھی جہالت کے غار میں

جب ذہن میں نہ فرقِ حلال وحرام تھا (۲) جب جبرِ اقتدار کا تہذیب نام تھا
جب کاروبار بردہ فروشی کا عام تھا آداب زوجگی کا تصور ہی خام تھا
جب عصمتیں بہ حدِّ شعارِ حسن نہ تھیں
جب ماں، بہن بشر کی، فقط ماں، بہن نہ تھیں

جب آدمی کے دل میں صفی کے صفا نہ تھی (۳) جب آدمی کی آنکھ میں شرم وحیا نہ تھی
جب آدمی کے کان میں حق کی صدا نہ تھی جب آدمی کے لب پہ خدا کی ثنا نہ تھی
نا آشنا تھے قلب محبت کے نام سے
خُود کام بے خبر تھے شرافت کے کام سے

جب کاروانِ جہل کا تھا ہر طرف گذر (۴) گیتی کے ذرّے ذرّے پہ پھیلا ہوا تھا شر
لٹنے کا خوف تھا تو کہیں، جان کا خطر انسان کر رہا تھا عجب ڈھنگ سے بسر
غارت گری وفتنہ طرازی کا راج تھا
جب سرکشی کے ہاتھ میں پورا سماج تھا

تھا بے دریغ برسرِ پیکار آدمی (۵) بالکل تھا بھائی چارے سے بیزار آدمی
انساں فروش تھا سرِ بازار آدمی زر دے کے آدمی کا خریدار آدمی
جب بیٹیوں کو زندہ دبانا رواج تھا
جب آدمی کا خون بہانا رواج تھا

ہر سمت تیرگی تھی، کہیں روشنی نہ تھی (۶) ہر گام رہزنی تھی فقط، رہبری نہ تھی
ہر موڑ پر تھا جہل، کہیں آگہی نہ تھی محفوظ آدمی کی، غرض زندگی نہ تھی
خوں ریزی وفساد کے ڈیرے تھے ہر طرف
منصف تھے خال خال، لٹیرے تھے ہر طرف

ماحول جب زمیں کا مکدّر تھا دوستو! (۷) دل میں کسی کے خوف، نہ کچھ ڈر تھا دوستو!
گلزارِ دہر خون کا منظر تھا، دوستو! ہر شخص خود کو بھول کے خودسر تھا دوستو!
شیوہ بشر کا فتنہ و جنگ وجدال تھا
امن واماں کا دہر میں، ہر سمت کال تھا

انسان چل رہا تھا جہالت کا راستہ (۸) کوئی عمل نہ اس کی نگاہوں میں تھا برا
ایک ایک خاندان کا معبود تھا جدا دن جتنے سال بھر کے تھے، اتنے ہی تھے خدا
آئینۂ شعور پہ مطلق جِلا نہ تھی
تھے درد بے شمار، پر اُن کی دوا نہ تھی

جرأت یہ کس میں تھی کہ شرافت کا درس دے (۹) ہر غیریت بھلا کے، اُخوّت کا درس دے
نفرت کدے میں آ کے، محبت کا درس دے باطل کے گھر میں، حق کی حقیقت کا درس دے
خود جس سے راہِ راست پہ لگ جائے آدمی
جو مقصدِ حیات ہے وہ پائے آدمی

تھی زندگی ضرور، مگر مدّعا نہ تھا (۱۰) غیر از خودی کسی کو بھی، خوفِ خدا نہ تھا
عقدے تھے سیکڑوں، کوئی عقدہ کشا نہ تھا سب خضر بن گئے تھے، کوئی رہنما نہ تھا

انسان تھا بھلائے ہوئے ہر اصول کو
انسانیت پکار رہی تھی رسولؐ کو

لبیک کہہ کے آگیا تب آمنہ کا لال (۱۱) فاراں کی چوٹیوں کے افق کا مہِ کمال
جس کی کوئی نظیر نہ جس کی کوئی مثال دونوں جہاں کا مہرِ مبیں، نورِ ذوالجلال

انسان کو بچا کے تباہی کے غار سے
جینا سکھا گیا، نگہہِ اعتبار سے

انساں کی جس سے بڑھ گئی توقیر وہ نگاہ (۱۲) تدبیر کی بدل گئی تقدیر وہ نگاہ
فتنوں کی جس سے کٹ گئی زنجیر، وہ نگاہ تاثیر جس کی نعرۂ تکبیر، وہ نگاہ

تنویر جس کی شمعِ فروع واصول ہے
ایسی نگاہ کیوں نہ ہو، آخر رسولؐ ہے

جو خُلق کا جہاں میں سراپا ہے، وہ رسولؐ (۱۳) جو فیض کا حیات میں دریا ہے، وہ رسولؐ
کل کائنات کا جو مسیحا ہے، وہ رسولؐ جو کبریا کے دل کا ارادہ ہے، وہ رسولؐ

ہنگامِ وحیِ نُطق کے لب کھولتا ہوا
اللہ کا ضمیر ہے جو، بولتا ہوا

جس کی ہر ایک بات میں تاثیر وہ رسولؐ (۱۴) جس نے ستم کی توڑ دی شمشیر وہ رسولؐ
جو دے گیا ہے نعرۂ تکبیر وہ رسولؐ پہنائی جس نے ظلم کو زنجیر وہ رسولؐ

مسمار جس نے قلعہ الحاد کردیا
انسان کے ضمیر کو آزاد کردیا

بزمِ عمل کو جس نے سنوارا ہے وہ رسولؐ (۱۵) باطل میں جس نے حق کو ابھارا ہے وہ رسولؐ
جو بے کسوں کے دل کا سہارا ہے وہ رسولؐ طوفانِ ظلم میں جو کنارا ہے وہ رسولؐ

جس نے حیات و موت کے رستے بتا دیے
سارے رموزِ غیب کے پردے اٹھا دیے

بالا ہے جس کی سب سے ہر اک بات وہ رسولؐ (۱۶) جس نے دیا پیامِ مساوات وہ رسولؐ
جس نے بدل کے رکھ دیے حالات وہ رسولؐ پائیں دلوں پہ جس نے فتوحات وہ رسولؐ

سارے جہاں کو امن کا پیغام دے گیا
انسان پیار سے رہے، یہ کام دے گیا

ہیں بے شمار جس کے کمالات وہ رسولؐ (۱۷) جس پر خدا بھی پڑھتا ہے صلوات وہ رسولؐ
قرآں کے مثل جس کی ہر اک بات وہ رسولؐ خالق نے جس سے چاہی ملاقات وہ رسولؐ

سدرہ کو جس نے منزلِ ادنیٰ بنا دیا
انسانیت کو ارفع و اعلیٰ بنا دیا

سینہ ہے جس کا منزلِ قرآن، وہ رسولؐ (۱۸) دنیا کا جس کے دین پہ ایمان، وہ رسولؐ
کردار جس کا سورۂ رحمٰن، وہ رسولؐ جو میزبان عرش کا مہمان، وہ رسولؐ

شق کر کے چاند آنکھوں کے پردے اُٹھا دیے
وحدت کے دو گواہ فلک پر دکھا دیے

تاریکیوں کو جس نے مٹایا وہی رسولؐ (۱۹) حق کا حصار جس نے بنایا وہی رسولؐ
باطل کا قلعہ جس نے گرایا وہی رسولؐ جس نے چراغِ ظلم بجھایا وہی رسولؐ

روحِ خلیلؑ دین کا بانی کہے جسے
آیت بھی کبریا کی نشانی کہے جسے

جس نے خدا کی راہ دکھائی وہی رسولؐ (۲۰) قوسین تک ہے جس رسائی وہی رسولؐ
عرفاں کی شمع جس نے جلائی وہی رسولؐ چمکا گیا خدا کی خدائی وہی رسولؐ
جس کے قدم سے کفر کی بنیاد ہل گئی
تاریکیوں کو نور کی قندیل مل گئی

چاہا جسے کریم نے طٰہٰ جسے کہا (۲۱) قرآن میں ہے مدح و ثنا جس کی جابجا
جس نے اک انقلاب جہاں میں کیا بپا جس نے نظامِ فاسق و فاجر بدل دیا
جس سے بشر کو دہر میں توقیر مل گئی
اللہ کے کلام کو تفسیر مل گئی

ایسا امین جس پہ امانت کو ناز ہے (۲۲) ایسا وجیہ، جس پہ وجاہت کو ناز ہے
ایسا خطیب جس پہ خطابت کو ناز ہے ایسا شریف، جس پہ شرافت کو ناز ہے
علمِ کتاب و تاجِ شفاعت لیے ہوئے
قبضے میں دو جہاں کی حکومت لیے ہوئے

ایسا رفیق، جس پہ رفاقت کو ناز ہے (۲۳) ایسا فہیم، جس پہ فراست کو ناز ہے
ایسا امیر، جس پہ اطاعت کو ناز ہے ایسا رسولؐ، جس پہ رسالت کو ناز ہے
دل جس کا لے لیا اسے ایمان دے گیا
اہلِ نظر کو عترت وقرآن دے گیا

زوجہ ہے جس کی وہ کہ خدیجہ جسے کہیں (۲۴) ملک عرب کے واسطے ملکہ جسے کہیں
اسلام کا عظیم خزانہ جسے کہیں تبلیغِ دینِ حق کا ذریعہ جسے کہیں
اس طرح گھر رسولؐ کا آباد کردیا
فکرِ معاش سے انہیں آزاد کردیا

سرتاج اس کا رہبرِ ہر خاص و عام ہے (۲۵) وہ سید البشر ہے وہ خیرالانام ہے
اس پر تمام کارِ ہدایت تمام ہے اللہ کا درود، ہمارا سلام ہے
ایسا بشر ہے کون جہانِ مجاز میں
شامل ہے اس کا نام خدا کی نماز میں

مرضی کردگار کا حامل، وہی تو ہے (۲۶) انسانیت کا رہبرِ کامل، وہی تو ہے
صدق و صفا کی آخری منزل وہی تو ہے اسلام کا دھڑکتا ہوا دل وہی تو ہے
اٹھا تو ظلم و جور کی دنیا کو ٹوک کر
بیٹھا تو کفر و شرک کی نبضوں کو روک کر

اوصاف وہ کہ غیر کے لب پر بھی ہے ثنا (۲۷) انصاف وہ کہ عدل کی جس سے ہوئی بقا
گفتار وہ کہ غیر بھی قائل ہے برملا کردار وہ کہ شرک کو کلمہ پڑھا دیا
تاریخ اب یہ بات رکھے چشمِ غور میں
پھیلا ہے دین تیغ سے کب اس کے دور میں

بیشک رسولؐ راہِ دکھانے کو آئے تھے (۲۸) انسانیت کا ڈھنگ سکھانے کو آئے تھے
دنیا سے ظلم و جور مٹانے کو آئے تھے کب آدمی پہ تیغ چلانے کو آئے تھے
کردار کی چھری میں وہ قطع و برید ہے
لوہے کی ضرب سے جو زیادہ شدید ہے

کردار نے ہی کلمہ پڑھایا ہے کفر کو (۲۹) کردار نے چراغ دکھایا ہے کفر کو
کردار ہی صراط پہ لایا ہے کفر کو کردار نے ہی بڑھ کے گھٹایا ہے کفر کو
کتنے ہی اس کے رعب میں آکر چلے گئے
سر لینے آئے سر کو جھکا کر چلے گئے

خُلقِ عظیم ہے اسی کردار کی ثنا (۳۰) جس سے ہوئے حبیبؐ خدا شاہِ انبیاؑ
جس کی بنا رسولؐ تو شبیرؑ ہے بقا جن کے لیے نبیؐ نے کئی بار یہ کہا

دیں کی بقا جہاں میں ہے اس نورِ عین سے
میرا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے

نانا سے تو ہے سارے نواسوں کا سلسلہ (۳۱) لیکن کسی نواسے سے نانا نہیں ہوا
سوچا جو میں نے یہ، تو پکاری یہ کربلا لٹ ہی چکا تھا شام میں تو دینِ مصطفیٰؐ

سر دے گئے حسینؑ تو اسلام رہ گیا
نانا کا اِس پسر کے سبب نام رہ گیا

دولت یہ گھر لٹا کے کمائی حسینؑ نے (۳۲) نانا کے دیں کی جان بچائی حسینؑ نے
باطل کو ایسی ضرب لگائی حسینؑ نے راہِ دوام حق کو دکھائی حسینؑ نے

زندہ جو مر کے دینِ شہہِ انبیاؑ کیا
خنجر تلے امامؑ نے کارِ خدا کیا

جو پاسبانِ دین و شریعت ہے وہ امامؑ (۳۳) جو عارفِ سجود وشہادت ہے وہ امامؑ
اسلام کو بھی جس کی ضمانت ہے وہ امامؑ دنیا میں دین جس کی بدولت ہے وہ امامؑ

کردارِ مصطفیٰؐ کا نگہبان ہے وہی
نیزے پہ بولتا ہوا قرآن ہے وہی

صدیوں سے انبیاؑ کی جو دولت ہے وہ حسینؑ (۳۴) روزہ نماز جس کی بدولت ہے وہ حسینؑ
جو منبعِ علومِ رسالت ہے وہ حسینؑ قرآن کی مثال ہے صورت ہے وہ حسینؑ

نانا کی جو نظیر بھی ہے بے نظیر بھی
شبیرؑ بھی، مثالِ پیمبرؐ بشیر بھی

شبیرؑ اور رسولؐ کی توقیر ایک ہے (۳۵) طینت ہے ایک، جلوہ وتنویر ایک ہے
معنی ہیں ایک صورت تفسیر ایک ہے دو رُخ ہیں ایک صفحے کے تصویر ایک ہے
شبیرؑ ہی کے دم سے ہے خیرالورا کا نام
دونوں کے دم سے رہ گیا قائم خدا کا نام

شبیرؑ اور رسولؐ کا معیار ایک ہے (۳۶) کہنے کو دو زبانیں ہیں گفتار ایک ہے
شیوہ ہے ایک سیرت و کردار ایک ہے اقرار ایک دونوں کا انکار ایک ہے
شبیرؑ کا پیام، پیامِ رسولؐ ہے
شبیرؑ کا کلام، کلامِ رسولؐ ہے

کچھ فرق بھی کریں تو وہ ہوگا برائے نام (۳۷) یعنی یہ ہیں حسینؑ وہ احمدؐ فلک مقام
خلقت ہے ایک نور سے دونوں کی لا کلام دونوں کے مختلف ہیں خدا کی طرف سے کام
وہ دین کا چمن ہیں، یہ اس کی شمیم ہیں
خُلق عظیم وہ ہیں، یہ ذبحِ عظیم ہیں

ذبحِ عظیم کون ہے، شبیرؑ کربلا (۳۸) شبیرؑ، جس کے خوں سے ہے تعمیر کربلا
شبیرؑ، جس کی ذات سے تنویرِ کربلا شبیرؑ جو ستارۂ تقدیرِ کربلا
شبیرؑ ہے شعور کی تابندگی کا نام
دینِ خدا کی ایک نئی زندگی کا نام

شبیرؑ اک بشر بھی ہے فوقِ البشر بھی ہے (۳۹) باطل کی ظلمتوں میں نویدِ سحر بھی ہے
کل کائنات کے لیے اک راہبر بھی ہے تلوار دین کی ہے، تو حق کی سپر بھی ہے
اک نام ہے یہ جرأت و ہمت کا عزم کا
حیدرؑ کی رزم کا، تو محمدؐ کی بزم کا

گھر سے چلا تھا دین بچانے کے واسطے (۴۰) ظلم وستم کی آگ بجھانے کے واسطے
راہِ خدا میں گھر کو لٹانے کے واسطے باطل کی شورشوں کو مٹانے کے واسطے
اسلام کو بچا کے تشدد کے جبر سے
بیعت کے ہاتھ کاٹ دیے تیغِ صبر سے

یہ صبر معجزے سے نہ کم تھا بروئے کار (۴۱) ہوتے ہوئے نیام میں حیدرؑ کی ذوالفقار
وہ ذوالفقار جس سے بڑھا دین کا وقار وہ ذوالفقار جنگِ احد کی جو یادگار
رن میں بطورِ خاص علیؑ نے جو پائی تھی
سانچے میں ڈھل کے فتح کے گردوں سے آئی تھی

ہر حال میں ہے حق کی طرفدار ذوالفقار (۴۲) جعفرؑ کی طرح جنگ پہ تیار ذوالفقار
حمزہؑ کی مثل کفر سے بیزار ذوالفقار دستِ خدا کے ہاتھ کی تلوار ذوالفقار
جب گھر میں تھی تو فاطمہؑ زہرا کے سات تھی
میدان میں علیؑ کی شریکِ حیات تھی

ظالم کو بھانپ لیتی تھی ہشیار اس قدر (۴۳) بجلی تڑپ رہی تھی شرر بار اس قدر
کافر کا خون پیتی تھی خونخوار اس قدر اپنوں سے دور صاحبِ کردار اس قدر
وہ آنچ تھی کہ موت کا بازار گرم تھا
پر مومنوں کے واسطے لوہا بھی نرم تھا

حیدرؑ کے سارے گھر پہ یہ دل سے نثار تھی (۴۴) آلِ نبیؐ میں نادِ علیؑ کا حصار تھی
دشمن کی فوج میں غضب کردگار تھی زخموں کے گل کھلانے کو بادِ بہار تھی
ایسی جو معتبر تھی رفاقت کی راہ میں
آج اس کو سج کے آئے ہیں شہِ رزم گاہ میں

مظلوم نے دکھائے وہ شیرِ خدا کے ہاتھ (۴۵) نظروں میں پھر گئے اسدِ کبریا کے ہاتھ
بیعت کے طالبوں نے سمیٹے خطا کے ہاتھ آیا نہ کچھ جہاد میں اہلِ جفا کے ہاتھ
خیبر شکن کا دستِ قضا یاد آگیا
بھاگے صنم پرست، خدا یاد آگیا

دو اِس طرف گرے تو گرے چار اُس طرف (۴۶) شاطر اِدھر جو کاٹے، تو عیار اُس طرف
موذی اِدھر جو مارے، تو مکّار اُس طرف ظالم اِدھر پڑے تھے، ستمگار اُس طرف
خود سر جو آئے سامنے، تو سر اُڑا دیا
بے بال و پر تھے اہلِ جفا، پر اُڑا دیا

ایک ایک سورما پہ تسلط ہوا ہراس (۴۷) بھاگا جو منھ پھرا کے وہ پھر آسکا نہ پاس
ضیغم کے ڈر سے ٹوٹ گئی بزدلوں کی آس ہر بانیِ فساد کو گھیرے ہوئے تھی یاس
ممکن نہ تھی ظفر جو شہِ مشرقین پر
اک بار مل کے ٹوٹ پڑے سب حسینؑ پر

نیزے بڑھے اِدھر سے اُدھر سے تبر بڑھے (۴۸) اک بے وطن کی سمت، ہزار اہلِ شر بڑھے
پیاسے کا خوں بہانے کو سب فتنہ گر بڑھے سید لہولہان ہوا، بد گہر بڑھے
جلتی زمیں پہ وارثِ تطہیر گر گئے
بیٹھا فرس زمین پہ شبیرؑ گر گئے

وہ آخری حیات کے لمحاتِ مختصر (۴۹) نرغہ وہ ظالموں کا، پیمبرؐ کا وہ پسر
گرتے ہی محوِ سجدہ ہوئے شہ جھکا کے سر فتحِ مبیں تڑپ گئی، قدموں کو چوم کر
ظالم دبا سکے نہ وہ شبیرؑ کی صدا
ٹکرائی جا کے عرش سے تکبیر کی صدا

جلاد کی وہ تیغ وہ سوکھا ہوا گلا (۵۰) زہراؑ کی تھی فغاں مرے بچے پہ رحم کھا
اس کرب میں بھی ہاتھ سے چھوٹی نہیں وفا سوکھے لبوں پہ بخششِ امت کی تھی دعا
ناگاہ قطع کر کے کلامِ جناب کو
مارا شقی نے، جانِ رسالتمآبؐ کو

اس پر ستم ہوئے جو شہِ مشرقین تھا (۵۱) جو بوترابؑ کے دلِ مضطر کا چین تھا
احمدؐ کا لال، فاطمہؑ کا نورِ عین تھا بیکس تھا تین روز کا پیاسہ حسینؑ تھا
اپنے گلے کو دے کے شہِ مشرقین نے
اسلام کے گلے کو بچایا حسینؑ نے

خیمے میں آلِ پاک کے پہنچی جو یہ خبر (۵۲) ڈیوڑھی کے پاس آ گئیں زینبؑ برہنہ سر
دیکھا جو قتل گاہ کی جانب بہ چشمِ تر چلاّئیں پیٹ کر کہ لٹا فاطمہؑ کا گھر
میں صدقے جاؤں اے مرے بھائی کدھر گئے
نانا کی جان حق کے فدائی کدھر گئے

میں کب سے دے رہی ہوں دہائی جواب دو (۵۳) دیتا نہیں ہے کچھ بھی دکھائی جواب دو
جائے کدھر یہ غم کی ستائی جواب دو بھائی جواب دو، مرے بھائی، جواب دو
زہراؑ پکاریں، زینبؑ دلگیر الوداع
مقتل میں سوگیا مِرا شبیرؑ الوداع

بس اے عظیم خالقِ اکبر سے کر دعا (۵۴) مقبولِ بارگاہِ نبیؐ ہو یہ مرثیہ
قائم رہے یہ مرثیہ گوئی کا سلسلہ محنت کا دیں صلہ تجھے مظلومِ کربلا
نظروں میں پھر مزارِ امامِ غریب ہو
دوبارہ کربلا کی زیارت نصیب ہو

سید ناشر حسین ناشرؔ نقوی، پٹیالہ

نام سید ناشر حسین نقوی، تخلص ناشرؔ، سلسلہ نسب حضرت سید حسین شاہ ولایت شرف الدینؒ سے ہو کر حضرت امام علی نقیؑ سے ملتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جدِ اعلیٰ حضرت شاہ ولایتؒ جس پیغام کو لے کر ہندوستان تشریف لائے تھے اسی پیغام امن و سلامتی کو شاعری کے حوالے سے عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ناشرؔ کے دادا سید منور حسین منورؔ کا شمار امروہہ کے نامور علماء میں ہوتا تھا اور وہ شاعر بھی تھے۔ والد سید ناظر حسین ناظرؔ شاعر اور اپنے دور کی مقتدر شخصیت تھے۔ دو ماموں طہورؔ اور غیورؔ بھی شاعر تھے اور بڑے بھائی علی نقوی بھی شاعر ہیں۔

اس علمی، مذہبی اور ادبی ماحول میں ۹ر مارچ ۱۹۵۵ء کو ناشرؔ کی امروہہ میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم امروہہ میں حاصل کی روہیلکھنڈ یونیورسٹی سے بی اے کیا، جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی سے ماس میڈیا کا ڈپلوما کیا۔ دبیر ادب اور دبیر قابل کی اسناد بھی حاصل کیں اور پھر ایم اے اردو اور پی ایچ ڈی کی اسناد بھی حاصل کیں۔

ناشرؔ کچھ عرصے آل انڈیا ریڈیو سے عارضی طور پر وابستہ بھی رہے۔ دہلی سے ہریانہ پہنچے تو ہریانہ اردو اکیڈمی میں ملازمت کی اور اس کے ''جمناتٹ'' کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے۔ اس وقت پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ میں پروفیسر ہیں اور فارسی و اردو شعبے کے صدر بھی۔

ناشرؔ نے شاعری کی ابتدا باضابطہ طور سے ۱۹۷۲ء میں کی۔ ان کا سلسلہ تلمذ فضل نقوی سے تھا۔ لیکن جب دہلی آ گئے تو ان کے شفیق استاد انیس العصر حضرت مہدی نظمی ہو گئے۔ انہوں نے ہر صنف سخن میں اپنی طبع کے جوہر خوب خوب دکھائے ہیں۔ ۱۹۷۸ء سے مرثیہ گوئی کا آغاز کیا۔ ان کی تصانیف میں تشنگی، وسیلہ، دیدہ وری، لالہ زار صبح اور پنجاب اور اردو افسانہ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ وہ نظم و نثر دونوں میں یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ اور اب ان کی زیر نگرانی کئی تحقیقی مقالے برائے پی ایچ ڈی لکھے جا رہے ہیں۔

سید ناشر حسین ناشر نقوی، پٹیالہ

مرثیہ

فلکِ رسا کی تیز روی ، سربلند کر (۱) بالا نظامِ شمس سے اپنی کمند کر
کڑواہٹوں سے پھیر کے منھ دِل کو قند کر صحرا کو آسماں سے مِلا فتح مند کر

ذرّوں کو جھلملا، کہ ستاروں کی رات ہے
یعنی زمیں کو عرش بنانے کی بات ہے

یہ راہ امتحانِ بلا خیز ہے بہت (۲) شمشیر پر سفر ہے کہ جو تیز ہے بہت
گر سوچ ہے بلند تو گلریز ہے بہت معراج کا خیال دِل آویز ہے بہت

پیغمبرِ عظیمؐ کا نورِ جمال ہے
اللہ سوچتا ہے یہ ایسا خیال ہے

عظمت وہاں ہے نقطۂ اعلیٰ کہیں جسے (۳) خطِ خلوص، عرشِ معلّیٰ کہیں جسے
نقشِ خودی، کہ جادۂ تقویٰ کہیں جسے وہ منزلِ عروج ہے اسریٰ کہیں جسے

ایسا مقام ہے کہ جہاں زیر و بم نہیں
اتنی بلندیوں پہ کسی کے قدم نہیں

سیّارے اپنے نور سے صادق بنے ہوئے (۴) گردِ سفر سے حکمت و منطق بنے ہوئے
اپنی جگہ پہ رحمتِ خالق بنے ہوئے انوارِ مصطفیٰؐ کے موافق بنے ہوئے

خود خوف اب خلاؤں کا کافور ہوگیا
اب کاہلی سے زحل بہت دور ہوگیا

سیماب نے سجایا ہے راہوں کو بار بار (۵) مرّیخ ومشتری کی چمک ہوگئی نثار
زُہرہ نے ساری عمر کیا اِس کا انتظار نورانیت سے گُزرا ہے اپنا فلک وقار

وجہِ وجودِ خلق، کہاں سرفراز ہے
صحرا کو، بستیوں کو، سمندر کو ناز ہے

محبوبؐ کو بلایا گیا کتنی دور سے (۶) افلاک جھلملائے ہیں ذہن وشعور سے
روشن نظامِ عرش ہوا ہے ظہور سے رستے خلا کے چمکے ہیں چہرے کے نور سے

قرآں کی آیتوں سے سِپاروں کے بیچ سے
گُزرا کوئی ضرور ہے تاروں کے بیچ سے

جنت کی رونقوں کو دِکھانے کے واسطے (۷) قدسی ہیں بام و در کو سجانے کے واسطے
آرائشیں ہیں جشن منانے کے واسطے اک بوریہ نشینؐ کے آنے کے واسطے

اِنسان آکے دیکھے گا خالق کی شان کو
دے گی زمین آج سند آسمان کو

جلوہ شناس، محفلِ کون و مکاں سجی (۸) صدرالعلیٰؐ اِدھر سے چلا کہکشاں سجی
پائے رسولؐ کے لیے ہر کوئے جاں سجی عرشِ بریں پہ ایک نئی داستاں سجی

معراجِ حق کا جشن منانے کی رات ہے
اپنی نشانیوں کو دِکھانے کی رات ہے

یہ میہماں ہے کون؟ جو رحمت نشاں ہوا (۹) وحدت کی بزمِ پاک میں جلوہ فشاں ہوا
مہر و نجوم وماہ کا روزی رساں ہوا نوراُلا کا نور، سرِ لا مکاں ہوا

تحفہ دیا ہے روشنیوں کے امیر نے
دیکھا ہے خود کو ناز سے ربِّ قدیر نے

شاداں ہوا ہے کتنا، خداوندِ ذوالجلال (۱۰) آیا ہے بزمِ ناز میں، خوش لحن وخوش مقال
نقشِ عروجِ عبد ہے، جس کی نہیں مثال عمامہ سر پہ روشنیوں کا بصد جمال

آیا ہے آسماں پہ عجب اہتمام سے
جنت سجی ہوئی ہے محمدؐ کے نام سے

گلریز لاشریک ہے منزل اللہ کی (۱۱) کوئی گزر نہیں ہے کسی رسم و راہ کی
حاجت نہیں ہے عشقِ خدا کو گواہ کی حد ختم ہورہی ہے یہاں پر نگاہ کی

ہوگا نیا کلام وفا کے نقیب سے
خالق کا ربط و ضبط ہے اپنے حبیبؐ سے

عاشق کو یہ بھی فکر کہ معشوق ڈر نہ جائے (۱۲) اس شب کی داستان کہیں مختصر نہ جائے
نورِ ازل کے جلوے سے سب کچھ بکھر نہ جائے کوئی نشاں نہ ہو، کہیں پتلی ٹھہر نہ جائے

دوہرایا پھر نہ جائے گا قصہ ظہور کا
پیشِ نظر تھا واقعہ وہ کوہِ طُور کا

ہے سامنے کا فرق یہ معراج وطور میں (۱۳) معشوق یوں ہی ملتا نہیں ہے غُرور میں
ضِد ہو تو ڈوب جاتی ہے دریائے نور میں حد کی بھی حد ضروری ہے حق کی ظہور میں

کتنے بھی ہوں کلیم، یہ زحمت بھی آئے گی
حد سے بڑھے گی بات تو لکنت بھی آئے گی

اس لمحۂ قلیل کو پانے کے واسطے (۱۴) مہمان و میزباں کو بچانے کے واسطے
معراجِ التفات سجانے کے واسطے اپنی نشانیوں کو دکھانے کے واسطے

معبود نے رسولؐ کو فانوس دے دیا
لہجے کو اپنے لہجۂ مانوس دے دیا

حائل ہے ایک پردۂ اخلاص سر بسر (۱۵) عاشق اِدھر جلو میں ہے، معشوق ہے اُدھر
سُن کر سلامِ شوق نبیؐ کی اٹھی نظر نِکلا مصافحہ کے لیے دستِ معتبر
کتنا محبتوں سے بھرا آج ساتھ ہے
اللہ یہ تو میرے ہی بھائی کا ہاتھ ہے

دیکھو نشانیوں میں مری، ابتدا علیؑ (۱۶) میری ہی مصلحت سے ہے حاجت روا علیؑ
مشکل میں کام آتا ہے مشکل کشا علیؑ ہر دور کے نبیؐ نے پکارا ہے یا علیؑ
سانسوں کا اہتمام علیؑ کے کرم سے ہے
آباد لامکاں کا مکاں اس کے دم سے ہے

قرآں مزاج، سینوں کے اندر رقم علیؑ (۱۷) اِقرا کی جان، صاحبِ لوح و قلم علیؑ
عمران کا وجود ونشاں، محتشم علیؑ کوثر کو جس پہ ناز ہے وہ محترم علیؑ
اللہ تک رسائی کا رستہ علیؑ کا ہے
جو کچھ ہے کائنات میں صدقہ علیؑ کا ہے

مہمانِ عرش، فرش کی زینت علیؑ سے ہے (۱۸) دُنیا تمہارے نام ہے برکت علیؑ سے ہے
قرآں کی آیتوں میں فصاحت علیؑ سے ہے لوح وقلم ہمارے ہیں حرمت علیؑ سے ہے
حیدرؑ کی گفتگو کا سلیقہ منگا لیا
ہم نے زمیں سے عرش پہ لہجہ منگا لیا

وسعت، نکات، فہم وفراست علیؑ سے ہے (۱۹) لفظ و بیاں علیؑ سے، بلاغت علیؑ سے ہے
بخشش، عطا، خلوص، شفاعت علیؑ سے ہے سجدہ، نماز، اذاں، اقامت علیؑ سے ہے
حق نے وہ سونپ دی ہے علیؑ کی پناہ میں
جو روشنی بھی دیکھ رہے ہو نِگاہ میں

معراج، قربِ حق کو بتانے کی رات ہے (۲۰) معراج، داستان سنانے کی رات ہے
معراج، جنّتوں کو سجانے کی رات ہے معراج، شوقِ دید بڑھانے کی رات ہے
عظمت رسولؐ پاک کی سرتاج ہوگئی
یعنی زمیں کی عرش پہ معراج ہوگئی

معراج آسماں کی بلندی یقیں کی شب (۲۱) عالم کو جس پہ ناز ہے اس دِل نشیں کی شب
سلطانِ بحر و بر کی، سراجِ مبیں کی شب سجدوں کی، اعتماد کی، روشن جبیں کی شب
دیکھو ہے کتنی پھیلی ہوئی دُور تک یہ رات
ہجرت سے ہو کے گُزرے گی عاشور تک یہ رات

عاشور کے خیال سے گفتار رک گئی (۲۲) لمحے کو جیسے قوتِ اظہار رُک گئی
ایسا لگا کہ وقت کی رفتار رُک گئی آنکھوں میں آ کے قوتِ دیدار رُک گئی
وہ خامشی اُٹھی کہ سخن کانپنے لگا
اِس ذکر سے نبیؐ کا بدن کانپنے لگا

لے آئی گفتگو کو مشیت حسینؑ پر (۲۳) اللہ کی ہے خاص عنایت حسینؑ پر
بہرِ سلام رُکتی ہے عظمت حسینؑ پہ ہونے لگی نثار محبت حسینؑ پر
جذبات کے بہاؤ سے یکساں بدل گیا
معراج میں وصال کا عُنواں بدل گیا

حق کی نوائے شوق عروجِ سخن حسینؑ (۲۴) سچی نشانیوں کی حسیں انجمن، حسینؑ
مرکز دل و نگاہ کا، گُل پیرہن حسینؑ ایماں نواز جلوؤں پہ سایہ فگن، حسینؑ
رحمت کی انجمن کے لیے زیب و زین ہے
اللہ، آسماں پہ بھی ذکرِ حسینؑ ہے

رفعت نواز حق کا ثبوت و نشاں حسینؑ (۲۵) ہر منزلِ حیات میں ہے جاوداں حسینؑ
مونس، کریم، فضل، عجب داستاں حسینؑ اللہ اور رسولؐ کے مقصد کی جاں حسینؑ
اس کی فضیلتوں کو سنو جبرئیل سے
پیتے ہیں لوگ پانی اسی کے سبیل سے

تخلیق کی حسین کہانی میں ہے حسینؑ (۲۶) عرشِ بریں کی نور فشانی میں ہے حسینؑ
سانسوں میں ہے حسینؑ روانی میں ہے حسینؑ جنت کی ایک ایک نشانی میں ہے حسینؑ
روشن بصیرتوں کا منوّر چراغ ہے
قدرت کے کارخانے کا اعلیٰ دماغ ہے

مرضیِ ربّ کون و مکاں سر بسر حسینؑ (۲۷) نورِ ازل کے جلووں کی تازہ خبر حسینؑ
خالق کو جس پہ ناز ہے ایسا بشر حسینؑ یعنی جدھر رسولِ خدا ہیں اُدھر حسینؑ
وہ سچ ہے جس کا کوئی نہ دنیا میں میل ہے
معراج تو حسینؑ کے بچپن کا کھیل ہے

کیجئے وہ یاد واقعہ، محبوبِ کبریا (۲۸) سجدے میں جب نماز کے سر آپ کا جھکا
دوشِ نبیؐ پہ آیا تھا فرزندِ مرتضیٰؑ مرضیِ رب تھی، تھا نہ وہ بچپن حسینؑ کا
معراج حق نے دی تھی شہِ مشرقین کو
اللہ پیار کرتا ہے کتنا حسینؑ کو

اِک اور واقعہ تمہیں یاد آئے گا رسولؐ (۲۹) بچپن تھا، روزِ عید تھا، مہکے ہوئے تھے پھول
ناقہ نہ تھا، حسینؑ ہوئے تھے ذرا ملول شانے پہ ان کو لینا نبوتؐ کو تھا قبول
وہ ہٹ نہیں تھی، مرضیِ سرتاج وہ بھی تھی
دوشِ رسولؐ پاک پہ معراج وہ بھی تھی

معراجِ عزم، جرأتِ مردانۂ حسینؑ (۳۰) سرخی فلک کی بن گئی افسانۂ حسینؑ
آنکھوں میں اشک، ساغر و پیمانۂ حسینؑ صبر و رضا ہے، کارِ حکیمانۂ حسینؑ
گلزار ولولوں سے کیا ہے بہشت کو
خالق سلام کرتا ہے صحرا نوشت کو

اللہ کا رسولؐ، پئے بندگی اٹھا (۳۱) بے چین ہو کے مصدرِ نورِ خودی اٹھا
مشکیزۂ نگاہ کی لے کر نمی اٹھا کیا یاد آگیا کہ خدا کا نبیؐ اُٹھا
اک قافلہ گزرتا ہوا حق کی راہ میں
یثرب سے کربلا کا سفر تھا نگاہ میں

حق نے اداس دیکھ کے محبوبؐ سے کہا (۳۲) یہ امتحاں کا وقت ہے، اے جانِ کبریا
اِس منزلِ عروج سے دیکھو گے کربلا لازم ہے آج دِل کے لیے صبر اور رضا
ہوگا جو کل، یہاں سے اُسے آج دیکھ لو
شبیریت کی نیزے پہ معراج دیکھ لو

دیکھو مرے حبیبؐ، اُٹھاؤ سرِ نیاز (۳۳) دیکھو وہ دشتِ ظلم میں تنہا ہے دلنواز
دیکھو بچھا رہا ہے نمازی صفِ نماز دیکھو کہ ہونے والا ہے کتنا وہ سرفراز
سجدہ ہے، تیغِ ظلم ہے، شاہِ انام ہے
ہے وقتِ عصر اور اکیلا امامؑ ہے

نظارۂ عجیب دکھایا رسولؐ کو (۳۴) ناشّر ادب کے ساتھ اُٹھایا رسولؐ کو
بے چین، مضطرب سا جو پایا رسولؐ کو ڈھارس خدا نے دے کے بچایا رسولؐ کو
فردوس سے عزا کی اُٹھو ابتدا کریں
مِل کر غمِ حسینؑ کا ماتم بپا کریں

کتابیات

1	اوراق کربلا	ظہیر دہلوی، مرتبہ اقبال حسین کاظمی	کراچی
2	انیس الشعرا	شدید لکھنوی	لکھنؤ
3	بدر کامل	خبیر لکھنوی	لکھنؤ
4	جواہرات انیس جلد سوم	مرزا امیر علی جونپوری	لکھنؤ
5	خاندان شمیم کی مرثیہ گوئی	ڈاکٹر عظیم امروہوی	دہلی
6	دفتر دبیر	ڈاکٹر ہلال نقوی	کراچی
7	دفتر خیال	ظہیر دہلوی	کراچی
8	روپ کنوار، کماری	ڈاکٹر تقی عابدی	ملتان
9	ریاض الشمیم	شمیم امروہوی	امروہہ
10	شہکار فراست	فراست زید پوری	لکھنؤ
11	گلستان خبیر	خبیر لکھنوی	لکھنؤ
12	میر انیس اور ان کے اخلاف،	جعفر حسین خاں جونپوری	لکھنؤ
13	مختار وحید جلد دوم	وحید لکھنوی، مرتبہ مہذب لکھنوی	لکھنؤ
14	مراثی محب	محب محمود آبادی	لاہور
15	مراثی نسیم جلد سوم	نسیم امروہوی	لاہور
16	معراج البیان	فہیم مشہدی امروہوی	حیدرآباد

ڈاکٹر عظیم امروہوی کی دیگر کتابیں

۱	حدیث غم	تصنیف	لکھنؤ
۲	حسینؑ اور زندگی	تصنیف، مرثیہ	رامپور
۳	تحریک نینوا	تصنیف	امروہہ
۴	شرحِ غم	تحقیق وتدوین	امروہہ
۵	مرثیۂ عظیم	تصنیف، مرثیہ	کراچی
۶	حسینیت ایک آفاقی تحریک	مرتب	امروہہ
۷	مرثیہ نگارانِ امروہہ	تصنیف	کراچی
۸	بین الاقوامی محرم نمبر	مرتب	دہلی
۹	قرآن اور حسینؑ	تصنیف، مرثیہ	دہلی
۱۰	رسول اعظمؐ	تحقیق وتدوین	دہلی
۱۱	اتحاد اسلامی	تصنیف، مرثیہ	دہلی
۱۲	ملاقاتِ امامؑ	مرتب	دہلی
۱۳	مفسر نور	مرتب	دہلی
۱۴	میرے خوابوں کا جہاں	تصنیف	دہلی
۱۵	خاندانِ شمیم کی مرثیہ گوئی	تحقیق وتدوین	دہلی

۱۶	نقش حیات	مرتب	دہلی
۱۷	آفتاب انقلاب	تصنیف، مرثیہ	دہلی
۱۸	طوافِ نور	تصنیف	دہلی
۱۹	شمیم سخن	تحقیق وتدوین، مراثی	دہلی
۲۰	رسولیات	تصنیف	دہلی
۲۱	ہلال غم	تحقیق وتدوین، مراثی	دہلی
۲۲	ہلال غم (ہندی ایڈیشن)	تحقیق وتدوین، مراثی	دہلی
۲۳	ہلال غم دوم (ہندی ایڈیشن)	تحقیق وتدوین، مراثی	دہلی
۲۴	ہلال غم دوم	تحقیق وتدوین، مراثی	دہلی
۲۵	شمیم عطش	تحقیق وتدوین، مراثی	دہلی
۲۶	شمیم عقیدت	تحقیق وتدوین	دہلی
۲	تاجدار شہادت، تاجدارآ امروہی	مرتب	دہلی

MERAJ-E-SUKHAN

(NATIA MARSIA)

TEHQEEQ-O-TADVEEN

DR. AZEEM AMROHVI

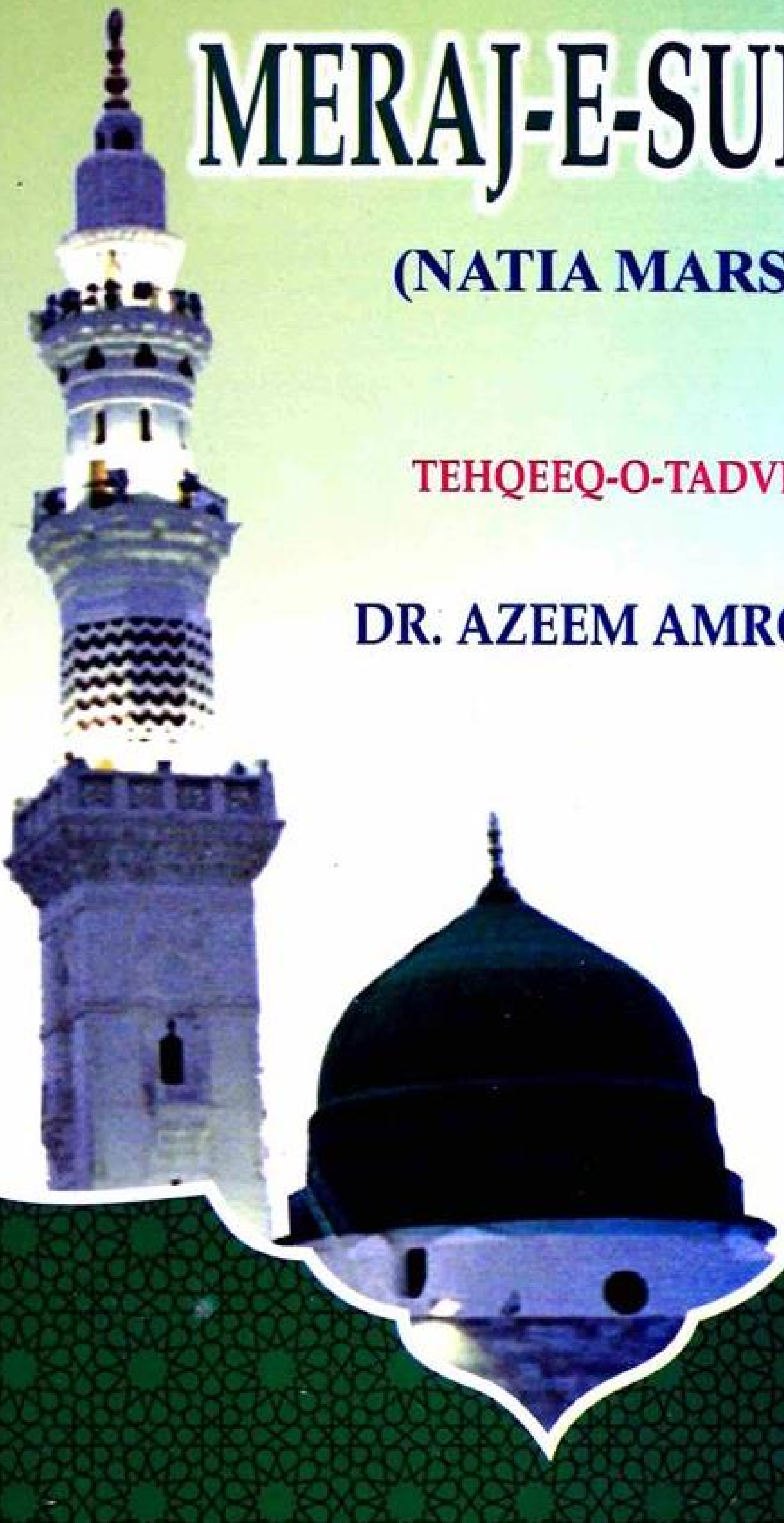

PESHKASH : AALAMI MARSIA CENTRE
NEW DELHI